گولڈن جوبلی پنجاب اسمبلی

۱۹۳۷ء — ۱۹۸۷ء

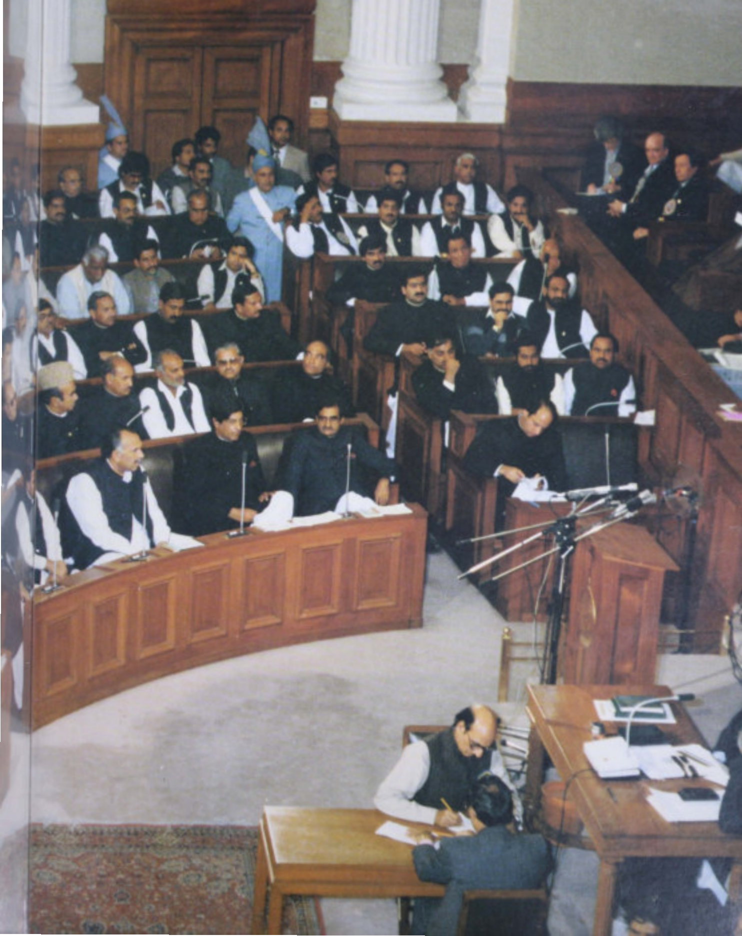

قائدِاعظم محمد علی جناح

گولڈن جوبلی

پنجاب اسمبلی

خصوصی اجلاس کی رُوداد

فروری ۱۹۸۸ء

2

the same and out of these three the one binder has also quoted the lowest rates, i.e. M/s Ahmed Book Binding, 26 Islamia Street, Ibrahim Road, Bilal Gunj, Lahore.

5. It is further stated that in December 2012, quotations were invited for binding of the books and the lowest rate quoted by the winning binder was Rs. 425/- per book.

6. In view of the above, it is proposed that the matter may kindly be considered by the Purchase Committee for approval of the lowest rate of Rs. 500/- per book offered by M/s Ahmed Book Binding, Lahore.

مجلس ادارت

سرپرست — میاں منظور احمد وٹو
سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب

نگران — صفدر علی شاہ
سیکرٹری صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھری حبیب اللہ
ڈپٹی سیکرٹری صوبائی اسمبلی پنجاب

تدوین — سعید احمد
اسسٹنٹ سیکرٹری صوبائی اسمبلی پنجاب

تصاویر — بشکریہ محکمہ تعلقات عامہ حکومت پنجاب
آفتاب نواز فوٹوگرافر صوبائی اسمبلی پنجاب
شاہجہان
نسیم اختر
رانا محمد نواز

ڈیزائنر — محمود حسن زومی

طباعت — فیروزسنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
لاہور۔ راولپنڈی۔ کراچی۔

مندرجات

نمبر شمار		صفحہ
	پیش لفظ / دیباچہ	۹ - ۱۲

نشست اول

یکم فروری ۱۹۸۸ء (چار بجے سہ پہر)

۱	خطبہ استقبالیہ میاں منظور احمد وٹو سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب	۱۹
۲	پاکستان میں جمہوری عمل میاں محمد افضل حیات' قائد حزب اختلاف صوبائی اسمبلی پنجاب	۲۳
۳	پاکستان میں جمہوری عمل جناب محمد نواز شریف' وزیر اعلیٰ پنجاب	۲۷
۴	پارلیمانی دستور العمل وروایات (انگریزی) جناب تان داتو محمد ظاہر' سپیکر ایوان نمائندگی پارلیمنٹ آف ملائشیا	۳۱
۵	پارلیمانی دستور العمل وروایات (انگریزی) جناب اے چراد حاری دحابے' سپیکر ماریشس لیجسلیٹو اسمبلی	۳۷
۶	اسلامی قانون سازی (فارسی تقریر مع اردو ترجمہ) حجۃ اسلام محمد یزدی' ڈپٹی سپیکر مجلس ایوان	۴۱
۷	ترکی کا پارلیمانی نظام (ترکی تقریر مع اردو ترجمہ) جناب عبدالحلیم ارس' ڈپٹی سپیکر' گرینڈ نیشنل اسمبلی ترکی	۴۵
۸	پارلیمانی دستور العمل وروایات (انگریزی) مسٹر ہیرالڈ واکر' فرسٹ ڈپٹی سپیکر' ہاؤس آف کامنز' برطانیہ	۴۹
۹	تقدیم تحائف	۵۱
۱۰	صدر پاکستان کا خطاب	۵۹

نشست دوم

۲ر فروری ۱۹۸۸ء (دس بجے صبح)

نمبر شمار		صفحہ
۱۱	خطبہ استقبالیہ میاں مناظر علی رانجھا، ڈپٹی سپیکر، صوبائی اسمبلی پنجاب	۷۱
۱۲	پارلیمانی زندگی کی چند یادیں (انگریزی) سردار شوکت حیات خان، سابق وزیر مال پنجاب	۷۳
۱۳	آزاد جموں و کشمیر اسمبلی کی تاریخ (انگریزی) سردار محمد ایوب خان، سپیکر قانون ساز اسمبلی آزاد جموں و کشمیر	۷۵
۱۴	استحکام جمہوریت ملک محمد علی خان، ڈپٹی چیئرمین، سینٹ آف پاکستان	۷۸
۱۵	ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کا استحکام سردار وزیر احمد جوگیزئی، ڈپٹی سپیکر قومی اسمبلی پاکستان	۸۱
۱۶	اسلامی مجلس شوریٰ لیفٹننٹ کرنل (ریٹائرڈ) نور بادشاہ، رکن صوبائی اسمبلی سرحد	۸۳
۱۷	پارلیمانی زندگی کی چند یادیں (انگریزی) جسٹس (ریٹائرڈ) محمد افضل چیمہ	۸۵
۱۸	ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کا استحکام (انگریزی) چیف جسٹس (ریٹائرڈ) جناب شمیم حسین قادری	۹۰
۱۹	ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کا استحکام چودھری محمد انور بھنڈر، سابق سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب	۹۳

نمبر شمار		صفحہ
۲۰	پاکستان میں جمہوریت کا استحکام سید تابش الوری' سابق رکن صوبائی اسمبلی پنجاب	۹۶
۲۱	ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کا استحکام میر عبدالباقی بلوچ' سابق رکن صوبائی اسمبلی مغربی پاکستان	۹۹
۲۲	ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کا استحکام (انگریزی) پروفیسر شیر سنگھ' سابق رکن پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی	۱۰۱
۲۳	گورنر پنجاب کا خطاب	۱۰۵

نشست سوم

۲ر فروری ۱۹۸۸ء (چار بجے سہ پہر)

۲۴	خطبہ استقبالیہ میاں منظور احمد وٹو' سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب	۱۱۱
۲۵	ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کا استحکام سردار سکندر حیات خان' وزیر اعظم آزاد جموں و کشمیر	۱۱۳
۲۶	پاکستان میں جمہوری عمل جام میر غلام قادر خان' وزیر اعلیٰ بلوچستان	۱۱۹
۲۷	ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کا استحکام (انگریزی) راجہ امان اللہ خان' سپیکر صوبائی اسمبلی' سرحد	۱۲۳
۲۸	پاکستان میں جمہوری عمل ملک محمد سرور خان کاکڑ' سپیکر صوبائی اسمبلی' بلوچستان	۱۲۶
۲۹	جمہوریت کا استحکام سید غوث علی شاہ' وزیر اعلیٰ' سندھ	۱۲۸

نمبر شمار		صفحہ
۳۰	اسمبلیاں اور ارکان اسمبلی (انگریزی) سید مظفر حسین شاہ، سپیکر صوبائی اسمبلی سندھ	۱۳۱
۳۱	اسمبلیوں کی اہمیت اور ارکان اسمبلی کے فرائض چودھری عبدالغفور، وزیر قانون و پارلیمانی امور پنجاب	۱۳۵
۳۲	اسمبلیاں اور ارکان اسمبلی جناب محمد ایوب خان تنولی، رکن صوبائی اسمبلی سرحد	۱۳۸
۳۳	پاکستان میں جمہوری عمل جناب حامد ناصر چٹھہ، سپیکر قومی اسمبلی پاکستان	۱۴۱
۳۴	اسمبلیوں کی اہمیت اور ارکان اسمبلی کے فرائض جناب محمد نواز شریف، وزیر اعلیٰ پنجاب	۱۴۵
۳۵	وزیر اعظم پاکستان کا خطاب	۱۴۸
۳۶	عطائے تمغہ جات	۱۵۳
۳۷	دعا	۱۶۵

پیش لفظ

وقت کبھی نہیں تھمتا۔ نہ ہی اس کی رفتار سست ہوتی ہے۔ وہ دنوں 'مہینوں' سالوں اور صدیوں کی منزلیں طے کرتا رہتا ہے اور اپنے پیچھے بہت سے نقوش چھوڑ جاتا ہے۔ افراد 'اداروں اور قوموں کی زندگی میں بعض ایسے لمحات آتے ہیں جو یادوں کے نقوش کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ انہی میں سے بعض نقوش کو ترتیب اور تجزیہ کے سانچے میں ڈھالا جاتا ہے تو وہ تاریخ بن جاتے ہیں۔

پنجاب اسمبلی ایک ایسا ادارہ ہے جو ایک تاریخی عمل کے نتیجہ میں معرض وجود میں آیا اور تاریخ ساز بن گیا۔ فروری ۱۹۸۸ء میں اس ادارہ کی گولڈن جوبلی کی تقریبات منعقد ہوئیں تو بہت سے ذہنوں میں خوشگوار یادیں چھوڑ گئیں۔ اس ایوان سے وابستہ افراد کے لئے تقریبات کا ہر لمحہ روح پرور بھی تھا اور دانش افروز بھی۔

میں اور میرے رفقاء کار ان تقریبات کے ساتھ ذہنی اور جذباتی طور پر وابستہ تھے۔ ہم میزبان تھے 'منتظم تھے اور اس عظیم ادارہ کی شاندار روایات کے پاسدار تھے۔ ہمارے مہمان 'ذی وقار اور عالی مرتبت تھے۔ صدر 'وزیر اعظم 'گورنر 'وزرائے اعلیٰ 'متعدد بیرونی ممالک کی مجالس قانون ساز کے اہم عہدیداران 'تجربہ کار اور دانش مند پارلیمنٹیرین 'اہل علم اور اصحاب بصیرت غرض افق ہائے اقتدار و سیاست اور دانش و حکمت کے درخشندہ ستاروں کی ایک کہکشاں تھی جو پنجاب اسمبلی کے ایوان اور سبزہ زاروں میں بچھی ہوئی تھی۔ یہ لمحات تاریخی تھے اور یہ لمحات روح پرور تھے۔

پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی تقریبات کئی اعتبار سے اہم تھیں۔ ان میں پاکستان 'ایران 'ترکی 'ملائیشیا' برطانیہ اور بھارت کے ممتاز اور تجربہ کار پارلیمنٹیرین 'ماہرین 'اہل علم و فضل اور دوسری ممتاز شخصیات نے شرکت کی۔ پاکستان کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کی مقتدر شخصیات نے ان کی رونق بڑھائی۔ ان تقریبات کا افتتاح صدر مملکت نے کیا اور اختتامی تقریب کو وزیر اعظم نے رونق بخشی۔ گولڈن جوبلی تقریبات کا یہ پہلو بطور خاص اہم تھا کہ ان میں ایسے موضوعات پر بصیرت افروز اور فکر انگیز مقالات پیش کئے گئے جن کا تعلق جمہوری نظام 'جمہوریت کے استحکام 'قانون ساز اداروں کی اہمیت 'کردار 'کارکردگی اور عوام کے شعور کی تربیت سے تھا۔ یہ ایسے موضوعات ہیں جو تمام ترقی پذیر ممالک کے حال اور مستقبل کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ مقررین 'علم و فضل اور تجربہ کے لحاظ سے ممتاز اور سربر آوردہ تھے۔ ان کے تجربات انتہائی قیمتی اور قابل قدر تھے ان کی باتیں شنیدنی تھیں۔ جن موضوعات پر مقالات پڑھے گئے وہ تھے "ترقی پذیر ملکوں میں جمہوریت کا استحکام " '" قانون ساز اداروں کا کردار " اور " پارلیمانی روایات اور ان کا استحکام "۔

ہماری اور بہت سے دوسرے ترقی پذیر ملکوں کی اہم ضرورت یہی ہے کہ ان میں جمہوریت مستحکم ہو۔ قانون ساز ادارے موثر کردار ادا کریں پارلیمانی روایات پنپتی ہوں۔ گولڈن جوبلی تقریبات کے انعقاد کا ایک اہم مقصد یہی تھا کہ پنجاب اسمبلی اس اہم عصری ضرورت کی تکمیل میں اپنا کردار ادا کرے۔ پنجاب

اسمبلی اپنے مقاصد میں کہاں تک کامیاب رہی ؟ اس کا اندازہ مختلف شخصیات کے ان تاثرات سے لگایا جا سکتا ہے جو اس کتاب میں شامل ہیں۔

میرے نزدیک گولڈن جوبلی تقریبات اپنے مقاصد ' انداز اور معنویت کے لحاظ سے ایسی تھیں کہ ان کا ایک ایک لمحہ محفوظ کر لیا جائے۔ اس امر کی ہم نے مقدور بھر کوشش کی ہے۔

میں پنجاب اسمبلی کے عملہ کا ممنون ہوں کہ اس نے گولڈن جوبلی کو کامیاب بنانے کے لئے بھی انتھک محنت کی اور اس کی کارروائی کو قلم بند کرنے اور اسے مرتب کر کے کتابی صورت دینے میں میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری اس کاوش سے پاکستان اور دوسرے ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کے استحکام میں مدد ملے گی اور فکر و شعور کی نئی راہیں پیدا ہوں گی۔ مستقبل کے پارلیمنٹیرین اس سے استفادہ کریں گے اور اہل وطن اس سے مستفید ہوں گے

(منظور احمد وٹو)
سپیکر
صوبائی اسمبلی پنجاب

لاہور
اکتوبر ۱۹۸۸ء

PREFACE

The Golden Jubilee of the Punjab Assembly celebrated from 1-02-1988 to 3-02-1988 was a landmark in the political history of the Punjab. The celebrations provided an opportunity to the participants to dilate on the democratic process, exchange ideas on parliamentary democracy and democratic traditions.

The participation of legislators from the National Assembly and the Provinces added colour and diversity to the celebrations. It was also a reminder of the chequered history of the democratic process in Pakistan. Democracy in the country has had more downs than ups largely due to our inability to develop democratic values which form the backbone of every democratic institution. While a natural love of freedom is the character of our people, this spirit has never effectively found expression in its own preservation. It has capitulated to the compulsions of political expediency and force majeure.

The controversy between Islamic and Western systems of democratic government is often a product of false polemics. As the eminent Muslim scholar, Dr. Hamid Ullah has commented; "It is not incumbent on Muslims to accept the Western notions of democracy, but to explain Islamic democracy in Western terms".

I for one, believe the controversy has been misconceived. Democracy is basic to Islam and we cannot conceive of an Islamic polity without democracy. The principles of democracy are inherent in the precepts of the Holy Quran on such a diversity of subjects as the execution of justice, removal of economic disparities, social equality, the treatment of minorities, the selection and retention or otherwise of the Khalifa, public consultation and the rules of war. The emphasis upon consensus in Islam provides an avenue for the development of representative institutions. The charter of Medina, the pristine document which defined and codified fundamental human rights of people living in a political society was founded on the concept of representative democracy and institutions.

Elected institutions under a democratic system have three basic functions. First, they are representative institutions where problems of the people are discussed. Such debates educate the public and help in the formation of Government policies. Second, they make the government and its functionaries accountable for their actions to the people. Third, the Assemblies are law making bodies in which the ultimate will of the people is translated into legislative action. The working of Parliament and the Provincial Assemblies has clearly shown their effectiveness and ability to perform these functions. The Parliament has discussed and debated a variety of problems that confronted the country, including foreign policy, law and order, education, agriculture and important topical issues, all of which made their contribution.

The Punjab Assembly Golden Jubilee proceedings highlighted the causes of the failure of democracy in Pakistan and mainly attributed it to the ineffectiveness of the legislative control of the government and long spells of military rule. Such a legacy was bound to create some teething problems.

Accountability and a peaceful change of government through the electoral process help strengthen democracy. Assemblies could produce great parliamentarians if the democratic process continues unhindered and elections are held regularly according to the Constitution. The consent of the governed to the government is not revived or denied only at election time; it is continuously given or withheld, through their elected representatives. I am convinced that the only system with a universal appeal is a democratic system because through democracy alone can the will of the people find fulfilment. It is significant that the Quaid-e-Azam envisaged a democratic Pakistan and had a deep rooted commitment to representative government. His entire career was dedicated to the cause of constitutionalism. He had always advocated the resolution of political conflicts by peaceful means. A procedure for a peaceful change of government was integral to his advocacy of the democratic system. Had he lived the hurdles that block our road to democracy would not have existed.

I congratulate the Punjab Assembly on its historic Golden Jubilee celebrations. Such occasions are conducive to the stabilization of democracy. In this historic and graceful structure which houses the Provincial Assembly is enshrined the Dream of the past, the Hope of the present and Faith for the future—a future which, hopefully, will meet its challenges with a firm belief in Allah and in the will of the people.

(HAMID NASIR CHATTHA)

Speaker

National Assembly of Pakistan

Islamabad:

August, 1988

the same and out of these three the one binder has also quoted the lowest rates, i.e., M/s Ahmed Book Binding, 26 Islamia Street, Ibrahim Road, Bilal Gunj, Lahore.

5. It is further stated that in December 2012, quotations were invited for binding of the books and the lowest rate quoted by the winning binder was Rs. 425/- per book.

6. In view of the above, it is proposed that the matter may kindly be considered by the Purchase Committee for approval of the lowest rate of Rs. 500/- per book offered by M/s Ahmed Book Binding, Lahore.

آمد مہمان خصوصی

دو بچے صدر مملکت کو گلدستہ پیش کر رہے ہیں

پہلی نشست کے مہمان خصوصی جنرل محمد ضیاء الحق صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کی لاہور ایئرپورٹ آمد پر جناب محمد نواز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب ان کا استقبال کر رہے ہیں۔

میاں منظور احمد وٹو سپیکر پنجاب اسمبلی جنرل محمد ضیاء الحق صدر پاکستان اور جنرل (ریٹائرڈ) محمد موسیٰ گورنر بلوچستان کا استقبال کر رہے ہیں۔

صدر مملکت کے گورنر پنجاب اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی معیت میں اسمبلی بلڈنگ پہنچنے پر سپیکر اور ڈپٹی سپیکر پنجاب اسمبلی ان کا استقبال کر رہے ہیں۔

سپیکر چیمبرز میں تاریخی اجتماع

دائیں سے بائیں۔

۱۔ مخدوم محمد سجاد حسین قریشی ، گورنر پنجاب۔
۲۔ میاں محمد یٰسین خان وٹو ، وفاقی وزیر خزانہ۔
۳۔ جنرل (ریٹائرڈ) محمد موسیٰ ، گورنر بلوچستان۔
۴۔ جناب فدا محمد خان ، گورنر سرحد۔
۵۔ میاں منظور احمد وٹو ، سپیکر پنجاب اسمبلی۔
۶۔ جنرل محمد ضیاء الحق ، صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان۔
۷۔ جناب محمد نواز شریف ، وزیر اعلیٰ پنجاب۔
۸۔ جناب اشرف ولی محمد تابانی ، گورنر سندھ۔
۹۔ ڈاکٹر محبوب الحق ، وفاقی وزیر منصوبہ بندی و ترقیات۔
۱۰۔ سید غوث علی شاہ ، وزیر اعلیٰ سندھ۔
۱۱۔ جناب محمد اسلم خٹک ، وفاقی وزیر مواصلات۔
۱۲۔ جناب غلام اسحٰق خان ، چیئرمین سینیٹ آف پاکستان۔

نشستِ اوّل

یکم فروری ۱۹۸۸ء

(چار بجے سہ پہر)

قومی ترانہ

مہمان خصوصی جنرل محمد ضیاءالحق صدر ' اسلامی جمہوریہ پاکستان ' مخدوم محمد سجاد حسین قریشی گورنر پنجاب اور میاں منظور احمد وٹو ' سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب کے ہمراہ ایوان میں تشریف لائے۔ قومی ترانہ بجایا گیا۔

خطبہ استقبالیہ

میاں منظور احمد وٹو سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب

بسم اللہ الرحمان الرحیم

عالی وقار جنرل محمد ضیاء الحق' صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان' محترم المقام جناب گورنر پنجاب ذی شان مہمانان گرامی اور معزز خواتین و حضرات

السلام علیکم!

میں ان تاریخی لمحات میں اپنی جانب سے بعجز و انکسار اور پنجاب اسمبلی کی جانب سے فخر و انبساط کے ساتھ آپ کا دل کی گہرائیوں سے خیر مقدم کرتا ہوں۔ یہ آپ کی کرم فرمائی' بالخصوص صدر مملکت کی بے پایاں عنایت ہے کہ آپ نے اس تقریب کو رونق بخشی اور ہماری عزت افزائی کی۔

جناب والا! میں نے ان لمحات کو تاریخی لمحات قرار دیا ہے اس لئے کہ ایک وقت میں ایک جگہ پر اتنی بلند مرتبہ' اتنی فاضل متنوع شخصیات کا یکجا ہونا حقیقت میں ایک تاریخی واقعہ ہے۔ یہ اجتماع معنوی لحاظ سے پورے پاکستان کا نمائندہ اجتماع ہی نہیں بلکہ منتخب شخصیات کا بین الاقوامی اجتماع ہے۔ آج کا یہ اجتماع اس لحاظ سے بھی یادگار اور تاریخی ہے کہ ہمارے ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ سربراہ مملکت پنجاب اسمبلی کے خصوصی اجلاس سے خطاب فرمائیں گے۔ قبل ازیں پنجاب اسمبلی کی تاریخ میں دو خصوصی اجلاس منعقد ہوئے جن میں ۲۴ فروری ۱۹۶۴ء کو وزیر اعظم چین آنجہانی مسٹر چو این لائی اور ۲۴ مارچ ۱۹۶۴ء کو صدر عراق جناب عبدالسلام عارف نے خطاب فرمایا۔

ہمارے درمیان پاکستان کے دوسرے صوبوں کی اسمبلیوں کے نمائندگان محترم موجود ہیں۔ آزاد کشمیر اسمبلی کے معزز نمائندے تشریف فرما ہیں۔ برطانیہ' ملائیشیا' ایران' ترکی' موریشس' بھارت اور کئی دوسرے ملکوں کی مجالس قانون ساز کی اہم شخصیات بھی رونق افروز ہیں۔ اس اسمبلی کے متعدد سابق ارکان جو نامور' تجربہ کار اور بے حد ممتاز پارلیمنٹیرین ہونے کی شہرت سے بہرہ ور ہیں' زینت محفل ہیں۔ ان معزز شخصیات نے قانون سازی کے عمل کو نکھارنے' سنوارنے اور پارلیمانی روایات کو مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور زمانے پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ یوں لگتا ہے اس تاریخ ساز ایوان کے در و دیوار نے بھی اس عظیم اجتماع کا نظارہ کرنے کو برسوں انتظار کیا ہو۔ آپ جیسی معتبر اور معزز ہستیوں کی موجودگی کی

یادایک لازوال مسکن گران فضاؤں میں رچی رہے گی۔

جناب والا! آپ جس اسمبلی کے ایوان میں تشریف فرما ہیں اور جس کی گولڈن جوبلی تقریبات میں شمولیت کے لئے تشریف لائے ہیں یہ پورے پاکستان میں قانون سازی کا قدیم ترین ادارہ ہے۔ اس کی گولڈن جوبلی منانے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے مکمل طور پر نمائندہ اور منتخب ادارے کی حیثیت آج سے پچاس سال پہلے حاصل کی تھی۔ ورنہ ایک قانون ساز ادارے کی حیثیت میں اس کی عمر نوے (۹۰) سال ہو چکی ہے۔ اس کی تشکیل ۱۸۹۷ء میں پنجاب لیجسلیٹو کونسل (Punjab Legislative Council) کے روپ میں ہوئی۔ اس وقت یہ ادارہ صرف دس (۱۰) نامزد ارکان پر مشتمل تھا۔ مگر قانون سازی کے اختیارات سے بہرہ ور تھا۔ ۱۹۲۱ء میں اس کے ارکان کی تعداد بڑھا کر تراسی (۸۳) کر دی گئی اور یہ بھی طے پایا کہ اس کے ستر (۷۰) فیصد ارکان منتخب اور ۳۰ فیصد نامزد ہوں گے۔ اس طرح اسے ایک بڑی حد تک نمائندہ ادارہ کا مقام حاصل ہو گیا۔

جناب والا! جس طرح برطانوی ایوانہائے پارلیمان کے ساتھ پارلیمانی جمہوریت کا تصور وابستہ ہے اور یہی ان کی وجہ عظمت ہے۔ اسی طرح پتھر اور سیمنٹ کی یہ عالیشان عمارت جس کو ہم پنجاب اسمبلی کہتے ہیں آزاد جمہوریت اور آئین کی حکمرانی کے حصول کیلئے لاکھوں افراد کی جدوجہد اور قربانی کی آئینہ دار ہے۔ اس کی تاریخ ریکارڈ ہے جہد مسلسل کا! اس جدوجہد کے نتیجہ میں شخصی حکمرانی' نامزد کونسل' جزوی انتخابات' محدود رائے دہی' بالواسطہ انتخاب اور غیر جماعتی ایوان کے مراحل سے گزر کر بالغ رائے دہی کے مسلمہ اصولوں کے تحت قائم آج کا یہ جماعتی ایوان قرآن احکامات " وامرھم شوریٰ بینھم " کے عین مطابق ہے۔ اس پس منظر کے ساتھ پنجاب اسمبلی کی یہ عمارت پاکستان میں "ہسپل آف ڈیموکریسی" ہے۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت پنجاب لیجسلیٹو کونسل' پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی میں تبدیل ہو گئی اور اس نے ایک مکمل طور پر منتخب اور نمائندہ اسمبلی کی حیثیت میں نئی زندگی کا آغاز کیا۔ مہمانان ذی وقار آج ہم یہاں اس اسمبلی کے اس نئے سفر کی یاد منانے کیلئے جمع ہوئے ہیں جو اس نے پچاس سال قبل شروع کیا تھا۔

جناب والا! ۱۹۳۷ء سے اب تک اس ادارے کی زندگی اور خدمات کا ذکر تفصیل طلب ہے۔ لیکن اختصار کے ساتھ اتنی گزارش کروں گا کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد اس اسمبلی نے ایک آزاد ملک کے ایک اہم صوبے کے قانون ساز ادارے کی حیثیت میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ ون یونٹ کی تشکیل کے بعد ۱۹۵۶ء میں اس نے مغربی پاکستان کی صوبائی اسمبلی کا درجہ حاصل کیا۔ ۱۹۶۲ء میں یہ دوسری مغربی پاکستان اسمبلی کے روپ میں وجود میں آئی اور ۱۹۷۲ء میں یہ پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کی حیثیت سے قائم ہوئی۔ اس کی زندگی کا یہ دور ۱۹۷۷ء تک رہا۔

مہمانان گرامی! جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں موجودہ اسمبلی فروری ۱۹۸۵ء میں ہونے والے انتخابات کے نتیجے میں معرض وجود میں آئی ہے۔ مختصر مدت میں اس نے جو کام کیا ہے یہ اس کی تفصیلات بیان کرنے کا محل نہیں ہے۔ اس یادگار موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی کے ارکان کی تعداد ۲۶۰ ہے اور اس طرح یہ ایوان تعداد کے اعتبار سے پاکستان کا سب سے بڑا ایوان ہے۔ اراکین کا تعلیمی معیار کچھ اس طرح ہے کہ اس اسمبلی کے ۳۷ ارکان لاء گریجوایٹ اور پوسٹ گریجوایٹس ہیں اور ۵۰ ارکان گریجوایٹس ہیں۔ ہماری موجودہ اسمبلی میں اکثریت نوجوان ارکان کی ہے اور ہمارے بیشتر ارکان دیہی علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

لیکن جناب والا! مسلمہ امر یہ ہے کہ قوموں کی زندگی میں افراد کی بجائے اداروں کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ اسمبلیوں کے سپیکر اور ارکان بدلتے رہتے ہیں لیکن قانون ساز اداروں کی حیثیت میں ان کے وجود کا تسلسل مملکت کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ قانون سازی ایک ایسا عمل ہے جو معاشرے کی زندگی میں بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ مسلسل تغیر پذیر حالات اور معاشرے کی ضروریات میں ہم آہنگی پیدا کرنا ایک ایسی ضرورت ہے جس کی تکمیل ہی معاشرے کی بقا اور اس کے استحکام کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔ اس ضرورت کی تکمیل وہی قانون ساز ادارے کر سکتے ہیں جو مسلسل ارتقائی مراحل سے گزر رہے ہوں۔

مہمانان گرامی! جمہوریت کی روح یہ ہے کہ اختلاف رائے کا اظہار شائستہ اور شستہ انداز میں کیا جائے اور اسے خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا جائے۔ رائے عامہ سے آگاہ رہا جائے اور اس کا احترام کیا جائے۔ انتخابات کے ذریعے حکومت کی تشکیل اور تبدیلی کو اپنے یقین کا حصہ بنایا جائے۔ اسمبلیاں جمہوری روایات کے فروغ میں سب سے اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اسمبلی ایک ایسی تربیت گاہ ہے جس میں جمہوری روایات پر عمل کرنے کی تربیت احسن انداز میں ملتی ہے۔ اس میں مختلف بلکہ متضاد اور باہم متصادم آراء کا اظہار ہوتا ہے۔ ضرورت یہ ہوتی ہے کہ ان متضاد اور متصادم آراء میں توازن اور ہم آہنگی پیدا کر کے قانون سازی کے عمل کو آگے بڑھایا جائے۔ یہ سارا کام اس انداز سے کیا جائے کہ ایوان کا ماحول خوش گوار رہے' ناراضگی اور تلخی پیدا نہ ہو۔ ارکان اسمبلی اپنے فرائض اسی صورت میں بطریق احسن ادا کر سکتے ہیں کہ اپنے معاشرتی تناظر' عصری ضروریات' عالمی رجحانات اور تغیرات پر ان کی گہری نظر ہو' وہ عوام کے محسوسات سے آگاہ ہوں اور قانون سازی کی باریکیوں اور نزاکتوں کو سمجھتے ہوں۔

جناب صدر اور حاضرین محترم! ہم نے اس ایوان میں قدم رکھنے کے بعد اس امر کی مسلسل کوشش کی ہے کہ ارکان اسمبلی کو قانون سازی کے لوازم' ایوان کے آداب اور مافی الضمیر کے اظہار کے طریقوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کی جائیں۔ ہماری ان مساعی کے محرکات میں رابرٹ لیوس (Robert Luce) کے وہ الفاظ بھی شامل ہیں جو انہوں نے امریکی ایوان نمائندگان سے خطاب کرتے ہوئے کہے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ

"The First National Assembly in France failed of its purpose and brought the disaster culminating in the reign of terror through ignorance of Parliamentary Law."

"فرانس کی پہلی قومی اسمبلی اپنے مقصد میں اس لئے ناکام رہی کہ وہ پارلیمانی قانون سے آگاہ نہیں تھی۔ اس کی یہ عدم آگاہی دہشت گردی پر منتج ہونے والی تباہی کا موجب بن گئی"

مذکورہ بالا مقاصد کے پیش نظر ہم نے مارچ ۱۹۸۷ء میں "عمل قانون سازی اور پارلیمانی روایات" کے موضوع پر دو روزہ قومی مجلس مذاکرہ کا اہتمام کیا تھا۔ اس مذاکرے میں ملک کے ممتاز اور تجربہ کار پارلیمنٹیرینز اور اصحاب علم و دانش نے فکر انگیز مقالات پیش کئے تھے۔

جناب والا! ہم نے پنجاب اسمبلی کی تاریخ' اس کی کارکردگی اور اس سے وابستہ رہنے والی شخصیات کی خدمات کو کتابی صورت میں محفوظ کرنا اپنا قومی فرض تصور کیا ہے۔ مختلف ادوار میں آج تک جن اصحاب اور خواتین نے اس اسمبلی میں عوام کی نمائندگی کی اور قانون سازی میں حصہ لیا ان کے نام اور مختصر کوائف بھی کتاب میں درج کر دیے گئے ہیں۔

پہلی قطار (دائیں سے بائیں): جناب [illegible] گورنر سرحد، جناب [illegible] محمد خان گورنر [illegible]، جناب غلام [illegible] چیئرمین سینٹ۔
دوسری قطار: ملک محمد علی خان [illegible] ڈپٹی چیئرمین سینٹ، سردار [illegible] ڈپٹی سپیکر قومی اسمبلی۔

دائیں سے بائیں: سردار [illegible] وزیر اعظم آزاد حکومت [illegible]، سید [illegible] علی شاہ وزیر اعلیٰ سندھ، [illegible] خان وزیر اعلیٰ بلوچستان، [illegible] محمد موسیٰ گورنر بلوچستان۔

ہماری مطبوعات کے سلسلے میں تیسری کڑی وہ کتاب ہے جو ممتاز ارکان اسمبلی کی منتخب تقریروں پر مشتمل ہے۔ یہ تقریریں ۱۹۲۱ء سے ۱۹۷۷ء تک کے دور کی ہیں۔ ان کے مطالعے سے ایک تو اپنے ماضی کے بارے میں آگاہی حاصل ہوتی ہے، دوسرے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ممتاز اور قابل پارلیمنٹیرینز کا معیار فکر اور پیرائیہ اظہار کیا تھا۔ انہوں نے اپنے دور کے مسائل کو کس زاویہ نگاہ سے دیکھا، ان کو حل کرنے کے لئے کیا لائحہ عمل تجویز کیا اور اپنے مافی الضمیر کے اظہار کیلئے کون سا اسلوب اختیار کیا۔ اس کتاب کی اشاعت ہماری طرف سے ان پارلیمنٹیرینز کو خراج تحسین ہے جنہوں نے ماضی میں اس ایوان میں اپنے اپنے حلقے کے عوام کی نمائندگی کی اور صوبائی و قومی معاملات و مسائل پر بھی اظہار خیال کیا۔

جناب والا! حوالہ جات کی ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر اسمبلی میں "حوالہ اور تحقیق" (Reference and Research Cell) کے شعبے کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ یہ شعبہ نہ صرف ارکان اسمبلی کو قانونی اور دیگر مسائل کے بارے میں ضروری معلومات فراہم کرے گا بلکہ محققین اور مورخین کے لئے بھی مفید ثابت ہوگا۔ اسی طرح ہم اسمبلی کی لائبریری کو جدید ترین خطوط پر منظم اور تمام متعلقہ کتابوں، جرائد اور دستاویزات سے لیس کر رہے ہیں۔

بہترین سابقہ اور موجودہ ممتاز پارلیمنٹیرینز کو ایوارڈ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں ایوان میں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے وزیر اور اسمبلی کی کارروائی بہترین انداز میں شائع کرنے والے دو اخبارات کو بھی ایوارڈ دیئے جائیں گے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ ہر دائرے میں خوب سے خوب تر کی تلاش کے جذبے کو فروغ دیا جائے اور ایسی فضا قائم کی جائے جس میں اچھا اور زیادہ کام کرنے کی تحریک پیدا ہو۔

ان تفصیلات کو بیان کرنے کا مقصد اس خواہش اور کوشش کا اظہار ہے کہ ہمیں ورثے میں جو درخشندہ پارلیمانی روایات ملی ہیں ان کو درخشندہ تر بنایا جائے۔ یہ ملک جمہوری عمل کے نتیجے میں معرض وجود میں آیا۔ اس کی بقا اور استحکام صحیح اور صحت مند جمہوری نظام میں مضمر ہے۔ ہم نے اپنی سی کوشش کی ہے کہ یہ روایات زیادہ سے زیادہ اجاگر ہوں۔

مہمانان گرامی! میں یہاں شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ جناب محترم چیئرمین وڈپٹی چیئرمین سینٹ کا، عالی قدر گورنر صاحبان کا، عالی جناب وزیر اعظم آزاد جموں کشمیر کا، وزرائے اعلیٰ صاحبان کا، محترم المقام جناب داتو محمد ظاہر بن حاجی اسماعیل، سپیکر پارلیمنٹ آف ملائیشیا کا، محترم المقام جناب اے جے داپی، سپیکر لیجسلیٹو اسمبلی ماریشس کا، محترم المقام جناب حجۃ الاسلام مہدی پروری، ڈپٹی سپیکر مجلس ایران کا، محترم المقام جناب عبدالحلیم ارس، ڈپٹی سپیکر گرینڈ نیشنل اسمبلی ترکی کا، محترم المقام جناب رائٹ آنریبل سر اقتدار کرت، ڈپٹی سپیکر ہاؤس آف کامنز یونائیٹڈ کنگڈم کا، قابل احترام سپیکر وڈپٹی سپیکر صاحبان کا، جناب وزراء صاحبان کا، جناب قائد حزب اختلاف کا، معزز ارکان گرینڈ نیشنل اسمبلی ترکی کا، معزز ارکان مجلس ایران کا اور معزز ارکان سینٹ، قومی و صوبائی اسمبلی کا اور اس کے ساتھ معزز خواتین و حضرات! میں امید کرتا ہوں کہ لاہور میں آپ کا قیام خوش گوار ہو گا۔

پاکستان پائندہ باد!

میاں محمد افضل حیات

دعوت خطاب

مہمانان ذی وقار! حزب اختلاف کے بغیر جمہوریت کا تصور ممکن نہیں۔ پاکستان میں جمہوری عمل کی بات ہوگی تو حزب اختلاف کا تذکرہ بھی ہو گا۔ پنجاب اسمبلی میں قائد حزب اختلاف میاں محمد افضل حیات نے حزب اختلاف کی روایات منفرد انداز میں برقرار رکھی ہیں۔ ان کی انفرادیت 'شرافت اور حوصلہ مندی ہے۔ قائد حزب اختلاف تشریف لائیں۔ میں انہیں دعوت کلام دیتا ہوں۔

سپیکر

پاکستان میں جمہوری عمل

میاں محمد افضل حیات
قائد حزب اختلاف صوبائی اسمبلی پنجاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے اور اپنے رفقاء کی طرف سے اس تاریخی تقریب میں جناب صدر پاکستان، اندرون ملک اور بیرون ملک سے تشریف لانے والے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

جناب سپیکر و معزز مہمانان گرامی! آج ہم پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی منا رہے ہیں۔ ہم مسرت محسوس کرتے ہیں اور رب جلیل کے شکر گزار ہیں کہ اسمبلی کے تاریخی مدوجزر کے باوجود یہ ادارہ ترقی کی منازل طے کرتا رہا اور جمہوری حقوق کے لئے لڑتا رہا۔ ماضی پر اگر ہم نظر ڈالیں تو انڈین کونسل ایکٹ ۱۸۶۱ کے تحت ۱۸۹۷ء میں ایک قانون ساز کونسل معرض وجود میں آئی اور پھر ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے تحت ۱۹۳۷ء میں پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی اس عمارت میں مصروف عمل ہوئی۔ موجودہ ۵۰ سالہ تقریبات منانے سے اس جمہوری ادارے کو استحکام ملا ہے اور عوام میں اس کی افادیت اجاگر کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس موقع پر تنقیدی جائزہ لینے سے مستقبل میں اسے اور زیادہ فعال بنانے میں مدد ملے گی۔

قومی اہمیت کا جو عنوان ہے وہ ہے جمہوریت اور جمہوری عمل۔ جمہوریت ایک ایسی طرز حکومت ہے جس کے مکمل حصول کے لئے مختلف مراحل سے گذرنا پڑتا ہے اور کسی مرحلہ پر بھی خوب سے خوب تر کی تلاش ختم نہیں ہوتی۔ پسماندہ ممالک میں یہ سفر فرسودہ روایات اور غیر مستحکم اداروں کی وجہ سے اور بھی دشوار ہو جاتا ہے کیونکہ اس سفر میں کئی مرتبہ ایسے حادثات سے دوچار ہونا پڑتا ہے کہ سارا عمل از سر نو شروع کرنا پڑتا ہے۔ پاکستان میں جمہوری عمل کی تاریخ پر اگر ایک نظر ڈالیں تو ہمیں جمہوریت کے ارتقاء کے کئی مرحلے نظر آتے ہیں لیکن اسے مکمل طور پر جمہوری ادارے کی شکل دینے کی گنجائش ابھی باقی ہے۔

جناب سپیکر! ہم ابھی تک بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناحؒ کے تصورات کے مطابق ملک کو ایک مکمل جمہوری ریاست بنانے کے مقاصد سے دور ہیں۔ ہماری پوری کوشش ہے کہ ہم اس تصور کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔

صوبہ پنجاب جمہوریت اور آزادی کی جدوجہد میں ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ یہ بات اس حقیقت سے ظاہر ہے کہ ۱۹۲۹ء اور ۱۹۴۰ء میں حصول آزادی کے لئے جو قرار دادیں عوامی سطح پر منظور کی گئیں وہ لاہور ہی میں پیش ہوئیں جس کی وجہ سے جمہوری اقدار کو فروغ دینے میں پنجاب کے کردار کو نہ صرف تقویت پہنچی بلکہ جمہوری اداروں کی آزادی اور جمہوریت کو فروغ حاصل ہوا۔

یہاں میں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان آئینی اور جمہوری جدوجہد کی بنا پر معرض وجود میں آیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناحؒ دنیا کے دوسرے معروف سیاستدانوں میں ممتاز نظر آتے ہیں۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے ساتھ ہی اسلامی نظام اور طرز حکومت کا مطالبہ ہوتا رہا ہے۔ اس سلسلے میں میرا یہ پختہ یقین ہے کہ اسلامی طرز حکومت بھی مکمل جمہوریت کے بغیر ناممکن ہے۔ ہم اسلامی جمہوری حکومت کے خواہاں ہیں اور رجعت پسندی کے خلاف ہیں۔

ہم سب اس بات سے اتفاق کریں گے کہ بنی نوع انسان ترقی کی طرف گامزن رہتا ہے۔ جمہوری اداروں کی موجودگی میں یہ سفر پرامن رہا اور ان کی غیر موجودگی میں فسطائیت کا مقابلہ کرنے کیلئے مجبوراً پرامن راہوں کو چھوڑ کر انقلاب کی صورت اختیار کی، جیسا کہ انقلاب فرانس، انقلاب روس اور عظیم اسلامی انقلاب ایران سے نظر آتا ہے۔

آیئے ہم ان اداروں کا جائزہ لیں جو جمہوریت کا ستون ہیں۔ پہلے قانون ساز ادارے کو ہم غور سے دیکھیں تو ہم محسوس کریں گے کہ اس ادارے کی کارکردگی مزید بہتر بنائی جا سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ قانون ساز اداروں کا بنیادی مقصد قانون سازی، احتساب اور شہری حقوق کی حفاظت ہے۔ جہاں تک قانون سازی کا تعلق ہے اس میں ماضی کے قوانین کو حال کی ضروریات کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے اور اس میں رائے عامہ کو ہر مرحلے پر شامل کرنا ضروری ہے۔ احتساب کے سلسلے میں ہمیں قانون ساز اداروں کی مجالس قائمہ کو زیادہ موثر اور فعال بنانا ہو گا۔ کیونکہ ان کے ذریعے متعلقہ محکموں اور اداروں کا احتساب ضروری ہے تمام عوامی نمائندگان کا فرض ہے کہ وہ تمام شہریوں کی شہری آزادی کا نہ صرف تحفظ کریں بلکہ ان کے تمام مسائل کو احسن طریقے سے حل کریں۔

اب دوسرے نمبر پر عدلیہ آتی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ماضی قریب میں اس ادارے کو کس بحران سے گذرنا پڑا۔ یہ بات واضح ہے کہ خود مختار اور مضبوط عدلیہ کے بغیر جمہوریت کا تصور ممکن نہیں کیونکہ جہاں عدلیہ کی اور ذمہ داریاں ہیں وہاں ان کی ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ مقننہ کے بنائے ہوئے قوانین کی تشریح کرے۔

اس کے بعد اہم نکتہ منظم محنت کی اقدار اور آزاد پریس کا ہے۔ ان شعبوں میں ہم نے دیکھا ہے کہ مزدور برادری منظم نہیں اور ان میں تقسیم اور انتشار پایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ معمول کے مطابق اپنا کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ ایک اور اہم عنصر دیہی محنت کشوں کا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی طاقت ہے جو غیر منظم ہے اور اس لئے بہت سی سطحوں پر استحصال کا شکار ہے۔

صحافت اور جمہوریت لازم و ملزوم ہیں۔ اگر مکمل آزادی صحافت ہوگی تو جمہوریت کو فروغ حاصل ہوگا اور اس کے ساتھ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ صحافت پر کسی بھی قسم کی پابندی جمہوریت کو نقصان پہنچاتی ہے۔

جناب والا! موجودہ حالات پر مختصر طور پر اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہوئے اگر یہاں پر متفقہ طور پر منظور شدہ ۱۹۷۳ء کے آئین کا ذکر نہ کروں تو میں اپنے فرائض سے کوتاہی کروں گا۔ اس مقدس دستاویز میں متعدد ترامیم کی وجہ سے نئے آئین کی تدوین کا مطالبہ زور پکڑتا جا رہا ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ اگر اس آئین کو اس کی اصل صورت میں بحال نہ کیا گیا تو ہمیں ایک نئے آئینی بحران کا سامنا کرنا پڑے گا جس کے ہم متحمل نہیں ہو سکتے۔

جناب سپیکر! جمہوریت میں سیاسی جماعتوں کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ سیاسی جماعتیں کسی منشور اور پروگرام کے مطابق کام کرتی ہیں اور

چھوٹے چھوٹے یونٹ منظم کرتی ہیں جو کسی ملک میں جمہوری اداروں اور وفاقی اکائیوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں مدد دیتی ہیں ان اداروں کے بغیر جمہوریت ایک اپاہج کی طرح ہے جو حالات کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! جمہوری طرز حکومت میں حزب اختلاف کا کردار تنقیدی اور تعمیری ہوتا ہے اور پارلیمانی روایات کے مطابق حزب اختلاف کے ساتھ بھی کسی قسم کا امتیازی سلوک نہیں رکھا جاتا جبکہ آمریت کے دور میں حزب اختلاف کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ یہاں میں پنجاب اسمبلی میں حزب اختلاف کے کردار پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ حزب اختلاف نے ہمیشہ عوام کی بہتری کیلئے تعمیری اور مثبت نقطہ نظر اسمبلی میں پیش کیا ہے جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اختلاف رائے جمہوریت کا ایک لازمی جزو ہوتا ہے "اس لئے ایوان میں اختلاف رائے پر خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے۔ ہم اسمبلی میں لوگوں کی شہری آزادیوں کے امین ہیں کیونکہ اسی لئے ہمیں منتخب کیا گیا ہے اور یہ ہمارا فرض ہے کہ اگر کوئی غیر جمہوری قدم اٹھایا جائے تو ہم اس کی مخالفت کیلئے آگے آئیں اور جمہوری اقدار کے تحفظ کے لئے تمام وسائل بروئے کار لائیں۔ اگرچہ ہم پنجاب اسمبلی میں ایک چھوٹی سی اقلیت ہیں "ہم تمام تر رہنمائی اسلام سے اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے حاصل کرتے ہیں اور یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ ہم نے حق داروں کے لئے اسمبلی میں آواز اٹھائی۔ ہم ہمائے قوم کے مقاصد حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں اور ہم یہ کوشش جاری رکھیں گے۔ ہم نے ہمیشہ جمہوریت اور آزادی کی حفاظت کی اور عوامی امنگوں کے منافی قوانین کی تنسیخ کا مطالبہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہم نے نہ صرف پنجاب بلکہ پوری بنی نوع انسان کی عظمت کو قائم رکھنے کی اور ان کے حقوق کی جدوجہد کی تعریف اور حمایت کی ہے۔

جیسا کہ ایک دانشور کے الفاظ ان حقوق کو واضح کرتے ہیں کہ '
رہنے کا حق "آزادانہ نقل و حرکت کا حق "قطع زمین پر حق اور اس کے استعمال کا حق "محنت کرنے کا حق "انصاف حاصل کرنے کا حق "منظم طور پر زندگی گزارنے کا حق "تعلیم حاصل کرنے کا حق '

جناب سپیکر! آپ نے اس معزز ایوان میں جس طرح مسلمہ پارلیمانی روایات کی پاسداری کی ہے اس سے ہمیں اپنے فرائض کی انجام دہی میں بہت مدد ملی ہے۔ جس کے لئے ہم آپ کے بہت ممنون ہیں۔ اور آخر میں میں امید اور دعا کرتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی مستقبل میں بھی پنجاب کے عوام کی امنگوں اور خواہشات پر پورا اترتی رہے گی۔ آمین !

پاکستان زندہ باد!

اسمبلی ہال کے مطرلی باکس میں ممتاز شخصیات تشریف فرماہیں۔ دائیں سے بائیں۔

۱۔ سردار محمد ایوب خان "سپیکر آزاد جموں و کشمیر اسمبلی۔
۲۔ ملک محمد سرور خان کاکڑ "سپیکر بلوچستان اسمبلی۔
۳۔ راجہ امان اللہ خان "سپیکر سرحد اسمبلی۔
۴۔ سید مظفر حسین شاہ "سپیکر سندھ اسمبلی۔

اسمبلی ہال کے مشرقی باکس میں غیر ملکی مندوبین تشریف فرما ہیں' دائیں سے بائیں۔ (۱) اسپیکر ایوان نمائندگان ملائشیا' (۲) اسپیکر ماریشس اسمبلی' (۳) ماریشس سفیر برائے پاکستان' (۴) ڈپٹی اسپیکر مجلس ایران۔

اسمبلی ہال کے مشرقی باکس میں غیر ملکی مندوبین تشریف فرما ہیں۔ پہلی قطار۔ (دائیں سے بائیں) (۱) ڈپٹی اسپیکر گرینڈ نیشنل اسمبلی ترکی' (۲) ڈپٹی اسپیکر ہاؤس آف کامنز برطانیہ' (۳) ان کی اہلیہ۔ دوسری قطار۔ ڈاکٹر محبوب الحق' وفاقی وزیر منصوبہ بندی و ترقیات' میاں محمد زمان' وفاقی وزیر مملکت۔

جناب محمد نواز شریف

دعوت خطاب

حاضرین محترم! پنجاب اسمبلی کے قائد ایوان محترم میاں محمد نواز شریف کا شعار انسان دوستی، خلوص مقصد اور جوش عمل ہے۔ تحمل، برداشت اور ٹھہراؤ ان کے کردار کا حصہ بھی ہیں اور گفتار کا بھی۔ موضوع وہی ہے۔ "پاکستان میں جمہوری عمل"۔ دعوت خطاب ہے، قائد ایوان جناب محمد نواز شریف صاحب سے۔

سپیکر

پاکستان میں جمہوری عمل

محمد نواز شریف
وزیرِ اعلیٰ پنجاب

بسم اللہ الرحمان الرحیم

عالی مرتبت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان، محترم جناب مخدوم محمد سجاد حسین قریشی صاحب گورنر پنجاب، محترم جناب میاں منظور احمد وٹو صاحب سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب، معزز مہمانانِ گرامی و معزز اراکین پنجاب اسمبلی السلام علیکم!

میرے لئے یہ امر از حد مسرت اور طمانیت کا باعث ہے کہ میں پنجاب اسمبلی گولڈن جوبلی کے خصوصی اجلاس میں اپنی گذارشات پیش کروں۔ یہ نادر تقریب یقیناً ہماری سیاسی زندگی کا ایک اہم سنگ میل ہے۔ جناب سپیکر! اس یادگار اجلاس کے لئے میں آپ کو بھرپور خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ لاہور کا خوبصورت اور تاریخی شہر پنجاب کا دل ہے۔ اس شہر میں اندرون اور بیرون ملک سے تشریف لانے والے معزز مہمانوں کو میں اپنی طرف سے، تمام اراکین پنجاب اسمبلی کی طرف سے اور اہل پنجاب کی طرف سے دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ میں صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو بھی یہاں تشریف آوری پر خوش آمدید کہتا ہوں۔

جناب صدر! آپ نے پاکستان میں جمہوری عمل کی بحالی اور اس کے صبر آزما لمحات میں جس بصیرت بردباری اور دور اندیشی سے اپنا کردار ادا کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ جس طرح آپ نے ملک میں منصفانہ انتخابات کروا کے منتخب حکومت کو اقتدار منتقل کیا اس کی مثال تاریخ عالم میں کم ہی ملتی ہے۔ جمہوریت کے فروغ کیلئے آپ کے روشن کردار کو تاریخ میں ہمیشہ سنہرے الفاظ میں لکھا جائے گا۔

آج جبکہ پنجاب اسمبلی کا یہ ہال جمہوریت کے پاسداروں سے مہک رہا ہے مجھے جمہوری عمل کے موضوع پر بات کرنا انتہائی مشکل بھی محسوس ہو رہا ہے اور آسان بھی۔ مشکل اس لئے کہ آج یہاں ایسے معتبر اور محترم حضرات تشریف فرما ہیں جنہوں نے ایک طویل عرصہ جمہوریت کی پرخار وادی میں گذارا ہے۔ ان کے سامنے بات کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے اور آسان اس لئے کہ وہ نہ صرف میری بات کی تہ تک پہنچ جائیں گے بلکہ اس کی روح کو بھی محسوس کر لیں گے۔

انسانی تہذیب کا سفر غار سے فضا اور فضا سے خلا تک پہنچ گیا ہے۔ اس مسافت نے انسانی زندگی کو پے در پے کئی انقلابات سے دوچار کیا ہے۔ انسانی زندگی کے ہر گوشے نے نئی کروٹ لے کر ہم پر یہ حقیقت آشکار کر دی ہے کہ جہان میں ثبات صرف تغیر کو ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ

"Nobody can step into the same river twice"

چنانچہ جمہوری عمل سے وابستہ حضرات کے لئے یہ بات ناگزیر ہو جاتی ہے کہ وہ نہ صرف معاشرے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا شعور رکھتے ہوں بلکہ ان کے ہاتھ قوم کی نبض پر اس طرح ہوں کہ وہ ایک ماہر نباض کی طرح ہر مرض کے لئے دوا تجویز کر سکیں تاکہ جب بھی قوموں کا حسن ماند پڑنے لگے وہ اسے فوری طور پر سنبھالا دے سکیں۔

تبدیلی کے اس فطری تقاضے اور اس سے پیدا ہونے والی صورتحال سے پاکستان بھی دوچار ہے۔ پاکستان کے جمہوری عمل میں ایسے حادثے بھی ہیں جنہوں نے اسے گہنا دیا ہے اور اس میں ایسی ایمان افروز گھڑیاں بھی ہیں جنہوں نے اسے فرحت اور تازگی بخشی ہے۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کیونکہ یہ اجتماع جن صاحبان فہم و فراست پر مشتمل ہے وہ اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ میں صرف یہی کہنے پر اکتفا کروں گا کہ پاکستان خود ایک نظریے اور جمہوری عمل کی پیداوار ہے۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ پاکستان میں جمہوری عمل اضطراب کا شکار رہا ہے۔ ایسا کیوں ہے اور اس کا حل کیا ہے؟ میری نظر میں ان دو سوالوں کا جواب مجھے بغیر پاکستان کے جمہوری عمل کی بنیادی اساس سے آگاہ ہونا ممکن ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہر قوم کی اپنی امنگیں اور خواب ہوتے ہیں "ایک آئیڈیل ہوتا ہے" پاکستان کے عوام کا آئیڈیل آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کا دور حکومت ہے۔ اگرچہ میں نے شروع میں تبدیلی کے عمل کا ذکر کیا تھا لیکن چند حقیقتیں ابدی اور مستقل ہوتی ہیں جیسے کہ سورج کا مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہونا۔ اسی طرح پاکستان میں ہزار نظریات بدلیں لاکھ تبدیلیاں آئیں لیکن پاکستان کے عوام کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے دور کا کامل ترین ہونا بھی ایک ابدی حقیقت کا درجہ رکھتی ہے چنانچہ جب وہ آج کے نظام حکومت، آج کے حکمران، آج کے مبلغ، آج کی انتظامیہ و عدلیہ کا اس دور سے موازنہ کرتے ہیں تو ایسے ہر موازنہ سے دور حاضر کیلئے پریشانی ہی جنم لیتی ہے۔

یہاں یہ اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر عوام کی یہی توقعات ہیں تو کیا مایوسی ان کا مقدر بن چکی ہے؟ میں محسوس کرتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ پاکستان کے عوام یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسلام کے اس سنہرے دور تک پہنچنا تو در کنار کوئی اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پاکستان کے باشعور عوام صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہر حکومت اسلام کے اس سنہری دور کو مرکز اور محور بنا کر اس نظام کی برکات کے حصول کیلئے مخلصانہ کوشش بروئے کار لائے۔

اب یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ مخلصانہ کوشش کیا ہے اور اس کی بنیادیں کیا ہیں اس کیلئے اگر مجھے صرف دو لفظ منتخب کرنے ہوں تو میں کہوں گا کہ ہمیں ایک ایسا نظام وضع کرنا چاہئے جس سے ہم عدل و احسان روا رکھ سکیں اور منافقت کو ختم کر سکیں۔ وہ عدل و احسان جس کی تاریخ اسلام میں موجود ہزاروں مثالوں سے آج بھی کائنات کا گوشہ گوشہ منور ہے۔

بیسویں صدی کے پاکستان میں بلاشبہ عدل و احسان کی راہ پر چلنے میں رکاوٹیں موجود ہیں لیکن اگر ہم ان پر فلسفیانہ نظر ڈالیں تو یہ صورتحال ہمارے لئے ایک چیلنج ہے کیونکہ مشہور مغربی مفکر Arnold Toynbee کے نظریہ کے مطابق کسی قوم کو چیلنج درپیش نہ ہو تو اس کی صلاحیتیں مردہ ہو جاتی ہیں۔ الحمد اللہ کہ ہمارے معاشرے کو چیلنج درپیش ہیں۔ لہٰذا ہمارے لئے یہ نادر موقع ہے کہ ہم اس چیلنج کا مردانہ وار مقابلہ کر کے اپنی قوم کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کریں۔ اس چیلنج کا سامنا کرنے کے لئے ہمارے پاس قرآن اور اسوۂ رسولؐ ہیں ابن خلدون جیسے سینکڑوں اکابرین کی تحریریں، قائداعظمؒ کے شفاف اصول اور علامہ اقبالؒ کی خودی کی قوت موجود ہے۔ یہی وہ بنیادیں ہیں جن پر ہم مخلصانہ کوشش کی عمارت تعمیر کر سکتے ہیں۔ نصف صدی قبل بھی ہمیں ایک چیلنج درپیش تھا جسے ہم نے قبول کیا اور تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ کر پاکستان حاصل کیا۔

اگر مجھ سے کوئی جمہوریت کا مطلب پوچھے تو میں یہ کہوں گا کہ میری نظر میں جمہوریت کا مطلب وہ ہے جو قوم میں discipline پیدا کر کے national character کو چار چاند لگا دے ' جو قوم کو دیانتدار اور فرض شناس بنا دے اور اسے حب الوطنی کے جذبے سے مالامال کر دے ' جو جمہوریت یہ اوصاف مہیا نہیں کر سکتی میں ایسی جمہوریت پر یقین نہیں رکھتا۔ مجھے نفرت ہے اس جمہوریت سے جو ووٹ حاصل کرنے کی لالچ میں اپنے نصب العین اور اصولوں سے ہٹ جانے پر مجبور کر دے۔ میں اس جمہوریت کا قائل نہیں جس کی بنیادیں مفاد پرستی اور منافقت پر قائم ہوں اور اقتدار کے حصول کے لئے قوم کو فریب اور دھوکہ کے جال میں پھنسایا جائے۔ میں ایسی جمہوریت پر یقین رکھتا ہوں جو بھائی چارے 'اخوت اور انصاف کو فروغ دے ' جو معاشرتی ناہمواری کو ختم کرے ' جو ہر شہری کو شرافت اور عزم و ہمت کا ایک خوبصورت پیکر بنا دے ' میں اس جمہوریت کا داعی ہوں جو رنگ و نسل اور سماجی اونچ نیچ کو ختم کر کے معاشرے کو ایسا بنا دے کہ ۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اللہ کے فضل و کرم سے ہم پاکستان میں جمہوریت کو اس نہج پر لانا چاہتے جب ہر شخص کی عزت نفس محفوظ ہو گی۔ جب انصاف کے دریچے کھلے ہوں گے اور ظالم کو اپنے لئے ہر در بند ملے گا۔

میں آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں اس قسم کے جمہوری عمل کو فروغ دینے اسے قباحتوں سے بچانے 'اسے عوام کے خوابوں میں بسنے والے آئیڈیل کے قریب تر لانے کا ایک اور ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم اس چیلنج کو قبول کریں اور وہ مخلصانہ کوشش کر ڈالیں جو لا تخف اور لا تقنطو سے لیس ہو ورنہ ہم جانتے ہیں کہ "اللہ تعالی کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنی حالت کو نہیں بدلتی" ہمارا نصب العین اس عزم سے مزین ہو کہ

- کاوش ہماری ہو 'ثمر اہل وطن کا ہو۔
- حیات ہماری ہو 'آب حیات قوم کا ہو۔
- آنکھیں ہماری ہوں خواب قوم کا ہو۔
- جان ہماری ہو 'کام وطن کے آئے۔

پاکستان پائندہ باد

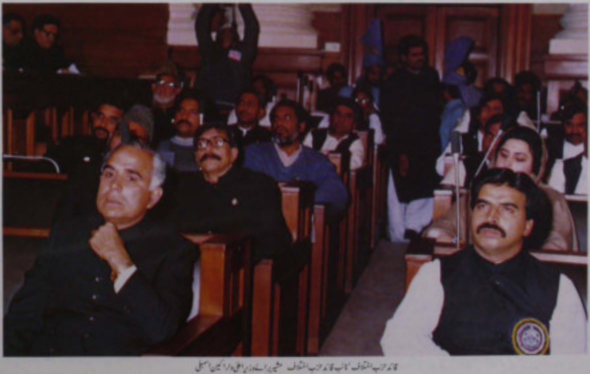

قائد حزب اختلاف 'نائب قائد حزب اختلاف مشیر رائے وزیر اعلیٰ و اراکین اسمبلی

جناب کے ایچ خورشید معزز مہمانان گیلری میں تشریف فرما ہیں۔

سابق اراکین پنجاب اسمبلی مہمانان گیلری میں تشریف فرما ہے ہیں

جناب تن سری داتو محمد ظاہر "سپیکر ایوان نمائندگان" پارلیمنٹ آف ملائشیا"

INVITATION TO ADDRESS

Now, Ladies and Gentlemen: It is my pleasure and our good fortune that present amongst us is His Excellency Tan Sri Dato Muhammad Zahir, Speaker, House of Representatives, Parliament of Malaysia. His Excellency Muhammad Zahir received his early education at the Sultan Abdul Hameed College, after which he undertook his higher studies in London. In 1955, His Excellency Muhammad Zahir was called to the Bar from Lincoln's Inn, London. He practised law for sometime in 1959. After having been elected as Member of the Kadah State Legislative Assembly he became the Chief Minister of Kadah. He remained Senator for sometime, later resigned as Senator and was elected as a Member of Parliament in 1964. He was appointed as a Judge of the High Court in 1975. Since 14th June, 1982 Sri Dato Muhammad Zahir is the Hon'ble Speaker, House of Representatives, Parliament of Malaysia. It would not be out of place to mention here that he is a Member of the Standing Committee of the Commonwealth Speakers' Conference. It is my proud privilege now to request His Excellency Tan Sri Dato Muhammad Zahir to address the House.

His Excellency Sri Dato Muhammad Zahir.

SPEAKER

Parliamentary Practices and Traditions

TAN SRI DATO MUHAMMAD ZAHIR

SPEAKER, HOUSE OF REPRESENTATIVES, PARLIAMENT OF MALAYSIA

The honourable, the Speaker, His Excellency the President of the Islamic Republic of Pakistan, His Excellency the Governor of Punjab, His Excellency the Chief Minister of Punjab, Excellencies, Honourable Members of the State Assemblies, ladies and gentlemen.

Let me begin my address with my heartiest congratulations to the Punjab Assembly on their Golden Jubilee. The Assembly has played its role in law-making for the Province and it is the hall-mark of the democratic institution which is vital for the present day system of government. I pray to God Almighty that the Assembly may continue to gather strength and success for the future, for the benefit of the people whom they represent.

I take this opportunity to thank the Government of Punjab, the Assembly of Punjab, and the Speaker for having invited me and for giving me the opportunity to see your beautiful country. I also have the honour to bring the greetings from the Parliamentarians of Malaysia. They have got the best wishes for you all.

Ladies and gentlemen, I was invited when I was in Malaysia to prepare a speech to be delivered to you on the Parliamentary Practices and Traditions and I have submitted a copy of my address, which will come up to about thirteen pages. Mr. Speaker I am at your direction and if I were to read my speech then it would take too long of your precious time. I may perhaps encroach the time of my colleagues who also have been requested to deliver a similar speech.

MR. SPEAKER: Please read it.

MR. TAN SRI DATO MUHAMMAD ZAHIR: Thank you very much, Mr. Speaker.

Hon'ble Members, there are certain parliamentary practices in any Parliament which are embodied in a set of rules which are called "Standing Orders". Some are not codified but left "hanging around" in the House precincts in the form of precedents and rulings. Some are in the form of resolutions agreed upon by the legislators to regulate their proceedings in the House, whilst a few are in the form of Acts of Parliament enacted for the same purpose. Whatever form they take, they are the procedures evolved and promulgated by legislators and Speakers from time to time by which they bind themselves to abide in the conduct of proceedings in the House.

The Standing Orders

These are practices drawn up by the legislators which are set down in a handbook called the "Standing Orders". In this handbook, the legislators spell out various procedures on how to introduce new laws, amend old ones or abolish any of them, to sanction the nation's expenditure and to some extent to enforce judicial powers.

The authority to introduce such Standing Orders is to be found in the constitution of the country or in some cases by age-old practices called tradition. These Standing Orders have the force of law of the land. They not only set down the procedure for the conduct of the meetings but also lay down punitive laws, whereby those who commit an offence against the Parliament, such as contempt, are punishable in the same manner as by a court of law.

The Standing Orders provide wide discretionary powers for the Speaker to do certain acts in the House as well as outside the House. He has power to deal in matters that require instant disposal. He sits on the Committee of Privileges as its Chairman to hear complaints against those who commit acts of contempt against the House and to punish them by sending them to prison or imposing a fine. The decision of the Committee is final; there is no further right of appeal. But the Committee can review its own decisions. Thus the House is the highest court in the land.

In the case of the English Parliament, the House of Lords possesses a general judicature as a court of final appeal from other courts of justice.

The Standing Orders also provide the manner whereby a parliamentary session is called, how a meeting is conducted; time and place of such meeting; the election of the Speaker; time required for notices; rules of debate; appointment of select and standing committees; quorum and order of business; how bills are introduced and processed to be the law of the country; how motions are moved; conduct and behaviour of members while the meeting is in progress; privilege accorded to members and a host of other things which extensively

cover all aspects befitting that highest institution in the land.

These Standing Orders are modelled, in the case of a country electing to be a parliamentary democracy, on the Standing Orders of a Western democracy, or in most cases, on the Standing Orders of the Parliament of the former colonial master. But in certain cases leaders of the country after referring to as many Standing Orders as they can lay their hands on, draw up Standing Orders in the manner they think most suitable for their own Parliament. In the course of time as the legislators acquire experience in the working of their own Standing Orders, amendments are made to these practices in order to suit any special requirement of the country or to suit the changing condition or time.

It is to be expected that when the Standing Orders are first drawn up, the makers want them to be as comprehensive as possible so as to cover every requirement. Their aim is to prevent any abuse in the working of the rules. But experience may have taught them that it is not advisable to be too rigid as to make the rules a hindrance rather than a help.

Practices not in the Standing Orders

There are some practices that are not embodied in the Standing Orders. Those practices are drawn up by the House to suit a particular purpose, that is on an *ad hoc* basis. They are not penal in nature. They may require variations or alterations from time to time. For these reasons, it is not desirable to incorporate them into the Standing Orders. These practices are called precedents which are being followed by every Speaker and the person who occupies the Chair. Erskine May's Parliamentary Practice, 20th Edition at page 210 has this to say:

> "Practice is that part of procedure which developed spontaneously in the course of business of each House. The authority for many of old-established forms and rules of practice is unrecorded. Some of them were no doubt invented in Parliament itself, but others have been traced to analogies in the medieval courts of law and in the councils of the Church."

Manuals and textbooks on the practices of the English Parliament were published in the sixteenth, seventeenth and eighteenth centuries. They are mostly declaratory in form. The readings of bills and the use of select committees are examples of the ancient usage and some of these old usages have been incorporated into the Standing Orders. Those which are not, become supplements to the Standing Orders.

These practices are obviously traditions handed from time to time and can only be found in Parliaments having a long history back in the past. But for newly formed democracies, the practice is, in order to set down a specific procedure to be followed for any particular case, a motion is moved for the provision of such rules. The motion is debated and if agreed upon, the rules will be adopted. Sometimes these rules are evolved in a standing committee, for instance rules to regulate the proceedings in that very committee. The rules thus made in the committee will be reported to the House and adopted. They are not written into the Standing Orders but nonetheless have to be followed in the same manner as the Standing Orders.

This method is followed in Malaysia where the Privilege Committee sat to hear a case against a member alleged to have lied in the House. There was no previous procedure on how to conduct the proceedings for contempt. The Committee drew up such rules which were subsequently accepted by the House. Now these rules have become a precedent which is quite separate from the Standing Orders.

There are certain precedents that grow to be very strong and, therefore, difficult to uproot without causing an uproar. For instance, the elaborate steps taken in which a Monarch addresses the House in the case of constitutional monarchy or a presidential address in the case of a republic; the attire worn by the Speaker, Ministers and other members during the official opening of the Parliament; the respect shown to the House by having to bow to the Chair on entering or leaving; the solemn ceremony in which the mace of the House is carried in and out of the House. These practices have taken such a strong root in the conduct of Parliament that no one will ever think of doing away with any of them without a really solid good reason – even by a die-hard socialist.

In England certain precedents had been deployed for some strange purpose. For instance, in 1625, when there was a struggle for power between the English Monarch and the House of Commons, precedents were relied upon by the Parliament in order to assert authority over the King. When King Charles imprisoned Earl of Arundel to the Tower, the displeased Lords resolved to take the matter into consideration and at the same time to "give no just offence to His Majesty, and yet to preserve the privilege of the Parliament". A Lords' Subcommittee was appointed to search for precedents concerning the commitment of a peer.

They found such precedent which reads as follows:

> "That the Privilege of this House is, that no Lord of Parliament, sitting in the Parliament, or within the usual times of Privilege of Parliament, is to be imprisoned or restrained, without sentence or order of the House, unless it be for treason or felony or for refusing to give surety for peace."

In the English Parliament practices that date back hundreds of years ago are still steadfastly respected. Black Rod comes to summon members of the House of Commons to attend the Lords Commissioners. When the Speaker, having been confirmed in his office, will demand 'all their ancient and undoubted rights and privileges, especially to freedom of speech in debate, to freedom from arrest, and to free access to Her Majesty whenever occasion shall require, and that the most favourable construction shall be put upon all their proceedings'. These are ancient practices, to mention a few, that are not normally found in the Standing Orders of either House. They are fastidiously followed for ages, and they have since become an inherent part of the procedure of the English Parliament.

The importance of these traditions is considerable. They are respected by every member of the House and every citizen alike without question. They instil respect for the House. Respect for the Parliament is of utmost importance, since without such respect the House will not be worthy of its function and obligation.

New Parliaments may not have old traditions. Whatever practices they may have are comparatively new. These practices are not ancient enough to gain the revered status of tradition. Perhaps they may be more appropriately left to be called "practices" or "precedents" until such time when they become ancient.

Rulings from the Chair

They are another set of practices not embodied in the Standing Orders. For instance, rulings on the language used in Parliament whether unparliamentary or not. Conduct that may or may not amount to contempt. Interpretation of any word or phrase in the Standing Orders. These rulings are left to the discretion of the Speaker who is bound to interpret them judicially. These rulings form part of the practice in any Parliament. Any member being dissatisfied with any such ruling may appeal to the whole House by way of motion, and the House has the power, after the customary vote having been taken, to set aside or vary the ruling of the Speaker. Of course, this rarely happens.

There are also acts of a member or any person in the course of the meeting or within the precinct of the House of Parliament who commits an act that may amount to contempt of the House. A member may make an indecent gesticulation to another in the House, and as to whether such gesticulation amounts to contempt or not is at the discretion of the Speaker. If there is a fighting in the lobby of the House, it is within the discretion of the Speaker whether to punish the member concerned by bringing him before the Privilege Committee or let him off with a stern warning. The Speaker's decision in all these matters are rulings, some of which may not form a precedent. But the language used in a particular context or the gesticulation made in a particular manner may be a precedent and no one should repeat that word or perform that act.

The reason why these rulings are not spelt out in the Standing Orders, as far as the language is concerned, is the difficulty, if not impossibility, to be exact or precise in the use of words. The word "traitor" for instance can be both unparliamentary as well as parliamentary. If a member calls another a 'traitor' this is unparliamentary. But if he calls tax dodgers 'traitors', this will be acceptable. A member cannot without concrete evidence call another a 'liar', but if he says a member makes two conflicting statements which proved to be so, then he may say that that member lies over one of the statements.

Further, words that may be acceptable in one country may be unacceptable in another. For instance, the word 'Communist' is certainly welcome in Russia or any country in Eastern Europe, but is unparliamentary in a country where the Communist party is outlawed. In some countries where a particular religious faith is strong, there would be trouble if a member calls another who belongs to that faith a non-believer. But it is all right if that person is indeed a non-believer.

It is the same with acts as to which will amount to contempt. Acts of indecency, rowdy behaviour, assault and libels are some examples of acts that may amount to contempt of the House. It is for the Speaker to first decide whether any of the acts complained of is *prima facie* contemptuous or not. If it is, then he decides whether to bring the matter to the Privilege Committee or to deal with the matter summarily by asking for an apology from the defaulter. It is not that simple to describe an act that may or may not amount to contempt. Any person who wishes to try his hand at this complicated task will have to refer to those acts with all the variations, pulling of the face or sticking out the tongue, or words accompanying that may add salt to the injury.

Further, in certain circumstances the same act may not amount to contempt. For instance if a member puts his thumbs into his ears and gesticulates and at the same time puts out his tongue in the direction of another who belongs to the same political party during a light moment, this may not amount to contempt. But he courts trouble if he tries this same act to another member belonging to a different party during an acrimonious debate.

These are examples to show the difficulty, if not the impossibility, to codify unparliamentary words and acts amounting to contempt in the Standing Orders. No country has ever attempted to do this. So the task is left to the discretion of the Speaker with the members hoping that in the person of the Speaker they would have a person having all the virtues of a saint.

Statutory Modification of Procedure

This is the part of procedure which derives its authority from statutes. The number of such laws is comparatively small and can be found only in Parliaments with a long history. Any Parliament will be slow to enact a law to regulate the proceedings of the House, simply because it is much easier to operate by way of Standing Orders. An Act of Parliament has to be originated with a complicated bill rather than a simple motion in the case of Standing Orders. An Act is difficult to amend, and the House cannot suspend any provision of the Act during the proceedings of the House.

Standing Orders enable the House to suspend the operation of any of their provisions. For instance, the Standing Orders provide so many days to complete the debate on a second reading of a money bill. If for any unavoidable reason this cannot be done the House may decide to suspend the operation of that provision of the Standing Orders which stipulates the period of time.

In Great Britain, such Acts of Parliament that modify parliamentary procedure are few. They are Private Legislation Procedure (Scotland) Act 1936, the Statutory Orders (Special Order) Act, 1945 and 1965, the Statutory Instruments Act 1946 and Parliament Act 1911 and 1948.

It cannot be denied that parliamentary practices and traditions are important instruments in any parliamentary democracy. They act as bridges for members of Parliament to cross over to get certain things done on the other side. Of course at times things are done not in the manner desired or expected of honourable members of the House. The debates, at times, are accompanied by bickerings, exchange of abuses and names calling or even to the extent of having one or two honourable members being thrown out of the Chamber by the sergeant-at-arms. But the most important thing is, the goods get delivered.

Without these practices, a Parliament will become a useless and ineffective institution. In fact there may not be any Parliament at all and democracy will then be only a wishful thinking.

I am grateful to His Excellency Dato Muhammad Zahir for sharing with us all this evening his great wealth of experience in the field of parliamentary practices and traditions.

SPEAKER

وقفہ نماز

خواتین و حضرات! وقفہ نماز ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد ٹھیک ۷ بجے یہاں دوبارہ اجلاس شروع ہو گا۔

سپیکر

(وقفہ نماز مغرب کیلئے اجلاس کی کارروائی ملتوی ہو گئی)

معزز مہمانان گیلری میں تشریف فرما ہیں۔

معزز مہمانان گیلری میں تشریف فرما ہیں

جناب اے جے چترادھاری دھابے سپیکر ماریشس لیجسلیٹو اسمبلی

INVITATION TO ADDRESS

Now, I am happy to mention that Mauritius which gained its independence in 1968 and wherein there is a parliamentary form of Government, is represented in the current Golden Jubilee Celebrations by the Hon'ble Speaker of the Mauritius Legislative Assembly. Mr. Aujey Chitradhari Dhabey, aged only 32 is a young politician. He was educated at Royal College from Sir Pipe and was later called to the Bar from Grays Inn, London. He is the honourable Speaker since 1983. I am grateful to Mr. Dhabey for having found time to be with us this evening. I now request him to address this august House on the topic of Parliamentary Practice and Traditions.

Honourable Mr. Aujey Chitradhari Dhabey.

SPEAKER

Parliamentary Practices and Traditions

AUJEY CHITRADHARI DHABEY
SPEAKER, MAURITIUS LEGISLATIVE ASSEMBLY

Excellency Mr. President, Excellency Governor Punjab, my brother and collegue Excellency Mr. Speaker. I was going to inform you that it is in fact a well-known principle that we should bow to the rulings of the House, but the rules of logic demands me that I should be a sort of very condescended to you and understand that you have been facing a whole day, may be your own private business, and now celebrating together this function. I am going to be very short and sweet. And may be, I can venture, Mr. Speaker, by suggesting that I tabled my speech for your reference and knowing this well-known legal principle that "Equity treats that as done which ought to have been done" so I am sure if it is, and they wish of Mr. Speaker, I will table my speech, with a bit, of course, making a few references to the points that I was going to raise in the speech. So I do undertake to table the speech. I know it is going to be in your hands. If I am not mistaken it is a fact that you will ask now that we should have international jubilees like this and functions like this and that everything that is said and done just goes in our records.

Well I must say I have expressed that it is a great pleasure for me on behalf of the Parliament which I represent and on behalf of the people of Mauritius to be here among you to celebrate this historical day with you.

We are all brothers of the same system, and we are celebrating today the existence of an institution which has proved itself, which has stood the test of time. It is so in your own country and also it is very much the same in Mauritius, a country which has like you been colonized and a country which has had its good times and its bad times. We have inherited an institution, a system similar to yours. Our Parliament is based on the British Westminster pattern but yet after 19 years of our independence we have thought it fit that we should, on top of the British system and in addition to the Erskine May, we all know about Erskine May, so I am not going to bore you further with Erskine May, you have had your good days and your bad days in Parliament trying to obey Erskine May blindly, but after 19 years of our independence, again this is what I have referred to in my speech, we have thought it best to update our procedure while not upsetting the basic principles and characteristic of Westminster pattern.

We are celebrating the existence of your institution. We hope that Mauritius will also be proud to celebrate even more jubilees so that we find ourselves in one place, celebrating the good sides of that institution and, at the same time, while praising the good attributes of this institution, I have said that we should keep an open mind to this institution, an institution which we have imported, we should not say, but which we have adopted to our situation, yet we should go on progressing if we believe that we are a free country and if we believe that freedom is what should inspire us to find more ways and means to find better systems we should undertake to improve the system. Since we are getting the best of it now we are all honourable members, we are called as honourable members, so we should all embark upon this honourable task, while taking the most of the Parliaments enjoying the freedom of speech which we all enjoy in Parliaments, we should all honourably undertake to maintain this Parliament. I am relatively young I know, but this is one of the vows which I take that one day when I will be leaving my Parliament, my Parliament will be in touch and ready to serve all the politicians. This is my wish for you also.

Now, as I said, I should before concluding, while not as I said, bothering you with Westminster and Erskine May, which you all are well-versed with, tell you about a single experience which we have been going through and which I think would be interesting food for thought for your goodselves namely, that we say that Parliament should not live independently of the people. So once we are elected we should not think O.K., fine, we come with our best suits, with our best holiday suits and enjoy the democracy whilst the people is outside. We should live up to the expectations of our people. This is what we should undertake to do, also and we should make it such that the information and the work that we do at our Parliament level, at Cabinet level, reach the people within shortest delay. Our biggest opposition is time, because we fight against time and, therefore, the people also have this great task of facing time and we should help the people to face the test of time, make it such that the decisions are quickly reaching the people and they are getting quickly adopted to all the new decisions, complexities which the modern administration involve.

We must think of those people and in that light we have started this new system which has engrafted on the Westminster pattern namely, we have created the

post of Parliamentary Private Secretary. These are open to 10 members nominated by our Governor who is the constitutional head. They are back-benchers and, therefore, since back-benchers tend to be very brilliant and also they are more committed to back-bench putting pressure on executive which is their legitimate right. In our country we believe and it is unanimous decision of opposition and Government that we should keep back-benchers, therefore, we have created this post of Parliamentary Secretary whose task will be to coordinate Government's work i.e. if a decision is taken by Cabinet in our country on every Thursday by Friday morning our people must know of the decisions and they must be able to assimilate. You can't expect at times the people have not the chance to benefit of being illiterate.

As we are to understand the crudities of administration to face bureaucracy and we know what bureaucracy is in modern society and in democratic society. Of course we approve the existence of civil servants but I say my opinion is that one of the defects of the Westminster system, under the correction of my friend the Deputy Speaker of the House of Commons, is in fact to create a very strong bureaucracy whilst our constituents are permanently after us, the bureaucracy will say let us take our tea and will see tomorrow when office opens again. I believe and I hope that it works in my country. I wish that after our having gone to that experience which we hope will be able to share together with other countries we might create a better system for all these colonies of Great Britain and create a new system which will meet the aspirations of our people.

Now this system of Parliamentary Private Secretary taking seat of Parliament will also be assisted by four officers situated in the four corners of Mauritius called the Citizens' Advice Bureau. They will be taken charge of by back-benchers, because then the bureaucracy will be able to work alongside knowing the pressures of the four corners of our country. We are putting this to test. I am sure that it will work and I am sure that as long as the people will like it, it is going to stay as a system. Now these citizens'on Advice Bureau as I said will be run jointly by Parliamentarians and this is a most important thing.

We have inherited a system, a Westminster system, which gives to our Parliament the main, and if I may say, the only responsibility that is to make and make laws, to legislate, so its only capacity is legislative. In Mauritius we are trying to adopt a new system by the inclusion of PPS (Parliamentary Private Secretary) and of course Citizens'Advice Bureau, we are trying to engraft upon it and give Parliament another function, an administrative function i.e. apart from the fact of your being back-benchers and ministers having a legislative capacity, you will outside the House continue your work having administrative capacity and this is how I am sure our people will be happy.

These are the few points which I wanted to share with you informally and taking advantage of the informality of this function, I have been told yesterday by a very good patriot of yours,I would mention his name. I was at the hotel where we are very ably taken care of. Thanks to your courtesy which is proverbial by now, which we all know back home in Mauritius, Mauritius being a country which your Excellency Mr. President is very well-versed with. So having exchanged these few thoughts, I am sure as I was saying yesterday, I was told very nice the saying that when Punjab catches cold the whole of Pakistan sneezes. We are of course celebrating a very important virus namely the virus of democracy and it is being done in no less a state than Punjab. I hope that since this virus has started here celebrating the existence of an institution over years I hope that all the states of your country follow suit and sneeze at the same time so that the country as a whole benefits from your own goodselves and from also the fact that we have been sitting down together Parliamentarians of different countries, of different creeds, of different ages and generations, sharing one common thought and that thought is to maintain our system and make it better in the future. Thank you.

All of us are grateful to Mr. Aujey Dhabey for his wonderful and very interesting discourse.

SPEAKER

معزز مہمان گیلری میں تشریف فرما ہیں

معزز مہمان گیلری میں تشریف فرما ہیں۔

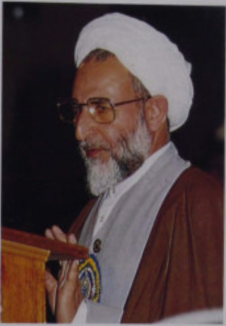

حجۃ الاسلام محمد یزدی ڈپٹی سپیکر مجلس ایران

INVITATION TO ADDRESS

From one of our friendly neighbouring State namely Iran we have with us the learned Hujjat-ul-Islam Muhammad Yazdi, Deputy Speaker, Majlis-i-Iran. The books of Hujjat-ul-Islam, Muhammad Yazdi on Islamic Law and Philosophy like Fiqh-ul-Quran فقہ القرآن and Asas-ul-Iman Fil-Quran اسس الایمان فی القرآن have acclaimed acknowledgement in the Muslim World. He is the Deputy Speaker of Majlis-i-Iran since 1980. I will now request Hujjat-ul-Islam Muhammad Yazdi to kindly address the House.

Hujjat-ul-Islam Muhammad Yazdi.

SPEAKER

اسلامی قانون سازی

حجۃ الاسلام، محمد یزدی

ڈپٹی سپیکر، مجلس ایران

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وخير الصلوة والسلام على خاتم الانبياء محمد رسول الله و على آله و صحبه اولياء الله ـ

با تبريک اين جشن پارلمانی که ميتوان آن را يک جشن فرهنگی هم ناميد در اين فرصت کوتاه که به من داده شده توجه همکاران و هيئتهای پارلمانی را به چند نکته جلب ميکنم ـ

اعضاء پارلمانها که بطور طبيعی بايد انتخاب شدگان مردم باشند و بيشترين آنان در بيشتر پارلمانها بهمين ترتيب انتخاب ميشوند و حتی نمايندگانی هم که توسط مقاماتی بشکل انتصابی يعنی انتخاب دو درجه ای در پارلمانها شرکت دارند ـ مهم ترين و اولين وظيفه آنان سياستگذاری و جهت گيری برای تامين مصالح و نيازمنديهای عامه مردم يعنی حفظ استقلال ، آزادی ، امنيت ، مذهب فرهنگ و اقتصاد کشور است ـ

اين سياستگزاريها و جهت گيريها برای آنکه بهترين و کاملترين باشد از راه مشورت و تبادل نظر و دقت و مطالعه و گرفتن نظر کارشناسان که کار متعارف نمايندگان است انجام ميگيرد ـ

در قرآن کريم در دو مورد بطور رسمی سخن از مشاوره بميان آمده يک جا به پيامبر اسلام دستور داده : ﴿ وشاورهم فی الامر ﴾ و جای ديگر مشاوره را از علائم مشخصه مومنين دانسته است ﴿ وامرهم شوری بينهم ﴾ که ارزش و اهميت مشورت و تبادل نظر را در اسلام مشخص ميسازد ـ

اما نکته قابل توجه اين است که زير بنای اين مشاوره با چيست ؟ اشخاص با افکار مختلف و سليقه های گوناگون و شخصيتهای روحی از پيش ساخته شده در پارلمانها شرکت دارند و رنگ جمعی محيط هم به آن اضافه ميشود و در اين حالت ميخواهند درباره يک موضوع تصميم بگيرند ـ

دردنيای امروز خواسته های عمومی مردم تکيه گاه و جهت دهنده اين نظرات و افکار است که متاسفانه بسياری از اين خواسته ها تحت تاثير قدرتهای اجرائی و دولتها از طريق دستگاههای تبليغاتی چون روزنامه ها راديو ، تلويزيون ، و ديگر رسانه های جمعی شکل می کرد ـ و به نمايندگان منتقل ميشود و بر اساس آنها تصميم ميگيرند و پس از مدتی که عمل ميشود و مفاسد و زيانهای آنرا با تحمل خساراتی می يابند ـ قانون جديدی را که اصلاح يا نسخ قانونی قبل است ميگذرانند و آن را تکامل قانونگذاری مينامند که نمونه های آن ر در پارلمانهای اروپائی و آمريکائی بيشتر ميتوان يافت ـ

درست است که تکامل و پيشرفتهای جوامع بشری در ابعاد مختلف زندگی ، قوانين متکامل و متناسب با شرائط زمان را ميطلبند اما اصول کلی و ثابت فطری انسانی را نميتوان بنام تکامل دستخوش اين عوامل نمود ـ چون حق زندگی ، تحصيل ، کار ، انجام مراسم مذهبی و در يک کلام عدالت اجتماعی و بين الملل ـ اين رويه معمول در دنيا است ـ

اما در کشور های اسلامی و برای مسلمانان مدرک يا فاکتور و پارامتر ديگری نيز درکار است که تمام اين اختلاف نظر ها و سليقه ها و کشش های گوناگون محيط بايد در آن چهار چوبه قرار گيرد تا در پيمودن راه تکامل قانونگذاری نزديکترين راه انتخاب شده باشد و اين اصول کلی و مسلم اسلامی است که طبعا خواسته همه مسلمانان هم هست ـ

اين بحث در کشور ما (جمهوری اسلامی ايران) بشکل يک اصل در قانون اساسی آمده است که نمايندگان حق قانونگذاری در تمام امور کشور را دارند اما در چهار چوبه احکام اسلامی ـ

من تصور میکنم در هر کشور اسلامی گرچه در قانون اساسی نیامده باشد اصل بر همین سوال است و این یک زیر بنا است که نمایندگان مردم مسلمان خود بخود نمیتوانند قانونی را تصویب کنند که خلاف احکام اسلام باشد ـ

و بهمین ترتیب نمیتوانند تصمیمی بگیرند که منافع بیگانگان را به منافع ملت و مردم خود ترجیح دهد ـ

تصور میکنم با توجه به این مقدمه آنچه در کشور ما گذشته و میگذرد بخصوص در مساله جنگ تحمیلی و تجاوز عراق و فعالیتهای نظامی و سیاسی که دوشادوش در حرکتند و برخودهائی که در سازمان ملل و شو ری امنیت باوجود آمده کاملا قابل توجه باشد ـ

من امیدوارم پارلمانها که معمولا بشکل مستقل فکر میکنند و تصمیم میگیرند درباره مسائل جمهوری اسلامی ایران که امروز بعد بین المللی بخود گرفته مستقل و اصولی بیاندیشند ـ

من این جشن فرخنده مجلس پنجاب را به مسئولین کشور و مدیران مجلس آن و رئیس مجلس پنجاب مجددا تبریک گفته توفیق تکامل پیشرفت و رشد در خدمت باسلام و مسلمین ومردم کشور پاکستان و ایالت پنجاب را از خداوند بزرگ خواهانم ـ

The Most Representative Gathering

The great city of Lahore, as we all know, has have the record of establishing many 'firsts' in Pakistan. This was the city where the momentous Pakistan Resolution of the Pakistan Muslim League was tabled, this hosted the Islamic Summit and today, I would say without any fear of contradiction, that in the political history of Pakistan since 1947 this is the most representative gathering anywhere in Pakistan that you today see in the city of Lahore.

Syed Muzaffar Hussain Shah
SPEAKER, PROVINCIAL ASSEMBLY OF SIND

اسلامی قانون سازی

حجۃ الاسلام، محمد یزدی

ڈپٹی سپیکر، مجلس ایران

(اُردو ترجمہ)

بسم اللہ الرحمان الرحیم الحمد للہ و خیر الصلوۃ والسلام علی خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ و علی آلہ و اصحابہ و اولیاء اللہ۔

اس پارلیمانی جشن کے موقع پر جسے ایک ثقافتی تقریب بھی کہہ سکتے ہیں اس مختصر وقت میں جو مجھے دیا گیا ہے تمام دوستوں اور پارلیمانی وفود کی توجہ چند نکات کی طرف مبذول کراتا ہوں۔

اراکین جو طبعاً عوام کے منتخب شدہ ہونے چاہئیں اور وہ اکثر پارلیمنٹوں میں اس طرح منتخب ہوتے ہیں لیکن کبھی کچھ ممبران کسی با اختیار فرد کی طرف سے منتخب کئے جاتے ہیں اور اسمبلی کے رکن بنتے ہیں۔ ان سب افراد کا ایک اہم اور بہت ضروری فرض ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کی اہم ضرورتوں "تقاضوں اور مسائل پر گہری توجہ دیں۔ یعنی وہ ملک کی ثقافت "اقتصاد" مذہب "آزادی اور خود مختاری اور امن عامہ کے محافظ ہوں۔

یہ ملکی پالیسیاں اور موقف کا انحصار اس وقت بہتر اور کامل ہو سکتے ہیں جب ممبران آپس میں مشورہ اور تبادلہ خیال کریں اور معاملات میں غور و خوض کریں اور حتیٰ کہ ماہرین کی رائے سے استفادہ کرلیں۔ قرآن مجید کے دو مقامات پر مشورے کے لئے زیادہ تحقیق کی گئی ہے ایک جگہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر زور دیا گیا ہے " و شاورھم فی الامر " ایک اور مقام پر مشورہ کو مومن کی نمایاں خصوصیات سے بتایا گیا ہے۔ " و امرھم شوریٰ بینھم " اس سے اسلام میں مشورت اور تبادلہ خیال کی اہمیت اور قدر معلوم ہو جاتی ہے۔

لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ ہمارے اس مشورے کی بنیاد کیا ہونی چاہئے 'مختلف افکار و نظریات اور طریقہ کار رکھنے والے اور ممبر بننے سے پہلے معنوی تربیت پانے والے اشخاص پارلیمنٹ میں موجود ہوتے ہیں۔ ماحول کا اجتماعی رنگ بھی اس پر اضافہ ہوتا ہے۔ اس طرح کسی معاملے کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔

آج کل کے دور میں اجتماعی عوامی تقاضے ان افکار و خیالات کے مرکز ہوتے ہیں۔ افسوس ہے کہ بہت سی قومی انجمنیں مختلف ذرائع ابلاغ مثلاً اخبارات 'ریڈیو 'ٹیلیویژن اور دیگر نظریاتی اداروں کے توسط سے انتہائی طاقتوں اور حکومت کے دباؤ میں آکر ممبران پارلیمنٹ تک پہنچ جاتی ہیں اور ان ہی بنیادوں پر فیصلے کئے جاتے ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد جب اس پر عمل ہوتا ہے تو بہت سی خامیوں اور کمزوریوں کے ساتھ نقصانات بھی رونما ہوتے ہیں۔ اسطرح اس قانون میں ترمیم کرنے یا اسے منسوخ کرنے کے لئے ایک نیا قانون وضع کیا جاتا ہے جسے قانون سازی کا ارتقائی عمل کہتے ہیں۔ اس طرح کی مثالیں یورپی اور امریکی پارلیمانوں میں پائی جاتی ہیں۔

یہ بات درست ہے کہ زندگی کے مختلف پہلوؤں میں انسانی معاشروں کی ترقی و پیش رفت کے لئے مکمل اور مناسب قوانین کی وقت کے تقاضوں کے ساتھ ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن انسان کے بنیادی 'قدرتی اور مسلمہ امور مثلاً حق زندگی 'حق تعلیم و تربیت 'حصول روزگار' دینی رسومات اور مختصر معنوں میں اجتماعی اور بین الاقوامی عدل وانصاف کے حقوق کو ارتقاء کے نام سے ان اسباب پر قربان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ وہ طریقہ کار ہے جو دنیا میں رائج ہے لیکن اسلامی ممالک اور مسلمانوں کیلئے ایک اور ذریعہ اور عنصر کی ضرورت ہے 'یعنی یہ تمام اختلاف رائے 'طریقہ کار اور ماحول کے مختلف رجحانات اس دائرہ کار میں رہتے ہوئے انجام پانا چاہئیں جو قانون سازی میں ارتقا کے سفر کو طے کرنے کیلئے سب سے نزدیک راستہ ہے اور وہ اسلام کے مجموعی اور مسلمہ اصول ہیں جو فطرتی طور پر تمام مسلمانوں کی امنگوں کے مطابق ہیں۔ یہ بحث ہمارے ملک "اسلامی جمہوریہ ایران کے بنیادی آئین میں ایک دفعہ کی صورت اختیار کر گئی ہے یعنی ممبران پارلیمنٹ کو ملک کے ہر معاملے میں قانون وضع کرنے کا حق ہے لیکن اسلامی قواعد و ضوابط کے دائرہ کار میں رہ کر۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہر اسلامی ملک میں اگرچہ بنیادی آئین میں اس کا ذکر نہ کیا گیا ہو لیکن حقیقت امر یہ ہے اور یہ طے شدہ اصول ہے کہ مسلمان عوام کے نمائندے بذات خود ایسے قانون وضع نہیں کر سکتے جو اسلامی تعلیمات و احکام کے منافی ہوں۔ اور اسی طرح وہ ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے جس سے اپنے ملک کے مفادات کو خطرہ لاحق ہو اور غیروں کے مفادات کو تحفظ حاصل ہو۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس تمہید کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ پر جو کچھ ہمارے ملک میں ہو چکا ہے یا ہو رہا ہے بالخصوص عراق کی طرف سے مسلط کردہ جنگ اور اس کی کھلی جارحیت اور ساتھ ساتھ جاری سیاسی سرگرمیوں اور اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کی طرف سے اپنایا ہوا رویہ مکمل طور پر واضح ہو چکا ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ اسمبلیاں جو عام طور پر آزاد پالیسیاں اختیار کرتی ہیں اور اس پر فیصلے کرتی ہیں اسلامی جمہوریہ ایران کے معاملات کے بارے میں جو آج بین الاقوامی شکل اختیار کر گئے ہیں آزادانہ اور اصولی بنیادوں پر سوچیں گی۔

میں پنجاب اسمبلی کے عظیم الشان جشن کے موقع پر تمام حکام مملکت اور قائدین پارلیمنٹ بالخصوص سپیکر صاحب' پنجاب اسمبلی کی خدمت میں ایک بار پھر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ تمام پاکستان اور صوبہ پنجاب کو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی راہ میں توفیق اور کامیابی سے ہمکنار کرے۔

والسلام علیکم

ہم شکر گذار ہیں جناب حجۃ الاسلام محمد یزدی۔ ڈپٹی سپیکر مجلس ایران کے کہ انہوں نے نہایت ہی فاضلانہ تقریر فرمائی۔

سپیکر

جناب عبدالحلیم ارس ڈپٹی سپیکر گرینڈ نیشنل اسمبلی ترکی

INVITATION TO ADDRESS

Now, my happiness knows no bounds when I disclose to you that we have with us this evening from our most friendly brother country Turkey, Mr. Abdul Haleem Aras, Deputy Speaker, Grand National Assembly of Turkey. There seems to be absolutely no need for me to mention as it is known to everyone here that Pakistan and Turkey are not only very close to each other and have the greatest ties of brotherhood and friendship but that the two have practically a lot in common. I am overjoyed in making a request to Mr. Abdul Haleem Aras, Deputy Speaker, Grand National Assembly of Turkey to very kindly address this august House.

Mr. Abdul Haleem Aras.

SPEAKER

Turkish Parliamentary System

ABDUL HALEEM ARAS
DEPUTY SPEAKER, GRAND NATIONAL ASSEMBLY, TURKEY

Pakistan İslam Cumhuriyeti Cumhurbaskani Ekselans Muhammed Zia ul Haq,

Pencap Meclisi Başkani Ekselans Mian Manzoor Ahmet Wattoo,

Pencap Eyaletinin Sayin Parlamenterleri ve yoneticileri,

Sayin Konuklar,

Turk Milletinin temsilcileri ve Turkiye Buyuk Millet Meclisinin üyeleri olarak, sizleri selamlamaktan ve Meclisimizin en iyi dileklerini sunmaktan kivanç duyuyorum. Meclisimiz, büyük bir memnuniyet ve ittifakla, heyetimizin, Pencap Meclisinin 50. Kurulus yildonumu torenlerine katilmasini kararlastirmistir.

Ayrica sahsim ve meclisimizdeki butun siyasi partileri temsilen burada bulunan heyetimiz uyeleri adina, bu mutlu gununuzu sizlerle paylasmamiza imkan vermenizden ve burada bize gostermis oldugunuz sicak konukseverlikten oturu icten tesekkurlerimizi sunarim. Hangi vesileyle olursa olsun Pakistan'i ziyaret edebilmek bizim icin her zaman sevinc kaynagi olmaktadir.

50 yillik bir gecmisi olan ve bugun Pakistan'daki demokratik kuruluslar icerisinde guzide bir yeri bulunan Pencap Meclisi'ne, Pakistan milletine hizmet yarisinda bundan sonra da yurekten basarilar diliyorum.

Biz Turkler, Pakistan'in ve Pakistanlilarin basari ve mutluluklarini, kendi basari ve mutluluklarimiz olarak daima mutalaa etimisizdir. Pakistanlilarin da Turklere karsi ayni hisleri beslediklerini yakinen biliyoruz.

Turkiye ile Pakistan iki kardes ulke, Turkler ve Pakistanlilar ise iki kardes millettir. Ulkelerimiz arasindaki bu dostluk, milletlerimize mal olmustur. Iki ulkenin parlamenterleri arasindaki temaslar, bu dostlugun daha da takviyesine ve halklarimiza mal edilmesine onemli katkilarda bulunmaktadir. Bu cercevede iki ulke parlamenterleri arasinda simdiye kadar gerceklesmis olan temaslari buyuk bir memnuniyetle karsiliyor ve bu temaslarin bundan boyle daha da yogun olarak surdurulmesini arzu ve temenni ediyorum.

Ayrica, Pakistan milletine refah, esenlik ve mutluluk, Pakistanli yoneticilere ve parlamenterlere de bu buyuk milletin hizmetinde surekli basari diliyorum.

Bu vesileyle kisaca Turkiye Buyuk Millet Meclisi hakkinda da bilgi sunmak istiyorum.

Turkiye Buyuk Millet Meclisi, Turk Milletinin temsilcilerini bunyesinde toplayan ve milletin iradesini kesin ve nihai olarak yansitan tek muessesedir.

"Egemenlik Kayitsiz Sartsiz Milletindir" gorusune yurekten bagli buyuk onderimiz Ataturk, bir yandan dusman isgali altindaki topraklarimizi kurtarmak icin milli mucadelemizi baslatirken, obur yandan suratle Meclisimizin kurulup faaliyete gecmesini temin etmistir. Milli mucadele donemimizde milletimiz, meclisimiz ve ordumuz ile elele vermis ve boylece zafere ulasabilmesi mumkun olmustur.

Zaman icerisinde demokratik rejimimizin yerlesmesine ve koklesmesine paralel olarak Meclisimiz de kendi bunyesi icerisinde gerkli duzenlemeleri yapmistir. 68 yildir TBMM, milletine hizmet ve rehberlik etmektedir.

Meclisimiz yasama gorevlerinin yanisira, hukumeti ve ona bagli yurutme organlarini denetleme ve yonlendirme yolundaki gorevlerini en etkin bir sekilde surdurmektedir. Bugun 450 uyeden olusan TBMM'de birisi iktidarda, ikisi muhalefette 3 siyasi partimiz temsil olunmaktadir. Meclisimizin uyeleri 5 yil sureyle dogrudan dogruya halk tarafindan secilmektedir. Milletin ve memleketin cikarlarini herseyin ustunde tutan milletvekillerimiz tam bir ozgurluk ortami icerisinde yasama gorevlerini yerine getirmektedirler. Meclisimiz her gorusun ozgurce tartisildigi, gorus ayriliklarinin hosgoru ve karsilikli anlayis ortami icerisinde giderildigi, bu yoldan millet yararina olan en dogru ve isabetli kararlarin daima alinabildigi kutsal bir muessesedir. Meclisimiz demokrasimizin sarsilmaz kalesidir.

Sozlerime son vermeden once, Pakistan'in en guzel yorelerinden biri olan Pencap Eyaletinde ve bu Eyaletin unlu baskenti Lahor'da gecirmekte oldugumuz gunlerin unutulmaz anilarini daima muhafaza edecegimizi de belirtmek istiyorum.

Pakistan–Turki Dosti ZINDABAD
PAKISTAN PAYINDABAD

ترکی کا پارلیمانی نظام

جناب عبدالحلیم ارس

ڈپٹی سپیکر، گرینڈ نیشنل اسمبلی، ترکی

(اُردو ترجمہ)

صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان جناب ضیاء الحق صاحب، سپیکر پنجاب اسمبلی جناب منظور احمد وٹو، ممبران پنجاب اسمبلی، مہمانان گرامی اور قابل قدر خواتین و حضرات۔

میں ترک قوم کے نمائندے اور ترکی کی گرینڈ نیشنل اسمبلی کے ممبر کی حیثیت سے آپ سب کو سلام پیش کرتا ہوں اور اپنی اسمبلی کی طرف سے نیک خواہشات آپ سب تک پہنچانے پر فخر محسوس کر رہا ہوں۔ ہماری اسمبلی نے متفقہ طور پر نہایت خوشی سے ہمارے گروپ کو پنجاب اسمبلی کی پچاسویں سالگرہ کی تقریبات میں شمولیت کیلئے چنا ہے۔

اس خوشی کے موقع پر آپ کی مسرتوں میں شریک ہونے کا جو موقع ہمیں دیا گیا اس پر جس گرمجوشی اور محبت سے ہماری مہمان نوازی کی جا رہی ہے اس کے لئے میں اور میرے ساتھی تہہ دل سے آپ سب کے شکر گزار ہیں۔ ویسے جو بھی ہو پاکستان آنا ہمارے لئے ہمیشہ باعث مسرت رہا ہے۔ میں ایک مرتبہ پھر اپنی اسمبلی کی تمام پارٹیوں کے نمائندوں کی جانب سے اور اپنی طرف سے آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پنجاب اسمبلی نے گذشتہ پچاس سالوں میں جو گراں قدر خدمات انجام دیں اور آج کے دور میں پاکستان میں جمہوریت کے استحکام کے لئے کی جانے والی کوششوں کے سبب مقام خاص حاصل کر چکی ہے اس کے لئے خدا سے دعا گو ہوں کہ یہ آئندہ بھی پاکستان کی خدمت میں پیش پیش رہے اور خدا اسے کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہمکنار کرے! آمین!

ہم ترک ہمیشہ پاکستان اور پاکستانیوں کی کامیابیوں اور خوشیوں کو اپنی کامیابیاں اور خوشیاں سمجھتے آئے ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ ہمارے پاکستانی بھائی بھی ترکی اور اس کے عوام کے متعلق ایسے ہی جذبات رکھتے ہیں۔

ترکی اور پاکستان دو برادر ملک اور ترک و پاکستانی دو برادر قومیں ہیں۔ ہمارے ملکوں کے مابین یہ دوستی ہماری ملتوں کی میراث ہے۔ دونوں ملکوں کے ممبران اسمبلی کے درمیان رابطہ ہماری اس دوستی، بھائی چارے اور دونوں ملکوں کے عوام کو قریب سے قریب تر لانے میں معاون ثابت ہو گا۔ ہم دونوں ملکوں کے ممبران اسمبلی کی آج تک ہونے والی ملاقاتوں سے بہت ممنون ہیں اور آئندہ بھی ایسی ہی ملاقاتوں کو جاری رکھنے کے شدت سے آرزو مند ہیں۔ میری دعا ہے کہ خدا حکومت پاکستان، قومی و صوبائی اسمبلیوں اور ممبران اسمبلی کو اپنی عظیم پاکستانی قوم کی بہبود و ترقی اور خوشیوں کے لئے کی جانے والی تمام کوششوں میں بہترین کامیابیوں سے ہمکنار کرے!

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں ترکی کی گرینڈ نیشنل اسمبلی کے بارے میں چند معلومات فراہم کرنا چاہتا ہوں۔ ترکی کی گرینڈ نیشنل اسمبلی ترک ملت کے منتخب عوامی نمائندوں کا ایک ایسا ادارہ ہے جو اپنی قوم کے مضبوط ارادوں اور اٹل فیصلوں کو منعکس کرتا ہے۔ حکومت یقیناً عوام کی ہے "سنہری اصولوں کے علمبردار ہمارے عظیم لیڈر جناب مصطفیٰ کمال اتاترک نے جدوجہد آزادی میں "ایک طرف اپنے وطن کے مقبوضہ علاقوں کو غیر ملکی تسلط سے نجات دلائی تو دوسری طرف ترکی کی آئینی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اسمبلی کی بنیاد رکھی اور اسے فعال بنایا۔ جدوجہد آزادی کے دوران ہماری قوم، افواج اور ہماری اسمبلی نے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر جس یکجہتی اور یکجہتی سے کام کیا یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم کامیابیوں سے ہمکنار ہوئے۔ ہماری جمہوری اقدار کے پھلنے پھولنے کے ساتھ ساتھ بوقت ضرورت ہماری اسمبلی نے اپنی ساخت اور آئین میں بعض ضروری تبدیلیاں بھی کی ہیں۔ پچھلے اڑسٹھ سال سے ترکی کی گرینڈ نیشنل اسمبلی اپنے ملک و ملت کی خدمت اور رہنمائی کے لئے مصروف عمل ہے۔ ہماری اسمبلی اپنی آئینی، سیاسی اور قانونی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ حکومت اور اسے چلانے والے متعلقہ اداروں کی رہنمائی بھی نہایت پر اثر انداز میں سرانجام دے رہی ہے۔

آج کل ترکی کی گرینڈ نیشنل اسمبلی ایک برسراقتدار اور دو مخالف پارٹیوں یعنی تین سیاسی جماعتوں کے ۴۵۰ منتخب نمائندوں پر مشتمل ہے۔ ہمارے ممبران اسمبلی عوام کی طرف سے پانچ سال کے لئے منتخب ہوتے ہیں۔ اپنے ملک و ملت کے مفادات کو ہر چیز پر فوقیت دینے والے ہمارے منتخب عوامی نمائندے مکمل آزادی سے اپنے سیاسی اور آئینی فرائض کو پورا کر رہے ہیں۔

ترکی کی گرینڈ نیشنل اسمبلی ایک ایسی مقدس جگہ ہے جہاں پر ہر نظریے پر مکمل آزادی سے بحث ہوتی ہے۔ آپس کے نظریاتی اختلافات کو بطریق احسن فریقین کی متفقہ رائے سے حل کیا جاتا ہے اور قومی مفاد میں بہتر سے بہتر فیصلے کئے جاتے ہیں۔ ہماری اسمبلی جمہوریت کا ناقابل تسخیر قلعہ ہے۔

اپنی تقریر کو ختم کرنے سے پہلے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم پاکستان کے خوبصورت صوبوں میں سے ایک یعنی پنجاب کے مشہور تاریخی شہر لاہور میں جو خوبصورت لمحات گزار رہے ہیں اس کی یادیں ہمیشہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں محفوظ رہیں گی۔ پاکستان ترکی دوستی زندہ باد! پاکستان پائندہ باد!

میں آپ سب کے خیالات کی ترجمانی کر رہا ہوں گا یہ کہتے ہوئے کہ عزت مآب جناب عبدالحلیم ارس۔ ڈپٹی سپیکر نیشنل گرینڈ اسمبلی ترکی نے جس محبت کے ساتھ پاکستان کے بارے میں اور جس خلوص کے ساتھ پاکستانیوں کے بارے میں باتیں کی ہیں اور جس قدر فکر انگیز باتیں کی ہیں ہم سب دل کی گہرائیوں سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

سپیکر

قائد ایوان و اراکین پنجاب اسمبلی

جناب ہیرالڈ واکر   فرسٹ ڈپٹی سپیکر "ہاؤس آف کامنز برطانیہ"

INVITATION TO ADDRESS

The British House of Commons is rightly considered to be the fountain-head of Parliamentary Practices and Traditions. We are lucky that from the mother of Parliaments we have with us this evening the First Deputy Speaker and Chairman of Ways and Means, the Right Hon'ble Harold Walker. Mr. Walker was born on the 12th of July, 1929 and was educated at Manchester College of Technology and the National Council for Labour Colleges. Mr. Walker was elected to the House of Commons as a Labour M. P. in 1964. In 1979, Mr. Harold Walker was appointed to the Privy Council. Since 1983 Right Hon'ble Harold Walker is the Chairman of Ways and Means and First Deputy Speaker of the House of Commons. It is my proud privilege to request Right Hon'ble Harold Walker, the First Deputy Speaker of the House of Commons to address this august House.

SPEAKER

Parliamentary Practices and Traditions

HAROLD WALKER
DEPUTY SPEAKER, HOUSE OF COMMONS (U.K.)

Mr. President, Mr. Governor, Mr. Speaker, Fellow Parliamentarians, Ladies and Gentlemen.

It is a very great privilege indeed to be invited to address this Special Session of the Punjab Assembly on the occasion of its Golden Jubilee. I know Mr. Speaker Weatherill would have wished to attend these celebrations in person; unfortunately the House is in session and requires his attendance in the Chair. He has asked me to convey the very best wishes of the House of Commons to the Members of this Assembly and to the other distinguished parliamentarians assembled here.

We in Britain have a special interest in the Punjab Assembly. It is partly nostalgia – we did, of course, have a hand in its creation in 1935. But more important are the links which our two countries share today in the realm of parliamentary practice and in our common commitment to democracy. I am happy to see that the warm relationship which exists between our countries is leading to more and more contacts at the parliamentary level. Prime Minister Junejo himself made a most successful visit to Britain last year. I hope that my own visit to Lahore will be the start of even closer relations between the British Parliament and the Punjab Assembly.

On a different – but no less important – level of our relationship, may I say that in the U.K. Parliament I represent the town of Doncaster, where I am honoured to be the President of the Doncaster–Pakistan Welfare Association and the President of the Doncaster–Punjab Association.

Fifty years is a long time in the life of a parliamentary assembly. Many assemblies, like many marriages, do not last that long. Either they are disbanded in chaos after a few years or they limp along in a spirit of rancour and recrimination, the high ideals on which they were founded being betrayed by selfishness and intolerance and the very language of their proceedings becoming debased.

For an assembly which can survive those early growing pains, a Golden Jubilee is an important watershed. It signifies that a whole generation has grown up knowing only one political system and steeped in its values and traditions. Couples who have been married for fifty years do not generally seek other partners: they have learnt to tolerate each other's faults; they have mastered the art of disagreeing without throwing the crockery across the kitchen-table. By the same token, seasoned parliamentarians value the state of peaceful co-existence they have forged with their fellows. The good habits of Parliament become the good habits of an entire society.

Coming as I do from the British House of Commons, I may perhaps be expected to wax sentimental about some of the time-honoured traditions of that House: the old-fashioned costumes, the archaic forms of words, the little parliamentary rituals that have survived unchanged for centuries. These elements endure because we have chosen that they endure, but they are not the essence of parliamentary tradition, only the outward form in which tradition is clothed. If parliamentarians overlook this distinction, and their proceedings appear antiquated and irrelevant to the outside world, then they are doing themselves a great disservice. Parliament can only survive as a forum in which today's issues can be debated freely, fairly and vigorously. To achieve this goal, I believe three conditions must be satisfied.

First, and most important, parliamentary procedures should embody the central tenent of democracy: that all citizens should be free and equal participants in the political process. No greater responsibility rests on the shoulders of the Speaker of a parliamentary assembly than his duty to guarantee all members of the assembly a fair hearing, however unpopular or provocative their views. It is always tempting for the majority party in a parliament to try to streamline procedures in the interests of efficient government: as parliamentarians, we should resist this tendency stoutly. Parliaments are free institutions first and efficient institutions second. If this sometimes involves sitting through outrageous arguments, long-winded questions and tedious speeches, we must bear that cross with fortitude.

At the very heart of the parliamentary system is the right of the individual Member – and, beyond him, the individual citizen – to make his voice heard in the forum of the nation. Different parliaments institutionalise this right in different ways. In the House of Commons we begin each day's session with a noisy hour of Questions in a full Chamber: we end it late at night with a single Member debating a minor local issue with a Minister.

Everyone else has gone home—but the business of the House is not yet finished. There is a powerful symbolism in this arrangement. It is not only matters that concern all of us that are the proper preserve of Parliament: it is matters that concern any of us.

The second significant factor is the manner in which we conduct our debates. By long tradition, parliamentary language has been a somewhat rarefied version of the vernacular. We avoid coarse or abusive terms; we address each other by eloquent circumlocution: 'my Right Honourable Friend', 'the Honourable and learned Gentleman'—conventions which reflect our common belief as parliamentarians that rational argument, not physical force, is the proper means to advance our cause. We may hold very different views from our opponents, but we acknowledge their entitlement to their views and try to treat them with the courtesy due to equals. This courtesy is among the most precious of the parliamentary virtues. If we cannot practise it ourselves, who are we to complain if those whom we represent take to the streets or disregard the laws we pass.

In advocating courtesy, I am not pleading for politeness. I do not believe that Parliament should be an overly polite institution: there are occasions when indignation and anger are not just proper but necessary. The British House of Commons is often unfairly caricatured as a bear-garden, a rowdy, undisciplined arena in which feelings get over-heated and where wise counsel is shouted down. I cannot accept this view of our proceedings. It is understandable that feelings should run high in Parliament when they are running high outside it. We are not detached, elevated observers of the society which created us. We are bound to that society by the *umbilical* cord of parliamentary representation. Parliamentarians must not only speak with the authentic voice of those whom they represent: they must also reflect their moods and emotions.

This brings me to the third characteristic of successful parliamentary assemblies which is that they are representative bodies. In a sense they become representative through virtue of being elected, but the simple process of election does not of itself ensure effective representation. I believe that representative democracy is a far richer concept than the parliaments of the world have so far been able to embody. Too many people outside parliaments regard them as bodies set above them and apart from them, not places in which they have a vital and immediate stake. The British House of Commons, for example, is often referred to as the best gentlemen's club in London. There is an unhealthy degree of truth in this description. Like other parliaments, its membership is predominantly male, middle-aged and middle-class; it contains proportionately few representatives of racial and political minorities. It purports to speak for the nation, but many do not recognise it as their natural and legitimate spokesman. At its worst, it can be a narrow, introverted body talking only to itself.

Here 'parliamentary tradition', so-called, can be the enemy rather than the friend of political progress. Parliaments tend to be slower than societies at large in adjusting to changing circumstances. They often conduct their business in a certain way merely because they have conducted it in that way in the past: only when change has become inescapable do they embrace it. I am not sure why parliaments should be such conservative institutions. Perhaps it is because they like to work by consensus and consensus takes time to emerge. But it is an aspect of parliamentary life which sometimes causes concern. I have to spend a lot of my time explaining to my constituents why we conduct our business in the way we do: I wish that gap in comprehension was not so large. I would like to see Parliaments with which ordinary people could identify more readily; and to which young people especially could bring their idealism and their sense of innovation in the confidence that they would be understood.

Tradition is a piller, but it can also be a straitjacket. The outward forms of parliamentary life, like the outward forms of religious observance, can sometimes become devoid of the spirit which once animated them: the spirit of hope and the spirit of struggle. Yes, we must value our parliamentary traditions. But we must also be willing to strip them of anything which acts as a barrier between us, the legislators, and those we serve. As we celebrate this Golden Jubilee, perhaps we should not only commemorate half a century of free and fair debate, but ask ourselves as parliamentarians: do we always listen as well as we talk?

In the course of my remarks, I have suggested that our parliaments must reflect the societies which they serve. It is, therefore, inevitable that our practices and procedures will vary according to the differences in our different countries. I hope I have equally suggested that there are some fundamental priorities which we should value in common and which should underpin our different ways of doing things. Above all, we must recognise that none of our societies are static. Change is a continuing process and none of us can opt out. It is no less true that all of us at Westminster can learn. We in the House of Commons have been trying for more than 700 years to get it right. A lot of our constituents and even some of our MPs think we still have a fair way to go. You in the Punjab Assembly have been trying for just fifty years. I wish you all success in your endeavours so that the next 50 years may be even more successful and momentous than the first. God bless you all!

I express sincere thanks on my own and on behalf of the House to Right Honourable Harold Walker for such an enlightening exposition of the topic. Listening to him has been really a wonderful experience.

SPEAKER

تقدیم تحائف (نشان اسمبلی)

جناب اسپیکر۔ اس سے پہلے کہ میں صدر مملکت کو پنجاب اسمبلی سے ایڈریس کرنے کی گزارش کروں میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق سے یہ استدعا کروں گا کہ وہ ہمارے Distinguished Parliamentarians کو پنجاب اسمبلی کی طرف سے نشان عطا فرمائیں۔

(اس موقع پر جناب عبدالعلیم ارس' ڈپٹی اسپیکر گرینڈ نیشنل اسمبلی ترکی' جناب میر اللہ داد حسرت' ڈپٹی اسپیکر' ہاؤس آف کامنز ملائیشیا' حجتہ الاسلام محمد یزدی' ڈپٹی اسپیکر مجلس ایران' جناب ایرول کوز' جناب ابراہیم قادر' جناب نعیم کوشیلان' مندوبین ترکی' جناب عابدی اصفہانی مندوب ایران اور پروفیسر شیر محمد' مندوب ہندوستان کو نشان اسمبلی پیش کیا گیا۔ مسٹر میر اللہ داد کو طلائی لاکٹ پیش کیا گیا۔
صدر مملکت کے خطاب کے بعد ڈاکٹر محمد طاہر' اسپیکر ایوان نمائندگان ملائیشیا اور جناب اے جے اوحاری وحاب اسپیکر لیجسلیٹو اسمبلی ماریشس کو نشان اسمبلی پیش کیا گیا)

صدر مملکت نے مسٹر عبدالعلیم ارس ڈپٹی اسپیکر گرینڈ نیشنل اسمبلی ترکی کو پنجاب اسمبلی کا نشان پیش کیا

صدر مملکت نے مسٹر رائٹ آنرایبل ہیرالڈ واکر فرسٹ ڈپٹی سپیکر ہاؤس آف کامنز یونائیٹڈ کنگڈم کو پنجاب اسمبلی کا نشان پیش کیا

صدر مملکت نے جناب حجت الاسلام محمد یزدی ڈپٹی سپیکر مجلس ایران کو پنجاب اسمبلی کا نشان پیش کیا

صدر مملکت نے ممبر گرینڈ نیشنل اسمبلی آف ترکی کو پنجاب اسمبلی کا نشان پیش کیا

صدر مملکت نے ممبر گرینڈ نیشنل اسمبلی آف ترکی کو پنجاب اسمبلی کا نشان پیش کیا

صدر مملکت نے ممبر گرینڈ نیشنل اسمبلی آف ترکی کو پنجاب اسمبلی کا نشان پیش کیا

صدر مملکت نے ممبر مجلس ایران کو پنجاب اسمبلی کا نشان پیش کیا

صدر مملکت نے ممبر ڈیلی گیشن آف ایران کو پنجاب اسمبلی کا نشان پیش کیا

صدر نے مسز ہیلڈا ڈاکر کو گولڈ لاکٹ پیش کیا

صدر مملکت نے جناب اے پیرز حاری (جناب سپیکر (جسٹن) اسمبلی ماریشس کو پنجاب اسمبلی کا نشان پیش کیا

صدر مملکت نے جناب داتو محمد طاہر بن محمد اسماعیل سپیکر پارلیمنٹ ملائیشیا کو پنجاب اسمبلی کا نشان پیش کیا

جناب سپیکر! آخر میں میں خود یہ سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کی خدمت میں پنجاب اسمبلی کا نشان پیش کروں۔
(جناب سپیکر نے صدر مملکت کی خدمت میں پنجاب اسمبلی کا نشان پیش کیا)

جنرل محمد ضیاءالحق ، صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان

دعوت خطاب

معزز خواتین و حضرات! موجودہ اسمبلیاں ، وفاقی اور صوبائی منتخب حکومتیں ، تحریر و تقریر اور اجتماع کی آزادیاں اس جمہوریت کے مظاہر ہیں جس نے مارشل لاء کی کوکھ سے جنم لیا۔ روایت یہ ہے کہ مارشل لاء جمہوریت کو نگلتا ہے اسے جنم نہیں دیتا۔ مگر دنیا میں ایسی شخصیات بھی ہوتی ہیں جو ناممکن کو ممکن بناتی ہیں۔ نئی روایات قائم کرتی ہیں۔ خوش قسمتی سے ایسی ہی ایک ہستی آج ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں جنہوں نے حلیمی سے ، منکسر مزاجی سے اور تدبر سے مخالفوں کو اپنا بنایا۔ میں اس تقریب کے مہمان خصوصی سے نہایت ادب و احترام کے ساتھ ملتمس ہوں کہ وہ ہم سب سے خطاب فرمانے کے لئے تشریف لائیں۔ جناب جنرل محمد ضیاءالحق۔ صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

سپیکر

صدرِ پاکستان کا خطاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین

عزت مآب جناب سپیکر پنجاب اسمبلی جناب منظور احمد وٹو صاحب' عزت مآب جناب گورنر مخدوم سجاد حسین قریشی صاحب' جناب اراکین پنجاب اسمبلی اور معمانان گرامی'
السلام علیکم!

میں لاہور اکثر آتا ہوں لیکن آج مجھے یہاں آکر کئی گنا مسرت ہوئی' چونکہ آج کا یہ اجلاس ایک خاص اہمیت کا اجلاس ہے۔ آج کا یہ اجلاس پنجاب اسمبلی کی پچاس سالہ سالگرہ کی یاد میں منایا جارہا ہے۔ آج کے اس اجلاس کی بہت سی خصوصیات ہیں۔ نہ صرف یہ کہ آج کے اجلاس میں تقریباً سارے کے سارے اراکین اسمبلی موجود ہیں' بلکہ آج یہاں پر نہ صرف پنجاب کی بلکہ پورے پاکستان کی نمائندگی ہو رہی ہے۔ گورنر صاحبان موجود ہیں' وزرائے اعلیٰ موجود ہیں' وفاقی حکومت کے اراکین موجود ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آج پنجاب کے اس شہر کے اندر ایک ایسی تقریب منعقد کی جارہی ہے جس میں ہمیں بہت سی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ میں اس کے متعلق آپ کی خدمت میں بعد میں کچھ گزارش کروں گا۔ لیکن فی الحال میں جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو صاحب کا بہت ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے یہ شرف بخشا کہ میں آج پنجاب اسمبلی کے اراکین اور دوسرے صوبوں سے آنے والے معمانان گرامی سے اپنے خیالات کا اظہار کر سکوں۔

میں جناب میاں نواز شریف صاحب کا از حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے جن جذبات کا اظہار کیا اور میرے متعلق جو چند کلمات کے' میں اپنے آپ کو اس کا مستحق نہیں سمجھتا۔ لیکن جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے اگر میں یہ کہوں تو بے جانہ ہو گا کہ جناب وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف کی تقریر بڑی فکرانگیز' بڑی جاذب اور بڑی موثر ہے۔ میں قائد حزب اختلاف میاں محمد افضل حیات صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بھی اپنی طرف سے نہایت جامع تصور پیش کرنے کی کوشش کی۔ لیکن بقول شخصے' آج کا اجلاس میاں نواز شریف لوٹ کر لے گئے۔

پیشتر اس کے کہ میں کچھ اور خیالات کا اظہار کروں' میں جناب میاں منظور احمد وٹو صاحب کو اس پر مبارکباد دوں گا کہ میں نے بہت سے اجلاس دیکھے' لیکن جس طریقے سے اس اجلاس کا اہتمام کیا گیا ہے وہ قابل ستائش ہے۔ اس اجلاس کے دعوت نامے دیکھ کر یہ دل کرتا تھا کہ اس کو جزدان میں رکھ کر اوپر کہیں رکھ دیں۔ اتنے خوبصورت دعوت نامے!

یہاں آنے سے پہلے میں نے ایک یادگار تختی کی نقاب کشائی بھی کی ہے۔ میں اپنے آپ کو اس کا مستحق نہیں سمجھتا۔ لیکن میں جناب سپیکر صاحب کا' میاں نواز شریف صاحب کا اور آپ حضرات کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے جو عزت بخشی' میرے پاس سوائے دعا کے' اور کچھ دوا کے' اور کچھ نہیں۔

میری مسرت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آج زندہ دلان پنجاب کا نمائندہ اور منتخب بااختیار ادارہ اپنی زندگی کے پچاس سال مکمل کر کے اپنی گولڈن جوبلی منا رہا ہے۔ ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو آج اس ادارے کی عمر پچاس برس نہیں بلکہ نوے سال ہے۔ اس نے اپنی زندگی کے پہلے چالیس برس ایک نامزد ادارے کے طور پر گزارے اور پچھلے پچاس سال ایک منتخب لیجسلیٹو اسمبلی کی حیثیت سے۔ دونوں حیثیتوں سے اس کی اپنی تاریخ اور اپنی روایات ہیں جن پر میں آپ سب کو اور اس اسمبلی کو مبارکباد دیتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں پچھلے ساڑھے دس سال سے مختلف ایوانوں میں مختلف موضوعات پر تقریریں کرتا رہا ہوں۔ میں آپ کا اس لحاظ سے بھی شکر گزار ہوں کہ آپ نے ازراہ کرم مجھ پر یہ بھی عنایت فرمانے کی کوشش کی ہے کہ میں Rostrum سے ہی بولوں۔ لیکن جناب سپیکر! میں آج اس ایوان کے سامنے ایک Commoner کی حیثیت سے آپ سے مخاطب ہونا چاہتا ہوں۔ اور آج اس ایوان کے سامنے بولتے ہوئے مجھے اپنی کم مائیگی کا جس قدر احساس ہو رہا ہے پہلے شاید کبھی نہ تھا۔ آج میرے سامنے ایک طرف پنجاب اسمبلی کی نوے سالہ تاریخ ہے تو دوسری طرف پاکستان میں پارلیمانی سیاست کے نشیب و فراز ہیں۔ مجھے ایک طرف یہاں علامہ اقبالؒ کے افکار کی گونج سنائی دے رہی ہے تو دوسری طرف ایشیا کے عظیم رہنما اور پاکستان کے قابل اعتماد دوست جناب چو این لائی کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ جنھوں نے ۲۳ر فروری ۱۹۶۴ء کو اس اسمبلی سے خطاب فرمایا۔ آج کے اجتماع میں اندرون ملک اور بیرون ملک سے ایسی برگزیدہ ہستیاں تشریف فرما ہیں کہ میں اپنے آپ کو صحیح معنوں میں طفل مکتب محسوس کر رہا ہوں۔ البتہ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ مجھ سے پہلے مقررین نے آج کے اجلاس کی مناسبت سے بہت کچھ کہہ دیا ہے۔

اسمبلی کے سپیکر جناب منظور احمد وٹو نے اس ادارے کی تاریخ اور ذمہ داریوں پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور بڑے پر اثر انداز میں پارلیمانی روایات کی اہمیت بیان فرمائی۔ جبکہ میاں نواز شریف صاحب اور میاں محمد افضل حیات صاحب نے بڑی فصاحت سے پاکستان کے جمہوری عمل کا احاطہ کیا ہے اور اپنے اپنے انداز میں اپنے موضوع سے پورا انصاف کیا ہے۔ میاں نواز شریف اور میاں محمد افضل حیات' دونوں "میاں" ہیں۔ ایک کا تعلق لاہور سے ہے تو دوسرے کا گجرات سے۔ ایک قائد ایوان کی کرسی پر تشریف فرما ہیں تو دوسرے قائد حزب اختلاف کی گدی پر براجمان ہیں۔ مجھے امید ہے کہ نہ صرف موجودہ نظام کے تحت جمہوریت کی گاڑی کو احسن طریقے سے چلائیں گے' بلکہ یہاں اچھی جمہوری روایات بھی قائم کریں گے۔ ان کے ساتھ سولہ خواتین سمیت ۲۴۰ اراکین اسمبلی ہیں۔ یہ ساری کی ساری سولہ خواتین "سولہ سنگھار" میں مصروف نہیں رہتیں' بلکہ اپنے فرائض کی طرف بھی توجہ دیتی ہیں۔ جبکہ مرد ارکان کی بھاری اکثریت اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ جیسا کہ منظور احمد وٹو صاحب نے بھی پہلے فرمایا' ان میں سے ۱۱۹ ارکان گریجویٹ یا پوسٹ گریجویٹ کی ڈگری رکھتے

ہیں۔ اتنے عمدہ تعلیم یافتہ اور روشن خیال ایوان سے بجا طور پر اعلیٰ توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ ان توقعات پر پورے اتریں گے۔

آج کے ایوان میں ہمارے چند غیر ملکی مہمان بھی تشریف فرما ہیں جو ہماری خصوصی دعوت پر تشریف لائے ہیں۔ میں انہیں خوش آمدید کہتا ہوں اور ان کا اپنی طرف سے 'جناب سپیکر' آپ کی طرف سے اور اس ایوان کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے یہاں آنے کی زحمت فرمائی۔ میں خاص طور پر ترکی 'ایران' برطانیہ 'ماریشس اور ملائشیا کے ایوانوں کے سربراہان اور نمائندوں کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے پارلیمانی عوامل اور روایات پر بڑے بصیرت افروز انداز میں روشنی ڈالی۔ ان کے تجربات یقیناً قابل قدر اور ان کے خیالات قابل ستائش ہیں۔

میں پنجاب اسمبلی کے سپیکر میاں منظور احمد وٹو صاحب اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف صاحب کو خصوصی مبارکباد کا مستحق سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اس پر شکوہ اور پروقار اور پر ہجوم اجلاس کا اہتمام فرمایا۔ اسمبلی کے ہال سے لے کر اس کی گیلریوں تک یہاں کا گوشہ گوشہ برگزیدہ ہستیوں سے جگمگا رہا ہے۔ ایک طرف سابق سینئر پارلیمانی ہستیاں نظر آ رہی ہیں تو دوسری طرف چاروں صوبوں 'آزاد کشمیر اور وفاق سے چیدہ چیدہ شخصیات تشریف فرما ہیں۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میں صرف پنجاب اسمبلی کے خصوصی اجلاس سے خطاب نہیں کر رہا بلکہ ملک کی متاع فکر و دانش اور ارباب جمہوریت کے سامنے اظہار خیال کر رہا ہوں۔ ایسے بھرپور اور نمائندہ اجلاس کئی نسلوں کے بعد منعقد ہوتے ہیں۔ اور ان سے خطاب کرنے کا اعزاز بہت کم خوش قسمتوں کو نصیب ہوتا ہے۔ میں اپنی اس خوش قسمتی پر نازاں بھی ہوں اور پنجاب اسمبلی کا شکر گزار بھی۔ ایسے اجلاس تاریخ کو دہرانے کا موقع بھی فراہم کرتے ہیں اور مستقبل میں جھانکنے کا بھی۔ ان کے ذریعے آئندہ کے خوابوں کو سنوارنے کا بھی موقع ملتا ہے اور ماضی کے چکنا چور خوابوں کی کرچیاں چننے کا بھی۔ میرا آج کا خطاب ماضی کے انہیں شکستہ خوابوں اور مستقبل کی امنگوں کا امتزاج ہے:

جناب سپیکر! اگر برطانیہ مدر آف پارلیمنٹ کہلاتا ہے تو پنجاب اسمبلی کو کم از کم پاکستان کی حد تک مدر آف پارلیمنٹ یا گرینڈ مدر آف پارلیمنٹ بڑے شوق سے کہہ سکتے ہیں کیونکہ اب اس کی عمر ایک برتھ سرٹیفکیٹ کے مطابق ۷۰ سال ہے۔ اس اسمبلی کو گرینڈ مدر کے باوقار رتبے تک پہنچنے کیلئے جن مراحل سے گزرنا پڑا ہے وہ آپ کے سامنے ہے اور جناب سپیکر اپنی تقریر میں ان مراحل کا اعادہ آپ بھی کر چکے ہیں۔ میں صرف ایک بنیادی نکتے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہوں گا اور وہ یہ ہے کہ پنجاب اسمبلی اور اس کی پیش رو پنجاب کونسل کب 'کیوں اور کن مقاصد کیلئے بنائی گئی۔ آپ کو یاد ہو گا کہ یورپ میں صنعتی انقلاب کے بعد برطانوی معاشرے میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا جس نے سماجی اور معاشی لحاظ سے اتنی اہمیت حاصل کر لی تھی کہ اسے برطانیہ کی پارلیمانی زندگی میں ضم کرنا بہت ضروری ہو گیا تھا۔ ورنہ خدشہ تھا کہ یہ عناصر برطانیہ کے سیاسی نظام کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج ثابت ہوں گے۔ چنانچہ بنیادی طور پر اس طبقے کو accommodate کرنے کیلئے برطانیہ میں پارلیمانی اصلاحات کی گئیں جو کہ "مورلے منٹو ریفارمز" کے نام سے مشہور ہوئیں۔ ریفارمز کے متعلق ایک برطانوی مصنف لکھتے ہیں۔

"In 1832 British Parliament took note of the social and economic changes wrought by the Industrial Revolution and gave the vote to those whom it has brought into prominence. By the terms of the Reform Bill of that year the country's ruling class admitted the new industrial and commercial bourgeois to a share of the rewards of the political system and so avoided the development of extra parliamentary confrontation."

"۱۸۳۲ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے صنعتی انقلاب کے نتیجے میں پیدا شدہ سماجی اور اقتصادی تبدیلیوں کا نوٹس لیا۔ اور لوگوں کو ووٹ کا حق دیا۔ جو ان تبدیلیوں کی وجہ سے اہمیت حاصل کر چکے تھے۔ گویا ۱۸۳۲ء کے اصلاحی بل کے ذریعے برطانیہ کے حکمران طبقے نے نودولتیوں کو اپنے سیاسی نظام میں ضم کر کے اپنے سیاسی نظام کو ایک غیر پارلیمانی تصادم سے بچا لیا۔"

کتاب کا نام ہے Prelude to Partition اور مصنف کا نام ہے David Page یہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی چھپی ہوئی ہے اور ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی ہے۔

کوئی نصف صدی کے بعد برطانوی حکمرانوں کو محسوس ہوا کہ برصغیر میں بھی کچھ ایسے لوگ ابھر رہے ہیں جو اپنے حقوق کی بات کرتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر وہ لوگ تھے جو خود برطانوی اداروں کے فارغ التحصیل تھے۔ چنانچہ حکومت برطانیہ نے وہی نسخہ برصغیر میں بھی آزمانے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے طے کیا کہ یہاں بھی کوئی ایسا نظام رائج کیا جائے کہ جس کے ذریعے مقامی لوگوں کو کم از کم مقامی سطح پر امور مملکت میں شریک کر کے کنٹرول کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے انیسویں صدی کے آخر میں برصغیر میں ایسی اصلاحات متعارف کروائیں جن سے وہ دو مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ایک اپنے حقوق کا واویلا کرنے والے تعلیم یافتہ افراد کو اپنے سامراجی نظام میں ضم کرنا اور دوسرے اس وقت کے ہندوستان کی با اثر شخصیات کو شریک اقتدار کا تاثر دے کر ان کا تعاون حاصل کرنا تھا۔ اگر ان دستوری اصلاحات کے نتیجے میں قائم کردہ کونسلوں پر نظر ڈالیں تو آپ کو انیسویں صدی کے اختتام سے ۱۹۳۵ء تک ان اداروں میں ایسے ہی افراد ملیں گے 'جن کا میں نے ابھی ذکر کیا۔ مذکورہ برطانوی مصنف کے مطابق یہ اصلاحات جمہوریت کو فروغ دینے کے لئے نہیں بلکہ سامراجی کنٹرول کو تقویت دینے کے لئے کی گئی تھیں۔ ۱۹۳۵ء کے انڈیا ایکٹ کے تحت جب لیجسلیٹو کونسل کو لیجسلیٹو اسمبلی میں تبدیل کر کے نامزدگی کی جگہ انتخاب کا طریقہ اپنایا گیا تو بیشک دستوری لحاظ سے یہ Self-rule کی طرف ایک اہم قدم تھا اور ان کے قیام کا مقصد ایک آزاد مملکت کے قانون ساز اداروں کی بجائے ایک نو آبادیاتی نظام کے تقاضوں کو پورا کرنا تھا۔

پھر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کا سورج طلوع ہوتا ہے۔ یہ اپنے ساتھ مکمل آزادی کا پیغام لاتا ہے۔ گویا لالہ و گل کے مہکنے اور گلشن کے لئے طرح نو ڈالنے کا موسم آتا ہے۔ لیکن قیام پاکستان کے ساتھ ہی جو خون کی ہولی کھیلی گئی اور نوزائیدہ مملکت کو جن انتظامی 'اقتصادی' سماجی اور دفاعی مسائل کا سامنا کرنا پڑا اس کے پیش نظر گلشن پاکستان کی آئینی طرح بندی کا کام پیچھے پڑ گیا۔ نئی حکومت کو مرکزی اور صوبائی سطح پر 'جس میں مہاجرین کی دیکھ بھال کے لحاظ سے صوبہ پنجاب پیش پیش تھا' ان مسائل سے نپٹنا پڑا۔ ان فوری مسائل کی شدت ذرا کم ہوئی تو آشیاں بندی کے ماہر 'قوم کے محسن' پاکستان کے بانی ہم سے جدا ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

قائد اعظمؒ جسمانی لحاظ سے تو ہم سے بچھڑ گئے لیکن ہماری رہنمائی کے لئے اپنے افکار ہمارے پاس چھوڑ گئے۔ ان کی تقاریر، انٹرویوز اور پیغامات سے ان کے اسلامی افکار اور تعمیر پاکستان کے لئے اسلامی اصولوں اور اقدار کی بڑی واضح نشاندہی ہوتی ہے۔ میں صرف دو اقتباسات پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا۔ اور اس کی ضرورت یوں محسوس ہوئی ہے کہ آج ہمارے ہاں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے کہ

"قائد اعظمؒ پاکستان میں ایک سیکولر سٹیٹ لانا چاہتے تھے"

"قائد اعظمؒ کو اسلام سے کوئی تعارف نہیں تھا"

"قائد اعظمؒ صرف مسلمانوں کو آلہ کار بنا کر ایک حکومت لینا چاہتے تھے جس کی سربراہی وہ خود لینا چاہتے تھے"

(نعوذ باللہ) قطعاً غلط ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان چھوٹے سے دو مختصر اقتباسات کے بعد آپ بھی مجھ سے تائید کریں گے۔ قائد اعظمؒ نے ۲۵ر جنوری ۱۹۴۸ء پاکستان بننے کے بعد کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بعض لوگ کیوں یہ شرپسند پراپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ آئین شریعت اسلام کے مطابق ہوگا یا نہیں۔ اسلام جو آج بھی اتنا ہی قابل عمل دین ہے جتنا تیرہ سو سال پہلے تھا جمہوریت کا علمبردار ہے۔ اسلام ہی ہے جو ہر شخص کو عدل وانصاف اور مساوی حقوق عطا کرتا ہے۔ ہم اس کے مطابق آئین بنائیں گے اور دنیا کو دکھا دیں گے"۔

یہ قائد اعظمؒ کی تقریر کا ایک اقتباس ۲۵ر جنوری ۱۹۴۸ء کا ہے۔

پھر ۱۴ر فروری ۱۹۴۸ء کو انہوں نے اسی موضوع پر ایک مرتبہ پھر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا۔ قائد اعظمؒ فرماتے ہیں:

"یہ سکیم پیش کرتے وقت میرے پیش نظر ایک ہی اصول رہا' مسلم جمہوریت کا اصول'

قائد اعظمؒ فرماتے ہیں کہ:

"میرا یہ ایمان ہے کہ ہماری نجات انہی سنہری اصولوں کو اپنانے میں ہے جو ہمیں عظیم قانون دہندہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیئے تھے"

قائد اعظمؒ فرماتے ہیں:

"تو آیئے اپنی جمہوریت کی بنیاد اسلامی نظریوں اور اصولوں پر رکھیں"

قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی طرح مفکر پاکستان علامہ اقبالؒ کی سوچ بھی اس موضوع پر نہایت واضح ہے۔ ان کے لاتعداد خطوط' مقالے اور صدارتی خطبے اس بات کے شاہد ہیں کہ وہ پاکستان میں ہر نظام' شریعت کے مطابق چاہتے تھے اور جانتے تھے کہ الگ وطن کے بغیر نفاذ شریعت ناممکن ہے۔ طوالت کے ڈر سے میں صرف ایک اقتباس پر اکتفا کرتا ہوں۔ علامہ اقبالؒ نے قائد اعظمؒ کے نام ایک خط میں ۲۸ر مئی ۱۹۳۱ء کو لکھا ہے۔ علامہ لکھتے ہیں:

"عرصہ دراز تک اسلامی قانون کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر اس قانون کو صحیح طور پر سمجھ کر نافذ کیا جائے تو کم از کم ہر شخص کو باحتیاج زندگی کا حق دار ہوگا لیکن اس ملک ہندوستان میں اسلامی شریعت کو مرتب اور نافذ کرنا ایک آزاد اسلامی مملکت یا مملکتوں کے بغیر ناممکن ہے"۔ یہ پاکستان کی بنیاد کا مرکزی فلسفہ ہے........

پاکستان کے ان دو عظیم ترین قائدین کی اس واضح سوچ کے باوجود ۱۹۴۸ء کے بعد اس مملکت خداداد پر جو گزری ہم سب کے سامنے ہے۔ میں کوئی سیاسی' قانونی یا آئینی ماہر نہیں ہوں کہ ماضی کے نشیب و فراز پر کوئی حتمی رائے دے سکوں لیکن ان شعبوں پر گہری نظر رکھنے والوں کا تجزیہ یہ ہے کہ ہم نے اس دور میں دو غلطیاں کیں۔ پہلی غلطی یہ ہے کہ ۱۹۳۵ء کے انڈیا ایکٹ کو معمولی ترامیم کے ساتھ اپنے عبوری آئین کی بنیاد بنایا اور متواتر ۸ سال تک اپنائے رکھا اور لمحے بھر کو یہ نہ سوچا کہ ہم کس قوم کے فرد ہیں؟ ہمیں علامہ اقبالؒ اور قائد اعظمؒ نے کون سی راہ دکھائی ہے؟ ہمارا تشخص، ہماری اور فکری ورثہ کیا ہے؟ ہم نے کیوں آزادی حاصل کی ہے؟ اور اس کے کیا تقاضے ہیں؟ اور آیا عہد غلامی کے قائم کردہ ادارے' ایکٹ اور قانون جو ایک سامراجی حکومت نے وضع کئے تھے ہمارے نئے تقاضوں پر پورا اترتے ہیں یا نہیں؟

ان ماہرین کے مطابق ہم نے دوسری غلطی یہ کی کہ ہم نے غیروں کے دیئے ہوئے جس نظام کو اپنایا اس کے تقاضے بھی پورے نہ کئے۔ مغربی پارلیمانی نظام کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ ملک میں مضبوط سیاسی پارٹیاں ہوں مقررہ وقت پر ملک میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر براہ راست انتخابات ہوں۔ اکثریتی پارٹی اپنا لیڈر منتخب کرے اور دوسری پارٹی یا پارٹیاں اپوزیشن میں بیٹھیں اور وہ بھی اپنا ایک لیڈر یعنی لیڈر آف دی اپوزیشن منتخب کریں اور حکمران پارٹی نہ صرف حزب اختلاف کی سخت سے سخت تنقید برداشت کرے بلکہ لیڈر آف دی اپوزیشن کو عزت ووقار کا مقام دے کیونکہ آج کا قائد حزب اختلاف بالعموم کل کا قائد حزب اقتدار ہوتا ہے۔ یوں ادارے اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں اور افراد آتے رہتے ہیں اور جاتے رہتے ہیں۔ بلکہ اداروں کے استحکام میں افراد کا گہرا ہاتھ ہوتا ہے اور افراد کی تعمیر میں ادارے اہم کردار ادا کرتے ہیں لیکن کسی نظام کو کامیابی سے چلانے اور اسے دوام بخشنے کے لئے ازحد ضروری ہے کہ اداروں کو افراد پر فوقیت دی جائے بلکہ ضرورت پڑے تو اداروں اور ان سے وابستہ اقدار کی بقاء کے لئے افراد کو بھی قربان کر دیا جائے اگر اس کی ضرورت ہو۔

اب ذرا غور فرمایئے کہ ہم نے مغربی پارلیمانی نظام تو اپنا لیا ہے لیکن اس کے ساتھ سلوک ہم نے کیا کیا؟ ہم نے سالہا سال تک انتخابات کا رخ نہ کیا اور اقتدار برقرار رکھنے کے لئے محلاتی سازشوں میں الجھ کر رہ گئے۔ ہم نے سیاسی پارٹیوں کو مضبوط بنانے اور عوام میں ان کی جڑیں مستحکم کرنے کی طرف قطعاً توجہ نہیں دی۔ ہم نے اداروں کی اہمیت کو نظرانداز کرکے افراد پر اپنی توجہ مرکوز کر دی۔ کبھی اندرون ملک کسی سیاسی شاطر کی شہ پر حکومت توڑ دی تو کبھی بیرون ملک متعین سفیر کو واپس بلا کر وزیر اعظم کی گدی پر بٹھا دیا۔ کبھی ایک سربراہ مملکت کے اشارے پر پارٹی نے اپنا قبلہ بدل لیا اور کبھی اس پارٹی کے ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے خلاف سازش کرکے اسے نیچا دکھا دیا۔ یہ داستان طویل بھی ہے اور دردناک بھی۔ اس میں کئی پردہ نشینوں کے نام بھی آتے ہیں اور سرعام جھومنے والے کج کلاہوں کے بھی۔ ان زخموں کو جتنا کم کریدا جائے بہتر ہے۔

پھر خدا خدا کرکے ۱۹۵۶ء کا آئین بنا۔ ان مشکل حالات میں یہ بھی ایک بہت بڑا کارنامہ سمجھا گیا لیکن اس آئین کے ساتھ کیا بیتی؟ آپ کو معلوم ہے۔ میں اس افسوسناک داستان کی تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا لیکن اس حوالے سے جو نقطہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس آئین کا خمیر بھی مغربی پارلیمانی نظام سے اٹھایا گیا تھا اس کی روح اسلامی نہیں تھی۔ اس کی ہیئت بھی اسلامی نہیں تھی اس کا نظام حکومت بھی اسلامی نہیں تھا۔ یہ تو مغربی پارلیمانی نظام کو اپنے مقامی تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کی ایک کوشش تھی لیکن اس پر بھی خلوص دل سے عمل نہیں کیا گیا اس آئین کی منسوخی کے ساتھ ہی ملک مارشل لاء کی چھتری تلے چلا گیا اور اس آکسیجن ٹینٹ سے ایک اور نوزائیدہ جمہوریت نمودار ہوئی۔

مستقبل کے مورخ اس بات پر بحث کرتے رہیں گے کہ ہم نے ۱۹۵۸ء سے لے کر ۱۹۶۹ء تک کے دس گیارہ برسوں میں کیا کھویا کیا پایا لیکن اس دور کا جو پہلو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب اس وقت کے سیاستدانوں نے فیلڈ مارشل ایوب خان کے خلاف تحریک چلائی تو سرفہرست ان کے دو مطالبات تھے' بالغ رائے دہی کی بنیاد پر براہ راست انتخابات کرائے جائیں' اور دوسرے' مروجہ صدارتی نظام ختم کرکے پارلیمانی جمہوری نظام قائم کیا جائے۔ گویا اس ۶ ماہ کی طوفانی تحریک کی تان ٹوٹی تو اسلامی نظام پر نہیں پارلیمانی جمہوری نظام پر۔ ان تحریک چلانے والوں کے کیا ہاتھ آیا؟ اور دوسرے مارشل لاء میں ملک کس انجام کو پہنچا؟ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اس طرح دوسرے مارشل لاء کے

المناک انجام کے بعد کس طرح کی جمہوریت آئی اور ملک کو جمہوریت کے لبادے میں کس قسم کی آمریت کا ذائقہ چکھنا پڑا' کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یہ باتیں زیادہ پرانی نہیں ہیں لیکن ہم اکثر بھول جاتے ہیں۔ اس لئے کبھی کبھی اپنی تاریخ کے کچھ اوراق کا اعادہ کرنا ضرور مفید ثابت ہوتا ہے۔

آپ مجھ سے زیادہ سیاسی تجربہ اور بہتر سیاسی بصیرت رکھتے ہیں۔ آپ نے یقیناً غور فرمایا ہوگا کہ پاکستان میں جمہوریت کا پودا کیوں جڑ نہیں پکڑ سکا۔ آپ چاہیں تو اسے سیاستدانوں کی نااہلی پر محمول کر سکتے ہیں۔ آپ چاہیں تو اسے فوجی مداخلت سے منسوب کر سکتے ہیں۔ آپ چاہیں تو اسے افراد کی ہوس اقتدار کا شاخسانہ قرار دے سکتے ہیں۔ آپ چاہیں تو اسے انتخابات میں بے قاعدگی کا نتیجہ کہہ سکتے ہیں۔ لیکن میں اپنی حقیر رائے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کا اصل سبب کچھ اور ہے۔ میرے خیال میں ہم ایک بنیادی فکری تضاد کا شکار ہیں۔

There is dichotomy in our thoughts and actions. Our spirit is something else, our body is something else and we don't know really what is in our minds.

ایک طرف تو ہم ایک سو سال سے ایک مغربی طرز کے سیاسی عمل کو دیکھ رہے ہیں اور اکثر سابقہ نو آبادیوں کی طرح' اپنے سابقہ آقاؤں کے طرز حکومت کو شعوری یا غیر شعوری طور پر مقدس اور بالاتر سمجھتے ہیں اور اس کی نقل کرنے ہی کو کامیابی کی انتہا سمجھتے ہیں اور دوسری طرف ہم بجا طور پر اپنے روحانی' فکری' تہذیبی اور نظریاتی رشتہ اسلام سے جوڑتے ہیں۔ چودہ سو سال سے کہتے آرہے ہیں کہ ہمارا دین ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہماری زندگی کے ہر شعبہ کا احاطہ کرتا ہے۔ لیکن ہم اپنے اس سیاسی شعبے کو اس سے دور رکھتے ہیں۔ ہم تحریک آزادی کے دوران نعرے لگاتے رہے ہیں کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ! لیکن جب پاکستان بن جاتا ہے تو اس نعرے کو پس پشت ڈال کر کوئی اور نظام حکومت اپنا لیتے ہیں۔ طویل جدوجہد آزادی کے بعد اپنا الگ وطن حاصل کرتے ہیں تو اسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نام دیتے ہیں۔ لیکن عملاً اسلامی جمہوریت کی طرف کوئی قدم نہیں بڑھاتے۔ ہم اپنے ملک کا دارالحکومت بناتے ہیں تو بڑے فخر سے اس کا نام اسلام آباد رکھتے ہیں لیکن پارلیمنٹ میں اسلام کا داخلہ ممنوع قرار دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہم اس اسمبلی کے سامنے یادگاری مینار کھڑا کرتے ہیں اسے Islamic Summit Monument یعنی اسلامی سربراہ کانفرنس کا یادگاری مینار کہتے ہیں اور اس کے زیر سایہ قرآن پاک کا ایک کھلا نسخہ دیدار عام کے لئے رکھ دیتے ہیں تاکہ ہر وقت ہمیں اپنی منزل کی یاد دہانی ہوتی رہے لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو ہم منہ دوسری طرف موڑ لیتے ہیں۔

جناب سپیکر! میری ان ساری گزارشات کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ مغربی پارلیمانی نظام کے حوالے سے ہمارا ریکارڈ کچھ زیادہ اچھا نہیں ہے اور نہ ہی اس دور کی روایات ہمارے لئے قابل تقلید ہیں بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہم لاکھ تجربے کرتے رہیں سرزمین پاکستان میں جمہوریت کا صرف وہی پودا جڑ پکڑے گا جس کی جڑیں اسلام میں پیوست ہوں گی۔ کیونکہ ہمارا خمیر اسلام سے اٹھایا گیا ہے اس ملک کا خمیر اسلامی نظریے سے اٹھایا گیا اور اس ملک کا مستقبل اسلام اور صرف اسلام سے وابستہ ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم آزادی حاصل کرنے کے لئے تو اسلام کا سہارا لیں لیکن جب آزادی مل جائے تو اسلام کو نعوذ باللہ نظر انداز کر کے دوسروں کے نظام حیات اور نظام حکومت کو اپنانے لگیں۔ مجھے دوسروں کے نظام حکومت پر کوئی اعتراض نہیں وہ نظام اچھا ہے ان کے ہاں اچھی طرح چل رہا ہے لیکن ہماری زمین اس کے لئے موزوں نہیں ہے۔ مغربی جمہوریت کیلئے ہماری بنجر اور شور زدہ زمین اسلامی جمہوریت کیلئے زرخیز زمین ثابت ہوگی۔ ہم چالیس برس تک کسی اور طرف بھٹکتے رہے ہیں۔ جتنی جلدی اپنے اصل کی طرف لوٹ آئیں گے ہمارے سارے پارلیمانی اور جمہوری مسائل انشاءاللہ حل ہو جائیں گے۔ عزم صمیم اور صدق دل کے ساتھ اسلامی جمہوریت کی ابتداء تو کیجئے پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ کس طرح فضل و کرم کی بارشیں کرتے ہیں۔ یہاں یہ بھی عرض کر دوں اسلامی جمہوریت آپ کو پیچھے کی طرف نہیں آگے کی طرف لے جائے گی کیونکہ اسلام ایک جامع طرز حکومت پر زور دینے کی بجائے آپ کو رہنما اصول مہیا کرتا ہے۔ جو آج بھی قابل عمل اور کل بھی قابل عمل ہوں گے۔

جناب سپیکر! میری تقریر کا دھارا اسلامی جمہوریت کی طرف بہتا دیکھ کر آپ یہ نہ سمجھئے کہ میں الٹی گنگا بہا رہا ہوں اور ملک میں رائج جمہوری عمل کو پیچھے کی طرف لے جانا چاہتا ہوں ہرگز نہیں! بلکہ اس پر ہجوم عوام کے سامنے میں واضح طور پر یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ میں وقت کے مروجہ دھارے کے ساتھ ہوں۔ میں اسے نہ صرف اپنی تخلیق سمجھتا ہوں بلکہ اسے کامیاب بھی دیکھنا چاہتا ہوں ___ ہم نے مارشل لاء کے عین شباب میں کسی دباؤ کے بغیر عام انتخابات کروائے تھے۔ صوبائی اور قومی سطح پر رضاکارانہ طور پر جمہوری ادارے قائم کئے تھے۔ ان اداروں کے سربراہ قائم ہوئے ہیں اور انہوں نے آپ کے توسط سے اعتماد کے ووٹ حاصل کئے۔ صوبائی اور وفاقی سطح پر اس طرح نمائندہ حکومتیں قائم کیں۔ ملک سے مارشل لاء اٹھا کر وطن عزیز کو جمہوری راہ پر ہم نے ڈالا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میں نے اسلام کے نام پر ریفرنڈم جیتنے کے باوجود' عوام کے نمائندوں کی اس خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا کہ وہ اسمبلیوں کو نہ صرف غیر جماعتی اداروں سے جماعتی ادارے بنا دیں گے بلکہ یہاں معروف جمہوری پارلیمانی نظام چلائیں گے۔

میں پچھلے تین سال سے بڑی خوشی سے یہ سیاسی عمل دیکھ رہا ہوں۔ فکر مند آنکھوں سے نہیں پر اعتماد نگاہوں سے ___ کیونکہ میں اسے پھلتا پھولتا دیکھ کر خوش ہو رہا ہوں اور محسوس کرتا ہوں کہ ان اداروں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے اور زمین پر انہیں عوام کی پشت پناہی حاصل ہے۔ انہیں ڈر کس بات کا ہے؟ اگر کوئی کہے کہ ڈر فوج کا ہے تو فوج بھی تو آپ کے ہی تابع ہے۔ فوج کس کی ہے؟ اس ملک کی ہے۔ کہیں باہر سے تو آدمی نہیں آئے ہیں' لہٰذا میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ پیشتر اس کے کہ آپ کسی اور طرف توجہ فرمائیں۔ ہم سب اپنے آپ کو یہ کہتے ہیں کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے۔ پاکستان کا نظریہ اسلامی نظریہ ہے۔ پاکستان اسلامی آئیڈیالوجی کے تحت بنایا گیا ہے۔ میں صرف آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ آپ نے کبھی اس چیز کی طرف توجہ فرمائی ہے کہ نظریہ ہوتا کیا ہے۔ What is ideology? اگر آپ اجازت دیں تو میں آئیڈیالوجی کے متعلق انگریزی زبان میں عرض کروں۔

A body of ideas that reflects the beliefs and interests of a nation. It is a political system, it is a set of ideas which is believed with such convictions as to be irrefutable. These ideas govern the individual and collective life of a man, society and the nation.

اردو میں' میں یہ کہوں گا کہ آئیڈیالوجی' نظریہ' ایسے نظریات کے مجموعے کا نام ہے جو کسی قوم کے اعتقادات' مفادات اور سیاسی نظام کی عکاسی کرتے ہیں۔ گویا ایسے نظریات ہوتے ہیں جن پر کسی قوم کا ناقابل تردید یقین ہوتا ہے۔ اور یہ نظریات انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہی نہیں پوری قوم اور پورے معاشرے کا احاطہ کرتے ہیں۔

اب آپ مجھے یہ بتائیے کہ اگر پاکستان کا نظریہ' اگر Ideology of Pakistan is Islam اگر ہم کہتے ہیں کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ! تو پھر آپ بتائیے کہ پاکستان کے سیاسی نظام کے اندر کونسی روح ہونی چاہئے؟ میں آپ کو کسی غلط راستے پر لے جانے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں۔ میں تو صرف آپ کی خدمت میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ

میں نے آپ کے توسط سے "پاکستان کے عوام نے مجھے ۱۹۸۴ء میں ریفرنڈم کے ذریعے ایک منتخب صدر ہونے کا اعزاز بخشا۔ اور میں نے ان کے سامنے کیا وعدہ کیا تھا؟ کہ اگر گزشتہ پانچ آٹھ سال سے نظام اسلام کا طریقہ کار آپ کو منظور ہے" آپ اس کی تائید کرتے ہیں "اور آپ یہ چاہتے ہیں کہ آئندہ پانچ سال کیلئے یہی نظام اسلام کا طریقہ رائج رہے اور آخر میں اس ملک کا نظریہ جو کہ نظریہ اسلام ہے وہ سبقت لے جائے تو آپ مجھے پانچ سال کیلئے منتخب کرنے کے اگر خواہاں ہیں تو کہئے "ہاں" ۹۸ فیصد لوگوں نے ہاں کہا۔

آج وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ضیاءالحق صاحب آپ تو صدر بن کر بیٹھ گئے اور لوگ کہتے ہیں کہ وردی اتارو" آپ کہتے ہیں کہ میں ۱۹۹۰ء تک قائم و دائم رہوں گا۔ آپ نے تو ہم سے کچھ وعدہ کیا تھا۔ میں ان کا قصوروار ہوں۔ میں آپ کے سامنے سرعام اس چیز کا اعلان کرتا ہوں کہ میں ان کا قصوروار ہوں۔ کیونکہ میں نے یہ وعدہ پورا تو کرنا تھا۔ لیکن جو طریقہ کار ہم نے اپنایا اس میں "میں آپ کے تابع ہوں۔ کیونکہ مجھے پوری امید تھی کہ اسلام جس طریقے پر ہم نے رائج کیا ہے' جو تدریجی عمل چل رہا ہے یہ انشاءاللہ ضرور ہمیں ایک دن منزل مقصود پر لے جائے گا۔ اس کیلئے عوام کے نمائندے چاہئیں اور عوام کے نمائندوں کے لئے الیکشن ہونا چاہئے۔ الیکشن ہونے کے بعد عوام کے نمائندے آئے۔ نمائندوں نے کہا کہ حضرت ضیاءالحق صاحب ہم تو وہ نظام چاہتے ہیں جو کہ پارلیمانی نظام ہو۔ ہم نان پارٹیز سسٹم کے ذریعے کام نہیں چلا سکتے۔ ہم نے تو پارٹیاں بنالی ہیں۔ میں نے کہا بسم اللہ پارٹی بنائیے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو اس نظام کے اندر یہ چیز لانا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا بسم اللہ لائیے۔ میں نے ان سے کہا کہ اسلام کی طرف بھی کچھ توجہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو اسلامی نظام چاہتے ہیں لہٰذا مجھے امید ہے کہ آج کے منتخب نمائندے اپنے اس وعدے سے پھریں گے نہیں۔ کیونکہ میں تو قصوروار ہوں' میں نے خود جو وعدہ کیا تھا ابھی تک اس پر عمل نہیں ہو سکا۔ لیکن آپ میں سے ہر شخص مرد و زن جب الیکشن کیلئے کھڑا ہوا تو اس نے سب سے پہلے یہ کہا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ" اور اگر میں جھوٹ بولوں تو آپ کل کو میرا گریبان پکڑیئے۔ اور اگر ہر شخص نے یہ نہ کہا ہو تو پھر آپ میرے ساتھ تعاون کیجئے۔ کیونکہ آپ نے تو یہ کہا تھا کہ ہم پاکستان میں اسلام لانا چاہتے ہیں۔ آپ نے یہ کہا تھا کہ ہم یہاں پر اسلامی اقدار اپنائیں گے۔ آپ نے کہا تھا کہ یہاں پر عدل و احسان کی ریل پیل ہوگی آپ نے تو فرمایا تھا کہ ہم قرآن کی بالادستی چاہتے ہیں۔ لہٰذا آیئے ان چیزوں کی طرف غور سے دیکھیں اور کوشش کریں کہ ہم اپنے اقدار کو اپناتے ہوئے آگے بڑھیں' اپنے آپ کو مضبوط کریں۔ ان اداروں کو پروان چڑھائیں۔ اور اس ملک کے دس کروڑ عوام سے جنھوں نے ان اداروں کو منتخب کیا' بجا طور پر توقع رکھتا ہوں کہ اس مغربی جمہوریت کی کوکھ سے انشاءاللہ اسلامی جمہوریت جنم لے گی یعنی ادارے' یہی ادارے مستقبل کی راہ ہموار کریں گے۔ اور ان اداروں کی سیاسی بصیرت اور اسلامی سوچ کے طفیل یہاں اسلامی جمہوریت کا پودا پیوست ہوگا۔ انشاءاللہ۔

مجھے اس بات کا بخوبی احساس ہے کہ اگر خدانخواستہ جمہوریت کا موجودہ تجربہ ناکام ہوگیا تو اسلامی جمہوریت کا قیام تو درکنار ہم ایک ایسے تاریک گڑھے میں جا گریں گے کہ اس سے نکلنا ممکن نہیں تو پہلے کی نسبت کہیں زیادہ دشوار ہوگا۔ لہٰذا آیئے اسی نظام سے' انہیں اداروں کے ذریعے اپنی اگلی منزل کی طرف پیش قدمی کریں۔ اسلامی جمہوریت کی منزل کی طرف...... یہ بات ہم سب کیلئے بڑی طمانیت کا سبب ہے کہ عزت مآب وزیراعظم پاکستان نے اپنے منشور کے طور پر جس پانچ نکاتی پروگرام کو اپنا رکھا ہے۔ اس کے سرفہرست جو نکتہ درج ہے وہ اسلامی جمہوریت کا قیام ہے۔ جس کو شک ہو وہ ان کی ۳۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کی تقریر اٹھا کر دیکھ لے۔ یا یہ سرکاری کتابچہ پڑھ لے۔ اس میں ان ترجیحات کے مطابق پہلا نکتہ یہ ہے کہ نظریہ پاکستان پر مبنی ایک مضبوط اسلامی جمہوری سیاسی نظام کا قیام یعنی نظریہ پاکستان تو نظریہ اسلام ہے ہی۔ اسی فکری بنیاد پر وہ جو سیاسی ڈھانچہ قائم کرنا چاہتے ہیں' وہ اسلامی جمہوری نظام ہے۔ ہم سب کی دعائیں اور نیک تمنائیں ان کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں' آپ کو' ہم سب کو اس میں کامرانی و کامیابی عطا فرمائے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اسلامی جمہوریت لانے کیلئے موجودہ سیاسی ڈھانچے میں انقلابی تبدیلیاں لانی پڑیں گی اور آئین میں کئی ترامیم کرنا ہوں گی بعض لوگ اسلامی جمہوریت کے عملی خدوخال کے بارے میں بھی ابہام کا شکار ہے۔ اور سمجھتے ہیں کہ ضیاءالحق اپنے ذاتی اقتدار کو طول دینے کے لئے ایک اور شوشہ چھوڑ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اصل صورت حال اس کے برعکس ہے۔ کیونکہ نظام حکومت اور نظام سیاست کے بارے میں اسلام کے رہنما اصول بڑے واضح ہیں اور انہیں عملی شکل دینے میں کوئی ابہام نہیں۔ لیکن اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ یہ معاملہ اتنا سہل نہیں ہے جتنا میں بیان کر رہا ہوں تو میرے خیال میں ملک کا موجودہ سیاسی ڈھانچہ تبدیل کئے بغیر ہم اسلامی جمہوریت کیلئے راہ ہموار کر سکتے ہیں۔ یعنی اسلامی جمہوریت کی چھتری تلے ہم نے اسلامی معاشرے کیلئے جو اقدامات کرنے ہیں ان کی ابتداء ابھی کر دیں۔

میرے خیال میں اسلامی جمہوری منزل کی راہ ہموار کرنے کیلئے جن عوامل پر فوراً کام شروع ہونا چاہئے' وہ تین عوامل ہیں۔ سب سے پہلے عدل و انصاف' خاص طور پر عدالتی انصاف۔ آپ کو اس چیز کا علم ہے کہ ہمارا موجودہ عدالتی نظام اتنا پیچیدہ اور وقت طلب ہے کہ لوگ اس سے مطمئن نہیں ہیں۔ مقدمات سالہا سال تک چلتے رہتے ہیں۔ انصاف کے طلب گار بعض اوقات انصاف کے انتظار میں انتقال کر جاتے ہیں۔ میں یہاں آپ کی خدمت میں ایک آپ بیتی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں چند روز ہوئے کراچی گیا وہاں ایک نوجوان وکیل سے میری ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان کے متعلق اخبارات میں بھی پڑھا ہوگا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا کیا ارشاد ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں ان لوگوں کی رہائی کی کوشش کرتا ہوں جو کہ جیلوں میں بغیر مقدمات چلائے' بغیر انصاف ملے قید ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ حضرت یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو یہ ہو سکتا ہے۔ آج سے کوئی تین مہینے پہلے آپ نے بھی اخبارات میں دیکھا ہوگا کہ ایک شخص نے بیس سال' ایک نام کی وجہ سے' بغیر جرم' بغیر ٹرائل کے اور بغیر کسی چیز کے' جیل میں گزارے ہیں۔ پھر اس شخص کی نسبت سے اس کو رہائی ملی۔ پرسوں میں ان کا تعارف ایک اور شخص سے کرا رہا تھا ان کا نام آپ جانتے ہیں۔ تو انہوں نے اس صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ایسے کتنے لوگ ہوں گے جو بغیر ٹرائل کے پاکستان کی جیلوں کے اندر قید ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں کم از کم بیس ہزار ایسے افراد ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اندر! لہٰذا میرے خیال میں اس سے زیادہ وضاحت میں اور نہیں کر سکتا ہوں کہ اگر ہم عدل و انصاف کے معاملے میں اسلامی نظام کی طرف رجوع کریں...... ہم سے کوتاہی ہوئی' اس میں کوئی شک نہیں۔ میں اس کی بھی ذمہ داری سنبھالتا ہوں لیکن ہم نے سب چیز تیار کر کے رکھی ہوئی ہے۔ آج منتخب حکومت کے نمائندوں کو صرف اس کو تلاش کر کے آپ کے توسط سے قوانین بنا کر قوم کے سامنے پیش کرنا ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس وقت پاکستان کے اندر گذشتہ پانچ سال سے جو کوششیں ہو رہی ہیں' اس کے ذریعے سے آج اتنے وکلاء جج صاحبان تیار ہیں کہ وہ اسلامی نکتہ نگاہ سے انصاف دینے کے قابل ہیں۔ آپ صرف انہیں سامنے لائیے اور اس کا بندوبست کیجئے۔ پاکستان کی عدالتیں عدل و انصاف اسلام کے ذریعے سے کریں گی۔

دوسرا نکتہ جو ہے وہ اقتصادی ناہمواریوں کا ہے۔ یعنی Economic inequalities بیشک اسلام جائز ذرائع سے دولت کمانے کی اجازت دیتا ہے اور اس کی کوئی حد مقرر نہیں کرتا بلکہ صرف زکوٰۃ' خیرات' صدقات وغیرہ کی تلقین کرتا ہے۔ لیکن میرے خیال میں ہمارے ہاں امیر و غریب کے درمیان جس تیزی سے خلیج پھیلتی جا رہی ہے وہ یقیناً ہمیں ایک بحران سے

دوچار کردے گی۔ ہمیں اس کا سدباب ابھی سے کرنا ہو گا۔ اور اپنی اقتصادی و سماجی پالیسیوں کو اس کے مطابق ترتیب دینا ہو گا۔

تیسرا اور آخری اہم نکتہ سماجی برائیوں کی بیخ کنی ہے۔ میری مراد رشوت' اقربا پروری اور سفارش وغیرہ سے ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ حکومت کی توجہ ان برائیوں' خاص کر رشوت کو ختم کرنے پر ہے۔ لیکن یہ کینسر اتنا پھیل چکا ہے کہ کسی میجر آپریشن کے بغیر اس ناسور کو ختم کرنا مشکل ہے۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ زیادہ تر سفارشیں ہمارے منتخب نمائندے کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں اپنے حلقہ انتخاب کا خیال رکھنا ہوتا ہے اور آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے ووٹروں کا ہم پر بہت دباؤ ہوتا ہے۔ لیکن آپ تو لیڈر ہیں۔ Your duty is to lead and not to be led اپنے حامیوں کو بتائیے کہ میں ضرور آپ کی مدد کروں گا لیکن ناجائز سفارش ہرگز نہیں کروں گا۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ مختلف قانونی' انتظامی اور ذاتی طریقوں سے ایسی فضا پیدا کیجئے کہ ترقی یافتہ ممالک کی طرح پاکستان میں بھی سارے جائز کام سفارش یا رشوت کے بغیر انجام پاسکیں۔ آپ اس چیز کا کیا جواب دیں گے۔ میں نے ایک جواں والد کو اپنے کمسن بچے سے یہ کہتے سنا ہے کہ بیٹا میں تمہیں ضرور ایچی سن کالج میں داخل کراؤں گا۔ میں صرف یہ دیکھ رہا ہوں کہ مجھے کہاں سے بھرپور سفارش ملتی ہے۔ آپ یقین جانیں جو بچہ آج چند سالوں کا ہے' جس کے اندر اذان یہ دی جارہی ہے کہ بیٹا سفارش کے بغیر میں تمہیں سکول میں بھی داخل نہیں کرا سکتا ہوں' بتائیے اس معاشرے کا کیا حشر ہو گا۔ بڑے جائز کام لوگوں کے کیجئے۔ یہ جہاد سراسر اسلامی جہاد ہو گا۔

تاریخ شاہد ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں جو اعلیٰ اقدار رائج ہیں وہ جنہیں ہم رشک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں ان کا سرچشمہ اسلام کی اقدار ہیں۔ انسانی تہذیب کے ایک مشہور مورخ مسٹر رابرٹ کلفورڈ لکھتے ہیں کہ...... اسلام کی رونمائی کے بعد عرب کا جو ذکر کرتے ہیں وہ اسلامی عرب مملکتوں کا کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ :۔

"اگر اہل عرب نہ ہوتے تو یورپ کی نئی تہذیب وجود میں ہی نہ آتی بلکہ
کولمبس بھی کسی نئی دنیا کو دریافت نہ کر سکتا۔"

بلکہ تحقیق و تدریس' تجربے اور مشاہدے کے طریق کار سے بنی نوع انسان کو جو آشنائی حاصل ہوئی ہے مسلمانوں کے طرز فکر و نظر سے حاصل ہوئی ہے۔"

یہ ان کی کوششیں تھیں۔ لہٰذا میری درخواست ہے کہ آپ دوسروں کی طرف دیکھنے کی بجائے' دوسروں کے نظام حکومت سے چمٹنے کی بجائے' دوسرے کے ہاں حریت' مساوات اور اخوت کے تصورات تلاش کرنے کی بجائے اپنے دین کی طرف دیکھیں۔ مخزن انسانیت اور مخزن جمہوریت' اسلام کی طرف دیکھیں' ہمیں سب کچھ ملے گا۔ جمہوریت بھی' مساوات بھی' عدل و انصاف بھی۔ ان سب کیلئے اگر کوئی چیز ہے تو صرف ایک' کہ دل کے اندر درد ہو اور یقین کامل ہو۔

آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو
لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحب یقین

یہاں تو ماشاءاللہ ۲۶۰ مرد و خواتین ہیں۔ ایک صاحب یقین پیدا کر دیجئے تو سارے کے سارے ہمارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس قابل بنائے......

میں تعریف کا قائل ہوں لیکن اس میں بھی مناسبت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر اس میں کچھ سی دکھائی جائے تو انسان کے اپنے ضمیر کی آواز اسے کہتی ہے کہ تیری زبان نے تو اتنا نہیں سمجھا کہ کسی کی تعریف ہی کر دے۔ صاحب یقین ہمیں میں سے پیدا ہوتے ہیں بشرطیکہ ہماری نیتیں صاف ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پنجاب اسمبلی کی سطح تک میاں نواز شریف صاحب کی شکل میں اگر صحیح معنوں میں ہمیں صاحب یقین دے تو بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں......

ان الفاظ کے ساتھ میں پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی کی تقریبات کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں۔ اور صوبائی اسمبلی اور صوبائی حکومت کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے یادگار اور ناقابل فراموش خصوصی اجلاس میں شرکت کی دعوت دی شکریہ! پاکستان پائندہ باد! اسلامی جمہوریت زندہ باد!

اختتامی کلمات

جناب صدر پاکستان کے خطاب کے بارے میں' میں یہی عرض کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ آج کا یہ مجمع قائد ایوان کی خوبصورت باتوں نے لوٹ لیا۔ تو میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو بچا تھا وہ آپ کی باتوں نے لوٹ لیا۔

خواتین و حضرات! صدر مملکت کے خصوصی شکریئے کے ساتھ ہاؤس کل صبح ۰۰ . ۱۰ بجے تک ملتوی ہوتا ہے۔

سپیکر

(اس مرحلے پر ایوان کی کارروائی منگل ۲ فروری ۱۹۸۸ء صبح ۰۰ . ۱۰ بجے تک کیلئے ملتوی کر دی گئی۔)

نشست دوم

۲ فروری ۱۹۸۸ء

(دس بجے صبح)

دوسری نشست کے مہمان خصوصی گورنر پنجاب کی آمد۔ سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب ان کا استقبال کر رہے ہیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب مہمان خصوصی کے ہمراہ تشریف لائے۔

آمد مہمان خصوصی

جناب گورنر پنجاب اور سپیکر پنجاب اسمبلی، سپیکر کے تھڑوں پر تشریف فرما ہیں۔

میاں مناظر علی رانجھا ڈپٹی سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب خطبہ استقبالیہ پیش کر رہے ہیں۔

دعوت خطاب

سب سے پہلے میں میاں مناظر علی رانجھا ڈپٹی سپیکر پنجاب اسمبلی سے درخواست کروں گا کہ وہ خطبہ استقبالیہ جناب گورنر پنجاب کی خدمت میں پیش کریں۔ میاں مناظر علی رانجھا نے ۱۹۷۹ء سے اپنے سیاسی کیریئر کا آغاز کیا۔ ۱۹۸۵ء میں ایم پی اے منتخب ہوئے اور اس وقت سے پنجاب اسمبلی کے بلامقابلہ ڈپٹی سپیکر منتخب ہوئے۔ اسمبلی کی لائبریری کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔ ذہین اور مقصد کے لئے جدوجہد کرنے والے نوجوان ہیں۔ تشریف لاتے ہیں میاں مناظر علی رانجھا۔

سپیکر

خطبہ استقبالیہ

میاں مناظر علی رانجھا

ڈپٹی سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب

جناب مخدوم سجاد حسین قریشی صاحب گورنر پنجاب ' جناب میاں منظور احمد وٹو صاحب سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب ' واجب الاحترام مہمانان گرامی ۔ و معزز خواتین و حضرات ۔

پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی کی تقریبات کے سنہری موقع پر میں آپ سب ملکی و غیر ملکی معززین اور جمہوریت کے محسنین کی اس معزز ایوان میں تشریف آوری پر خوش آمدید کہتا ہوں ۔ مہمانان گرامی آپ کا شکریہ ادا کرنا میرے لئے ایک خوشگوار سعادت ہے اور مجھے احساس ہے کہ ایسے لمحے قوموں کی زندگی میں روز روز نہیں آتے جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں ' ان کے لئے نصف صدی تک انتظار کرنا پڑتا ہے ۔ پاکستان کے اس قدیم ترین قانون ساز ادارہ میں گزرنے والے یہ لمحے یقیناً وقت کی عام رفتار سے گزر رہے ہیں ' لیکن اس معزز ایوان اور وطن عزیز کی جمہوری تاریخ میں یہ سنہری حروف سے رقم ہو رہے ہیں ۔

جناب سپیکر ۔ آپ سب اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ عہد حاضر میں جمہوریت ایک روشن مینار کی مانند ہے جس کی بنیادیں فکر انسانی کی تاریخ میں بہت گہری ہیں ۔ کون نہیں جانتا کہ جس تصور کو اس صدی میں ہمہ گیر پذیرائی حاصل ہوئی وہ جمہوریت ہی کا تصور ہے ۔ مغربی دنیا میں یہ نظام جس انداز سے چل رہا ہے اس سے بہت سی دیگر اقوام نے بھی استفادہ کیا ہے ۔ یہ نظام اپنی افادیت کے اعتبار سے مشرق میں بھی کچھ کم اہمیت اور حیثیت نہیں رکھتا ۔ متعدد ترقی پذیر ممالک نے بھی اس نظام کو اختیار کیا اور محسوس کیا کہ جمہوریت نے نوع انسانی کو درخشندہ اور محفوظ مستقبل کی نوید دی ہے ۔ محکوم اقوام میں آزادی کی تڑپ اسی سے پیدا ہوئی ۔ یہ جمہوریت ہی تھی جس نے ان کو استعماریت کے خلاف سینہ سپر کیا ۔ جمہوریت نے ملوکیت اور شخصی آمریت کے عفریت کی شعلہ بار آنکھوں میں دلیری سے جھانکا اور اندھے اختیارات کے ان شعلوں کو ٹھنڈا کر کے دم لیا ۔ جمہوری تصور ہی نے آزاد قوموں میں فرد کی رائے کو محترم بنایا ' محکوم قوموں کو حق خود ارادیت کا تصور دیا اور پھر ان معاشروں میں بھی جمہوری اقدار کو فروغ دیا ۔

یہی وجہ تھی کہ افریقہ و ایشیا کے اکثر و بیشتر ممالک نے غیر ملکی تسلط سے آزادی کے بعد فوراً جمہوریت کو اپنایا مگر بعض صورتوں میں نئے حالات اور تقاضوں کے مطابق وہاں کے حکمران اور عوام اس تصور کو پوری طرح سمجھ نہ سکے ۔ حکمران طبقہ یہ فراموش کر بیٹھا کہ جمہوریت سیاسی عمل کے جاری و ساری رہنے کا نام ہے اور سیاسی عمل کو محدود کرنے یا اسے ناممکن بنا دینے سے یہ پودا مرجھا جاتا ہے ۔ کہیں یہ بات محسوس نہ کی گئی کہ سیاسی رویے کے علاوہ زندگی کے اقتصادی ' معاشرتی اور دوسرے طور طریقے بھی جمہوری رویہ کی کامیابی و ناکامی میں اہم کردار کے حامل ہوتے ہیں ۔ یہ غور نہیں کیا گیا کہ جمہوریت کی کامیابی کے لئے ان رویوں کو بھی مناسب انداز سے تقویت دینے کی ضرورت ہے ۔ جمہوریت میں فرد کو اس کا مقام دینے اور اس کے بنیادی حقوق کی فراہمی کا اہتمام کرنا بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔ بیشتر ترقی پذیر ممالک میں جب اس طرف توجہ نہ دی گئی تو جمہوریت سے مطلوبہ نتائج بھی حاصل نہ ہو سکے ۔ ظاہر ہے جہاں فرد کو بنیادی اہمیت حاصل نہ ہو وہاں جمہوری روایات بھی پرورش نہیں پا سکتیں ۔

ان ممالک میں جمہوریت کے پھلنے پھولنے اور فروغ پانے میں جو رکاوٹیں پیدا ہوئیں ' ان کے متعدد اسباب گنے جا سکتے ہیں ۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ افریقہ و ایشیاء کے اکثر و بیشتر ترقی پذیر ممالک میں حکمران طبقہ کی عموماً یہ سوچ رہی ہے کہ ایک مستحکم حکومت کے لئے ایک مرد آہن کی ضرورت ہے ۔ یہ نہیں سوچا گیا کہ متحکم اور جابر حاکموں کا روایتی اور موثر ہتھیار تو آمریت ہی ہے ۔ جبکہ جمہوریت کمزور اور پسے ہوئے مظلوم اور کچلے ہوئے انسانوں کی امید کی کرن تصور ہوتی ہے ۔ اس لئے جب بھی ترقی پذیر ممالک میں امید کی یہ کرن چمکنے لگی تو بالادست طبقوں میں اور معاشرہ میں انتشار کے آثار نظر آنے لگے ۔ پھر امن و سکون بحال کرنے کے لئے ان ممالک میں مختلف حیلے بہانوں سے جمہوری تبدیلی کی روشنی کو مدہم کرنے کی کوششیں تیز کر دی گئیں ۔ کہیں غربت ' اقتصادی بد حالی اور بیروزگاری کی وجہ سے حالات کو بگاڑ کر انتہاپسندوں نے اپنا نظام مسلط کیا تو کہیں معاشرہ کے رسم و رواج کے تحفظ کے نام پر معاشرہ کی با اثر شخصیات سے گٹھ جوڑ کے ذریعے اس جمہوری عمل کو کمزور کیا گیا ۔

جمہوریت کے فروغ کے لئے اس بات کو سمجھنے کی ضرورت تھی کہ جمہوریت ایک ہمہ گیر تصور ہے جو کسی آرڈیننس کی طرح محض اعلان کر دینے سے نافذ نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے لئے زمین تیار کرنی پڑتی ہے اور اسے اپنے ارتقاء کے مراحل طے کر کے تقویت حاصل کرتے ہیں اپنے حقوق کے حصول سے زیادہ فرائض کی ادائیگی اور دوسروں کے حقوق کی پاسداری کا بنیادی احساس جمہوریت کے فروغ میں اہم ترین کردار کا حامل ہوتا ہے ۔ اسی لئے شاعر مشرق نے بھی سیاسی زندگی کے آغاز کو حقوق کے مطالبے سے نہیں فرائض کی ادائیگی سے عبارت کیا ہے ۔ قومیں شعراء کے دلوں میں جنم لیتی ہیں ۔ سیاستدانوں کے ہاتھوں میں پھلتی پھولتی ہیں اور بعض اوقات صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہیں ۔

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی جمہوری نظام کی جڑوں کو کھوکھلا کر دینے کے مترادف ہے ۔ یہاں ان کے بھی فرائض ہیں جو حکومت میں ہوں ان کے بھی جو اپوزیشن میں ہیں کیونکہ عوام کی قوت حاکمہ کا نام حکومت اور قوت احتساب کا نام اپوزیشن ہے ۔ حکومت پر احتساب رہے تو جمہوریت پھلتی پھولتی ہے ۔ احتساب نہ رہے تو اس کی مثال ٹھہرے ہوئے پانی کی طرح ہے جس میں آخر کار بدبو پیدا ہوتی ہے ۔ لیکن بدقسمتی سے بیشتر ترقی پذیر ممالک میں حکومت کا احتساب کرنے والے ہاتھوں کو اگر کاٹا نہیں گیا تو انہیں ناکارہ اور مفلوج ضرور بنا دیا گیا ہے ۔ جس سے احتساب کرنے والوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی ہے ۔

جمہوری عمل کے ساتھ پیدا ہونے والی ابتدائی اکھاڑ پچھاڑ اور جس تبدیلی سے ترقی پذیر ممالک کے بالادست طبقے گھبرا جاتے ہیں وہ کوئی نئی بات نہیں تھی ہم جانتے ہیں کہ فرانس نے مطلق العنانی پر کاری ضرب لگائی ۔ تو وہاں بھی ایک بحرانی کیفیت پیدا ہو گئی تھی ۔ پھر اس کا فوری نتیجہ تعمیر کی بجائے تخریب کی شکل میں سامنے آیا تھا جس سے فرد ' انقلاب اور جمہوریت کے مقاصد کو نقصان پہنچا ۔ انقلاب کے بعد فرانس میں ظلم و تشدد ' بدامنی ' خون ریزی اور غارت گری کا جو دور شروع ہوا اس میں برطانیہ ایسے جمہوریت پسند ملک میں بھی ایڈمنڈ برک جیسے جمہوریت کے بڑے حامیوں کو انقلاب کا مخالف بنا دیا تھا ۔ انقلاب فرانس کے بعد قومیت

کے تصور کو بہت اہمیت حاصل ہو گئی اور ہر قوم کے لئے قومی مملکت کے قیام کو جمہوریت کا بنیادی اصول قرار دیا جانے لگا۔ جنگ عظیم کے بعد قومیت کے اسی تصور کے تحت پولینڈ کی آزادی تسلیم کی گئی۔ چیکو سلواکیہ اور یوگوسلاویہ کی مملکتیں قائم کی گئیں۔ جرمن، آسٹریا اور ہنگری کی قومی مملکتیں برقرار رکھنے کا اصول اختیار کیا گیا۔ ریاست ہائے بالٹک اور فن لینڈ کی آزاد جمہوریتوں کو تسلیم کیا گیا۔ اگرچہ ان سب نو آزاد شدہ ممالک میں جمہوری پارلیمانی نظام اپنایا۔ مگر جنگ عظیم نے معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی نظام کو جس طرح درہم برہم کر دیا تھا۔ اس کی وجہ سے ان ممالک کے لئے مشکلات پر قابو پانا مشکل ہو گیا۔ اس بحرانی دور میں بیرونی حملوں، داخلی مفادات، نظریاتی کشمکش اور اقتصادی بدحالی کے باعث جمہوری اور پارلیمانی نظام برقرار رہنا سخت مشکل ہو گیا تھا۔ چنانچہ مصائب اور مشکلات کی وجہ سے جمہوریت کو بعض خطوں میں غیر موزوں بھی سمجھا گیا اور وہاں پھر آمریت واپس آ گئی بعض ممالک میں جمہوریت کے مخالف یہ کہنے لگے کہ یہ ایک ناقص طرز حکومت ہے جو مشکلات کا مقابلہ کرنے اور ان پر غالب آنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ لیکن اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ بڑی حد تک جمہوری ترقی کی راہ عالمی جنگوں نے ہموار کی اور سامراجیوں کی غلامی سے آزاد ہونے والے جمہوریت پسند ممالک جمہوریت کے لئے ایک نئی قوت بن کر سامنے آئے۔

میں نے بعض ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کے حوالے سے بات اس لئے کی ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں جب جمہوریت کے استحکام کی بات کی جاتی ہے تو ناقدانہ رویہ کچھ زیادہ ہی منہ زور اور جارحانہ نظر آتا ہے حالانکہ مفکرین جمہوریت نے بھی اسے کبھی مکمل اور نقائص سے پاک نظام قرار نہیں دیا۔ جمہوریت کے حامی بھی یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ شاید جمہوریت اپنی اصل شکل و صورت میں دنیا کے کسی بھی خطہ میں موجود نہیں۔ معروف محقق رچرڈ ایم نیپھم کا کہنا ہے کہ جہاں تک جمہوریت کے وجود کا تعلق ہے کوئی بھی جمہوری معاشرہ اس اوج کمال کو نہیں پاسکا اور نہ ہی کسی جگہ طلوع ہونے والے سورج نے اس حقیقی رنگ کو دیکھا ہے۔

جناب والا جمہوریت ایک کھلی کتاب ہے ایک واضح نظام ہے اور ایک کشادہ شاہراہ ہے۔ کوئی بند گلی نہیں۔ کوئی تاریک گوشہ نہیں۔ اس کے نمونے مختلف ہو سکتے ہیں، درجے مختلف ہو سکتے ہیں، کہیں یہ زیادہ معتبر اور پائیدار ہو سکتی ہے تو کہیں نسبتاً کمزور، لیکن اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک جمہوری معاشرہ میں ہزار خامیوں اور کوتاہیوں کے باوجود حکمرانوں تک عوام کی رسائی ہوتی ہے، جو غیر جمہوری نظام میں ممکن نہیں۔ لہٰذا یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ مختلف ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کے سایہ دار درخت کی ٹھنڈی چھاؤں پھیل بھی رہی ہے اور اپنے لوگوں کی راحت و آرام میں اضافہ بھی کر رہی ہے۔

پاکستان جمہوری اصولوں کی بنیاد پر اور جمہوری کاوشوں کے ذریعے حاصل کیا گیا ہے۔ ہماری جمہوریت ناکام نہیں ہوئی اور ناکام نہیں ہو سکتی کیونکہ ہمارا جغرافیائی وجود، ہمارا نظریہ، ہماری دینی اور ملی روایت، سب میں جمہوریت ہی کارفرما ہے۔ ہمیں جمہوریت کا سبق محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ جس جمہوریت کا سبق انہوں نے ہمیں دیا ہے وہ رکتی نہیں، ٹھہرتی نہیں، بلکہ رواں دواں ہے، صاف اور شفاف پانی کی طرح، جس میں معاشرے کو اپنا عکس بھی صحیح نظر آئے اور اس کی تہہ میں پڑی ہوئی کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی پوشیدہ نہ رہے۔ اس جمہوریت میں جمہور کو اپنے نمائندے منتخب کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ بابائے قوم حضرت قائداعظم محمد علی جناح بھی اسی جمہوریت کو پاکستان میں نافذ کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے قیام پاکستان سے ایک ماہ قبل ۱۴ جولائی ۱۹۴۷ء کو نئی دہلی میں ایک پریس کانفرنس میں فرمایا: "جب آپ جمہوریت کی بات کرتے ہیں۔ تو مجھے شبہ ہوتا ہے کہ آپ نے اسلام کا مطالعہ نہیں کیا ہم نے تو جمہوریت ۱۳ سو سال پہلے سیکھ لی تھی۔"

جناب والا، یہ پاکستانی قوم اور مسلم معاشرے کی جمہوری روایت کی طاقت کا نتیجہ تھا کہ فروری ۱۹۸۵ء کے الیکشن کے بعد اس چمن میں پھر جمہوریت کی بہار ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جمہوریت کا آفتاب آج پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے اور وزیراعظم محمد خان جونیجو کی قیادت میں ملت کا قافلہ پھر جمہوریت کی شاہراہ پر رواں دواں ہے۔ ایمرجنسی کا خاتمہ، بنیادی حقوق کی بحالی اور جمہوری اداروں کا قیام و استحکام موجودہ حکومت کا شاندار کارنامہ ہے۔

آج جمہوریت کے سورج کی کرنیں پاکستان کے ہر حصے کو منور کر رہی ہیں۔ اوپر سے لے کر نچلی سطح تک جمہوریت اپنی تمام خوبیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ یہ اس عزم کی بھی علامت ہے جس کا اظہار وزیراعظم پاکستان نے اقتدار سنبھالتے ہی کیا تھا۔ وہ مستقبل میں غیر جمہوری رویوں اور مارشل لاء کے سارے راستے مسدود کرنے کے غیر متزلزل عزم پر قائم ہی نہیں اس کی سربلندی کا یقین افروز اہتمام بھی کر رہے ہیں۔

آج اس جمہوریت کی بدولت تحمل، رواداری، برداشت اور شائستگی کی قدروں کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ سیاسی اور جمہوری آزادیوں کے استعمال پر کوئی قدغن نہیں بلکہ بعض مواقع پر تو سیاسی شخصیات اور گروہوں نے آئینی اور قانونی حدود سے تجاوز کا مظاہرہ بھی کیا ہے مگر موجودہ جمہوری حکومت نے ضبط و تحمل اور رواداری کے شعار کو ترک نہیں کیا اور عوامی خدمت کے جذبے سے سرشار قومی فلاح و ترقی اور معاشرتی بہبود اور خدمت کے منصوبوں پر ہی اپنا فوکس رکھا۔ اس جمہوریت کے ثمرات کو پاکستان کے شہروں میں سیاسی امن و امان اور اقتصادی سرگرمیوں اور دیہات میں خاموش انقلاب کی صورت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ خدا کا شکر ہے آج ہم جنوبی ایشیاء میں قائم ہونے والے ایک قدیم قانون ساز ادارے کی ۱۵۰ ویں سالگرہ منا رہے ہیں۔

پاکستان اپنے مزاج عمل اور مقاصد سب کے اعتبار سے ایک بھرپور جمہوری معاشرہ ہے۔ جمہوریت کا وہ سبق جو ہمیں سرکار مدینہ نے دیا ہے وہ ہمارا ایمان ہے اور پاکستان کے مکین اس سبق کو نہ کبھی بھولے ہیں نہ کبھی بھول سکتے ہیں۔ وہ اس کی ہر قیمت پر حفاظت کرنے کے عزم و ایمان کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔

معزز مہمانان گرامی، میں ایک بار پھر آپ سب حضرات کی تشریف آوری پر سپاس گزار ہوں۔ آپ نے میری معروضات کو جس دلچسپی اور توجہ سے سنا اس پر اظہار تشکر پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جمہوریت اور ان جمہوری اداروں کو ہمیشہ کیلئے استحکام بخشنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ پاکستان زندہ باد۔

شکریہ!

دعوت خطاب

اب میں دعوت کلام دیتا ہوں جناب سردار شوکت حیات خان صاحب کو۔ قیام پاکستان سے پہلے بھی اور بعد میں پنجاب اسمبلی کے در و دیوار نے سردار صاحب کے افکار اور ان کے خیالات کی گھن گرج سنی۔ سردار صاحب کہنہ مشق پارلیمنٹری ہیں۔ آپ بھی ان کے گرانقدر خیالات سنئے۔

سپیکر

سردار شوکت حیات خان، سابق وزیر مال پنجاب

Some Recollections of the Parliamentary Life

SARDAR SHAUKAT HAYAT KHAN
FORMER MINISTER FOR REVENUE, PUNJAB

Mr. Governor and Speaker of the Punjab Assembly:

I am grateful to you, Mr. Speaker, for the honour you have done me by inviting me to the Golden Jubilee of the Punjab Legislative Assembly. I still carry with me many a happy memory of this Honourable House.

I happily recall that I attended the opening ceremony of this Assembly in 1937 by the then Governor Sir Henry Craik, presided over by late Sir Shahab-ud-Din one of the ablest Speakers in India and attended by the first Premier of the Punjab late Sir Sikandar Hayat Khan and his Cabinet formed under the 1935 Act.

Also in my vivid memory are many visits to this Assembly Hall. Hearing great debates between Sir Gokal Chand Narang, Gopi Chand Bhargawa, Gopal Krishan Dat and Diwan Chaman Lal from the Opposition and Sir Chotu Ram, Sir Sikandar Hayat Khan, Mir Maqbool Mahmood and other Treasury Benches stalwarts on the other side. It used to be an arena of giants, but the battle was always civilized, graceful and within the norms of the discipline laid down by Sir Shahab-ud-Din, the most

respected and 'no nonsense' Speaker. His word was law, because he himself did never transgress the law. His calling the House to order made the bravest shake in his shoes.

This very House passed the 'Golden Acts' of Reforms which liberated the down-trodden agriculturists from under the heel of the avaricious 'Bania'. I am talking about the Land Alienation Amendment Act, the Redemption of Mortgages Act, and the Indebtedness Relief Act and its consequential Conciliation Boards and many more reformative enactments. These reforms removed the shackle from the rural population be it the Hindu Jats, the Sikhs or the Muslim Agriculturists and the rural artisans who were being trampled under the cruel heel of the usurious 'Bania'. By these Acts Agricultural land, implements, cattle and dwellings could no longer be attached by civil action. The poor down-trodden who were liberated still remember the great gift offered them by this House. Thus many were rescued from the clutches of the few. The names of those acts and their dates deserve to be etched in gold on the walls of this august Hall as a reminder of upholding truth, justice and fair play.

This very House witnessed the steering of the Bill by my late father for the preservation of the Badshahi Mosque and its renovation to its pristine glory. This mosque had been gravely abused by the Sikh and British Rulers. The restoration was achieved by levying a petty tax of one pice in a rupee on the land revenue contributed by the Muslims of the Punjab. All of us owe it to those MLAs to put up a suitable plaque extolling this Act at the gate of the restored mosque as a reminder for posterity.

Then I get nostalgic about my entry into the portals of this House. Prior to my being elected as a member I was inducted as a Minister under the 1935 Act. I can still recall my apprenticeship under the guidance of that eminent parliamentarian, Mir Maqbool Mahmood, making me sweat in the preparation of my speeches and in the parliamentary intricacies of presenting new legislation. I spent many a night without sleep, till early hours of the morning doing my homework. I cannot express enough gratitude to him for the training he imparted me that has stood me in good stead ever since. I hope you will also learn to work hard in preparing yourselves by reading the old debates and May's Parliamentary Practice to do justice to your presence here. Let the following be your motto:

> "The welfare, honour and safety of Pakistan comes first always and every time;
>
> The happiness and prosperity of your constituents comes next; and
>
> Your own welfare and happiness comes last always and every time."

The humour and decorum was exemplary. I remember Diwan Chaman Lal firing off a quick volley of facts and figures to confuse and embarrass the Government. Immediately his Peer, Mir Maqbool Mahmood, rose and quoted an equally impressive set of figures. The Diwan rose on a point of order asking from which book was Mir Sahib quoting. Instead of accusing Diwan Sahib of telling a lie pat came the reply:....."from the same book quoted by the Hon'ble Member himself".

I cannot forget 1944 when I stood by my word of honour to the Quaid-i-Azam in my loyalty and attracted the wrath of the British Governor, who dismissed me from the Cabinet and the toadies played a drama of recounting false charges in this House. Nor can I forget Raja Ghazanfar Ali's quick repartee to absolve me of the slander hurled against me. Even the daily *Hindu* and *'Tribune'* had to headline that after Raja Sahib's defence it was clear that the accuser himself stood accused and took shelter under Parliamentary immunity. The great Parliamentarian challenged the accuser to repeat the tirade in public outside the Assembly instead and he would stand accused for defamation. My own reply was a befitting parliamentary rebuke instead of invective:

تعزیر جرم عشق ہے بے صرفہ محتسب
بڑھتا ہے ذوق جرم ہر سزا کے بعد

(مولینا محمد علی جوہر)

And last but not the least important event was the formation of a fledging Muslim League Party of twenty-one members, following my dismissal in April, 1944. The miracle of this party becoming the largest, containing 87 members, after the elections in 1945. Three musketeers of the Punjab as Mamdot, Mumtaz and myself, as were then called, led the revolt against their own class, and created awakening and revolution against the British Imperialism, Hindu economic domination and Muslim reactionaries. This was the last straw that broke the back of British Imperialism.

I am happy to witness history repeating itself. I can see a youthful Assembly led by a youthful, equally young leader. May Allah be with you and you with Allah in working for our country which is truly GOD'S GIFT.

Thank you very much for being so patient.

دعوت خطاب

مہمانان ذی وقار اور محترم و مکرم خواتین و حضرات!

اس سے پہلے کہ میں آزاد جموں و کشمیر اسمبلی مظفر آباد کے سپیکر عزت مآب سردار محمد ایوب خاں صاحب سے اسٹیج پر آنے کے لئے گذارش کروں، موصوف کا نہایت مختصر الفاظ میں تعارف کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ نے ۲۳ سال عسکری خدمات سرانجام دینے کے بعد ۱۹۷۰ء میں میدان سیاست میں قدم رکھا اور اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۸۵ء سے آپ بطور سپیکر نہایت صبر و استقامت اور خوش اسلوبی سے یہ کام سرانجام دے رہے ہیں۔ خاں صاحب کے بات کرنے کا اپنا ایک انداز ہے۔ تو اب سماعت فرمایئے عزت مآب سردار محمد ایوب خاں صاحب کو۔ خان صاحب تشریف لاتے ہیں ....

سپیکر

سردار محمد ایوب خان

History of Azad Jammu and Kashmir Assembly

SARDAR MUHAMMAD AYUB KHAN
SPEAKER, AZAD JAMMU AND KASHMIR ASSEMBLY

Hon'ble Speaker of the Punjab Assembly and my brother and colleague Mian Manzoor Ahmed Wattoo, Hon'ble Makhdoom Sajjad Hussain Qureshi, Governor of the Punjab, Guest of Honour, Chairman of the Senate, Speaker of the National Assembly, Governors and Chief Ministers of the Provinces, Prime Minister of Azad Jammu and Kashmir, Speakers of the Provinces, N.W.F.P., Sind and Baluchistan, Senators, Members of the National Assembly and the Provincial Assemblies and most hon'ble guests from abroad, Iran, United Kingdom, Turkey, Mauritius and Malaysia, Ladies and Gentlemen, *Assalam-i-Alaikum!*

It is indeed a great honour for me to participate in this unique ceremony of the Golden Jubilee of the Punjab Assembly, being held on the completion of 50 years of its establishment. It is a function of its own kind, first ever, in our country.

I am hopeful that this get together of Parliamenta-

rians with long-standing experience and profound knowledge of Parliamentary Law and Practice, will illuminate the democratic institutions, which failed to get the nourishment from the spring of Parliamentary life, throttled intermittently by undemocratic forces in the past.

It is gratifying to note that with the dawn of democracy, the obscurity over-shadowing its horizon has disappeared from the scene and the Parliamentary life is taking the strides towards its objective goal.

Parliamentary law, practice and traditions owe their origin to Parliamentary body. The word 'Parliamentary' is derived from the French Parler (to speak, discuss or deliberate) and obviously refers to the body or code of rules, regulations or laws and practices of deliberative bodies.

The object of Parliamentary Law is to transact the Assembly's business legally and to control the conduct of its members.

In other words, the term Parliamentary Law refers to the rules, laws or regulations of Organizations, governing the orderly, expeditious and efficient transaction of business at meetings and conventions. Without rules there would be injustice and confusion. Hence it is as necessary to follow the rules of Parliamentary Law as it is to follow the rules of ball game or card game.

The rules of Parliamentary Law originated in England in the British Parliament of the thirteenth century. These spread rapidly in the other parts of the world, with each nation modifying to suit its own system of Parliamentary Practice.

Foundation of Parliamentary Law

There are five great principles underlying the rules of Parliamentary Law, namely–

(1) *Order.* That is, there must be orderly procedure;

(2) *Equality.* That is, all members are equal before law or rule;

(3) *Justice.* That is, justice for all;

(4) Right of minority to be heard on questions; and

(5) Right of the Majority to rule.

Purpose of Rules

Rules are necessary because it is dangerous to rely on the inspirations of the moment for standard action or conduct.

Rules are set up for three necessary purposes:–

(1) For orderly procedure, without it, the meeting would result in utter confusion, chaos and disorder;

(2) For the protection and liberty of the minority; and

(3) For the expression of the will of the Majority.

There is a need for us in Pakistan to frame the rules on the privileges, proceedings and usage of Parliament. Till today we have been referring to the British Parliamentary Practices and the books published in India on Parliamentary Practices. There is a definite need now for our own publications in this regard. We must lose no time in this behalf.

Azad Jammu and Kashmir Assembly (Historical Background)

I am now taking up an opportunity of briefly presenting the History of Jammu and Kashmir State Assembly, which I have the honour to represent here today. For our mutual benefit, it is necessary for me to present its Historical Background.

The decline of the Mughal Empire and its replacement by the British, brought untold miseries to the Muslims of the subcontinent in general. The destiny of the Jammu and Kashmir State was further marred by the sordid treaty of Amritsar of 1846, concluded between the Dogra Gulab Singh and the British by which 3.2 million people, 80 per cent being Muslims, were sold to the said Maharaja in lieu of Rs. 7.5 million. The world history has never witnessed such a shameful and detestable treaty devoid of justice and equity in which the will of the people was never considered. The people of Jammu and Kashmir did not easily bow before the alien authority who usurped their rights under the cloak of a fake treaty. However, they combated the Dogra Rule with utmost courage and fortitude.

The Muslims of Jammu and Kashmir State were suffering under the British-backed Dogra Ruler. All sorts of punishments were inflicted. At Srinagar 'Reading Room' under Sheikh Mohammad Abdullah and at Jammu 'Young Men's Muslim Association' under Ch. Ghulam Abbass were the two organisations quietly functioning in the State. Apparently these were non-political, but the Muslim youth in both the provinces of the State got together and had a forum which served, till the formation of their broad based political party, All Jammu and Kashmir Muslim Conference.

13 July 1931 will go deep in the history of the Kashmir Liberation Movement. During the course of trial of a Muslim revolutionary Abdul Qadeer in Srinagar Fort, the Muslims insisted to witness the proceedings.

The Sessions Judge ordered a firing on the peaceful crowd, as he had ordered trial "in camera". 22 young Muslims were killed who are now known as '13 July 31 Martyrs'. A big agitation followed throughout the State. Use of brute force against the Muslim population was resorted to in the Kashmir Valley, Jammu and Poonch areas.

An all India Kashmir Committee was formed under the guidance, among others, of Allama Iqbal. A large number of eminent Muslims from various parts of India were inducted. This Committee gave 'KASHMIR DAY' *Hartal* call on 14th August 1931. It was responded in a unique manner. The momentum of the popular Movement was maintained. On 19 October 1931 Muslims of the State submitted a Memorandum to the Ruler. This included the creation of an Assembly based on Adult Franchise and included other demands.

On 12 November 1931 a Commission was formed under the chairmanship of Mr. Glancy with two members from Muslims and two from the non-Muslim minority. It was named as Glancy Inquiry Commission. It was after a prolonged political effort including killings of the Muslims and mass arrests that the Glancy Commission report was implemented. Creation of a Legislative Assembly consisting of 75 Members was approved. The distribution was: –

(1)	Elected Muslims	.. 21
(2)	Elected Hindus	.. 10
(3)	Elected Sikhs	.. 2
(4)	Nominated members	.. 42

The right of franchise was limited. Only Middle pass women were eligible. On the male side Government servants, pensioners, titleholders, religious imams/priests, Jagirdars, lambardars, zaildars, men of financial status were declared as voters. The first Assembly came into existence in 1934. The President of the legislature was nominated by the Maharaja. The Council of Ministers could overrule the legislature and the ruler could veto any decision. Despite these anomalies, the only Muslims Majority Party, the Muslim Conference participated with full force, in 1934, 16 out of 21 seats were captured, in 1938 hundred per cent seats were secured. This continued till 1947.

With the decision on 3 June 1947 of Independence of India and formation of two dominions, Bharat and Pakistan, the Muslim Conference formulated its policy on 19 July 1947 and aligned the future of Jammu and Kashmir State with Pakistan. When the Maharaja concluded a fake treaty of accession of the State with India on 27 October 1947, the people revolted and thirty-two thousand square miles of area of the State known as Azad Jammu and Kashmir and Northern Areas was liberated. A revolutionary Government was installed.

The first General Elections were held in October 1970. Presidential form of Government was set up with an Assembly of 25 Members. 24 members were elected on the basis of adult franchise and 1 lady Member was coopted. In 1975 a Parliamentary form of Government was adopted through the Interim Constitution Act, 1974 which provides for an Assembly of 40 members directly elected on the basis of Adult Franchise and five seats created for women indirectly elected by the members of Assembly. In addition three special seats have been created, one each for the Ulema, Technocrats and Jammu and Kashmir Nationals overseas. This Assembly is performing its role for the development of Parliamentary Law and Practices. On the other hand the majority of Muslims in occupied Kashmir are groaning with an undetermined future. They have not ceased their struggle to cut down the tentacles of tyranny and barbarism. Pakistan is their destination and they are determined for it.

Kashmiris have faced two fake treaties, first on 16 March 1846 and the second on 27 October 1947. We hope that as a result of U.N. Resolutions of 1949 and the good will of democratic forces in the world, the Jammu and Kashmir State's future would be decided and we would one day have one Jammu and Kashmir Assembly as a representative Democratic Force.

In the end I would like to thank my host, the honourable Speaker of the Punjab Assembly to have invited my delegation to this historic and graceful function.

دعوت خطاب

اب میں دعوت کلام دوں گا جناب عزت مآب ملک محمد علی صاحب ڈپٹی چیئرمین سینٹ کو۔ ملک صاحب پنجاب یونیورسٹی کے گریجویٹ ہیں۔ آپ نے ۱۹۶۰ء سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ ضلع لاہور اور ضلع قصور کی ضلع کونسلوں کے آپ ممبر رہے۔ ۱۹۷۰ء میں الیکشن لڑ کر کامیاب ہوئے۔ زمینداری پیشہ ہے لیکن سماجی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ تو معزز خواتین و حضرات! تشریف لاتے ہیں جناب ملک محمد علی ڈپٹی چیئرمین سینٹ ۔

سپیکر

ملک محمد علی خان

استحکام جمہوریت

ملک محمد علی خان

ڈپٹی چیئرمین ،سینٹ آف پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ عالی مرتبت گورنر پنجاب جناب مخدوم سجاد حسین قریشی صاحب۔ قابل احترام وزیر اعلیٰ پنجاب جناب میاں نواز شریف صاحب' جناب اسپیکر پنجاب اسمبلی میاں منظور احمد وٹو صاحب' اراکین اسمبلی' مندوبان گرامی قدر۔ خواتین و حضرات 'اسلام علیکم!

میں آپ کا تہ دل سے مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی کی تقریب میں مدعو کیا۔ اس تقریب کی بدولت مجھے نہ صرف اپنے ملک کے کہنہ مشق پارلیمینٹیرینز سے بلکہ بیرونی ممالک سے آئے ہوئے پارلیمانی وفود سے بھی ملنے کا موقع ملا۔ پنجاب اسمبلی ہمارے ملک کی سب سے قدیم اسمبلی ہے اور یہ بھی اسی تقریب کا اعجاز ہے کہ اس کی بدولت مجھے صوبہ پنجاب کی پارلیمانی تاریخ اور پارلیمانی روایات اور قدروں کو بہتر طور پر جاننے کا موقع ملا۔ چونکہ ہمارے ملک میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی تقریب ہے اس لئے پنجاب

اسمبلی کی گولڈن جوبلی کی تقریب ہمارے لئے نہایت اہم ہے۔

پچھلے پچاس سال کے دوران صوبائی مقننہ کی حیثیت سے پنجاب اسمبلی کا کردار ہمیشہ قابل ستائش رہا ہے۔ لاہور کو بجا طور پر پنجاب کا دل کہا جاتا ہے۔ جمہوریت کی جو شمع زندہ دلوں کے اس شہر میں پچاس سال پہلے روشن کی گئی تھی اس کی روشنی سے پورے ملک سے تاریکی کے بادل چھٹ گئے اور اس اسمبلی کے قیام کے محض چند سال کے اندر ہمارے عوام کو وہ سیاسی شعور نصیب ہوا کہ انہوں نے آزادی اور غلامی کے فرق کو واضح طور پر محسوس کیا اور حضرت قائداعظمؒ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے وطن کو غیر ملکی تسلط سے آزاد کروالیا۔ جناب اسپیکر 'اس تاریخی کردار کے ادا کرنے پر میں چیئرمین سینٹ 'ممبران سینٹ اور خود اپنی طرف سے پنجاب اسمبلی کو سلام پیش کرتا ہوں اور آپ کو اور پنجاب اسمبلی کے موجودہ ممبران کرام کے علاوہ ماضی میں اس کے ممبر رہنے والے تمام حضرات کو مبارکباد پیش کرتا ہوں یہ ان حضرات کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم ایک آزاد ملک کے باشندے ہیں اور پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی منا رہے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ پنجاب اسمبلی آئندہ بھی ایسا ہی جمہوری اور تعمیری کردار ادا کرتی رہے گی۔

اسمبلیاں ملک میں اعلیٰ ترین جمہوری ادارہ ہوتی ہیں۔ اسمبلیاں عوام کے حق خود اختیاری کی علامت ہوتی ہیں۔ نیز یہ عوام کے حقوق کی محافظ اور ان کی امنگوں اور آرزوؤں کا مظہر ہوتی ہیں۔ پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی کی تقریب اس عزم کا ثبوت ہے کہ پاکستان میں انشاءاللہ جمہوری نظام پوری شان سے نافذ رہے گا اور عوام مقررہ مدت کے بعد اپنے نمائندے خود چنتے رہیں گے اور ان کے ذریعے حکومت کا کاروبار چلاتے رہیں گے۔ جمہوریت تمام اہلیان پاکستان کا مشترکہ ورثہ ہے اور اس کا تحفظ ہم سب کا قومی فرض ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں ملک کے تمام سیاسی عناصر سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ جمہوریت کی بنیاد کو مضبوط کرنے اور جمہوری اداروں کو مستحکم بنانے میں حکومت اور وطن پرست سیاسی جماعتوں کا ہاتھ بٹائیں۔

ماضی میں جمہوریت کو یہاں پنپنے کا موقع نہ مل سکا۔ میں ان اسباب کو یہاں بیان کرنا نہیں چاہتا کہ پاکستان میں جمہوریت کیوں پھل پھول نہ سکی مگر اب ملک میں طویل مدت تک غیر جمہوری نظام رہنے کے بعد جمہوریت اور عوام کے جمہوری حقوق دوبارہ بحال ہو چکے ہیں لہٰذا ہم سب پر اب یہ تاریخی فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم جمہوریت پسند قوتوں کا ساتھ دیں۔ جمہوریت ہی ہماری اصل منزل ہے اور اسی میں ہی ہماری بقاء اور ملک کا استحکام پوشیدہ ہے۔ ملک میں ایک طویل عرصہ تک غیر جمہوری نظام رہنے کی بناء پر مجھے خدشہ ہے کہ غیر جمہوری قوتیں اور ان کے آلہ کار جمہوری نظام کو ناکام بنانے کی ایک آخری کوشش کریں گے۔ ہمیں ان کے عزائم کو خاک میں ملانا ہے اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہو گا جب ملک میں مقررہ وقت پر الیکشن منعقد ہونے کی ریت پڑ جائے اور صرف الیکشن کے نتائج کے بل بوتے پر حکومتیں تبدیل ہوں۔

استحکام جمہوریت کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر تحمل 'بردباری 'افہام و تفہیم اور رواداری کی خصوصیات پیدا کریں اور اپنا حق اظہار رائے استعمال کرنے کے ساتھ دوسروں کو بھی اپنی بات کہنے کا موقع دیں اور پھر کھلے دل سے اکثریت کی رائے کو تسلیم کریں کیونکہ یہی روح جمہوریت ہے۔

ملک میں ایک طویل عرصہ تک غیر جمہوری نظام کے مسلط رہنے کی وجہ سے افسر شاہی خاصی مضبوط ہو چکی ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کے پارلیمینٹیرینز (Parliamentarians) کو ان کا صحیح اور جائز مقام حاصل ہو۔ تاکہ وہ ملک میں امن و امان قائم رکھنے اور ملک کی تعمیر و ترقی میں ایک فعال کردار ادا کر سکیں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی نہ کسی شعبہ میں مہارت یعنی Specialization حاصل کریں۔ موجودہ دور ماہرین کا ہے۔ ویسے ماضی میں بھی مسلم علماء نے مہارت حاصل کرنے کی تلقین کی ہے 'شیخ سعدی کا قول ہے کہ ....

"کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی"

مگر آج ماہرین سے رائے حاصل کئے بغیر حکومتیں کوئی قدم نہیں اٹھاتیں۔ پارلیمینٹیرینز (Parliamentarians) کو مزید فعال بنانے اور پارلیمینٹ کی بحیثیت مجموعی کارکردگی کو مزید بہتر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم پارلیمانی کمیٹیوں کے نظام کو مزید فعال بنائیں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں پارلیمانی کمیٹیاں پارلیمانی طور طریقوں اور روایات کا جزو لاینفک ہوتی ہیں۔ ہر ایوان اپنی پارلیمانی ذمہ داریاں متعدد قائمہ یا اسپیشل کمیٹیوں کے ذریعے سرانجام دینے کی کوشش کرتا ہے۔ بہتر تو یہ ہو گا کہ زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق پارلیمینٹ کی ایک قائمہ کمیٹی یا ذیلی کمیٹی ہو۔ اس کمیٹی کے ممبران کا چناؤ ان ممبران اسمبلی سے کیا جائے جن کو متعلقہ شعبہ میں دسترس حاصل ہو۔ کمیٹیوں کے اجلاس مناسب وقفوں سے باقاعدگی کے ساتھ ہوتے رہیں۔ ان اجلاسوں میں متعلقہ وزارت یا ادارہ اپنی کارکردگی اور آئندہ کے منصوبوں کے بارے میں تفصیلات پیش کرے۔ اگر ارکان اسمبلی ان منصوبوں کا بغور جائزہ لینے کے بعد ان کو بہتر بنانے کی قابل عمل تجاویز پیش کریں اور متعلقہ وزارت بھی یہ سمجھے کہ قائمہ کمیٹی کے ممبران کو اس شعبہ پر مکمل دسترس حاصل ہے تو وہ ان کی آراء کا پورا احترام کریں۔ اس سے جہاں مقننہ کے وقار میں اضافہ ہو گا وہاں انتظامیہ کے مسلسل احتساب کی بناء پر سرکاری مشینری زیادہ مؤثر ہو سکے گی۔

آپ میں سے بیشتر افراد اس حقیقت سے واقف ہوں گے کہ سینٹ آف پاکستان نے بھی اپنی پارلیمانی ذمہ داریوں کو بہتر طور پر سرانجام دینے کے لئے چھ قائمہ کمیٹیاں اور دو اسپیشل کمیٹیاں تشکیل دے رکھی ہیں۔ یہ کمیٹیاں ان اسپیشل کمیٹیوں کے علاوہ ہیں جنہیں گاہے بگاہے کسی خاص مقصد یا معاملے کے حل کے لئے تشکیل دیا جاتا ہے۔ پچھلے پونے تین سال کے دوران سینٹ کی ان کمیٹیوں کے تقریباً ۷۰ اجلاس ہوئے جن میں مختلف مسائل پیش کئے گئے۔ ان کمیٹیوں نے کئی اہم سرکاری اداروں مثلاً کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن 'رائس کارپوریشن 'ایکسپورٹ پروموشن بیورو 'پاور ونگ واپڈا 'فیڈرل فلڈ کنٹرول کمیشن 'کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن 'پاکستان اسٹیل مل اور وزارت تجارت کے کارکردگی کا بھی جائزہ لیا۔ اس کے علاوہ ایوان کی طرف سے ۲۰ بل مزید غور و خوض کے لئے قائمہ کمیٹیوں کے سپرد کئے گئے اور قائمہ کمیٹیوں نے تفصیلی غور کے بعد ان بلوں پر اپنی سفارشات پیش کیں۔ اپنی بات کو مختصر کرتے ہوئے میں یہ بتاتے ہوئے انتہائی خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ اس مدت کے دوران سینٹ کی قائمہ کمیٹیوں کی کارکردگی مجموعی طور پر نہایت تسلی بخش رہی اور ان کے کام کی متعلقہ حلقوں میں کافی پذیرائی ہوئی۔ کمیٹی کے نظام کی افادیت بڑھانے اور اسے زیادہ مؤثر کرنے کے لئے قواعد و ضوابط سے متعلق سینٹ کی خصوصی کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ قائمہ کمیٹیوں کی تعداد کو چھ سے بڑھا کر ۱۲ کر دیا جائے تاکہ وزارتوں / ڈویژن کی بہتر گروپ بندی Functional کے ہر گروپ کے لئے علیحدہ کمیٹی تشکیل دی جا سکے اور تین مزید مستقل کمیٹیاں قائم کی جائیں تاکہ ایک کمیٹی حکومت کی یقین دہانیوں اور ایوان میں کئے جانے وا

وعدوں پر عملدر آمد کی نگرانی کر سکے۔ دوسری کمیٹی کم ترقی یافتہ علاقوں کے مسائل پر غور کر سکے اور تیسری کمیٹی حکومت کی عام کارکردگی کا جائزہ لے سکے۔

اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے میں غیر ملکی مہمانوں کے استفادہ کے لئے یہ بیان کرنا چاہوں گا کہ پاکستان میں پارلیمانی جمہوری نظام قائم ہے اور ملک میں ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت دوایوانی مقننہ موجود ہیں۔ مقننہ کا ایک ایوان (قومی اسمبلی) عوام کے براہ راست ووٹوں سے اور دوسرا ایوان (سینٹ) چاروں صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کے ووٹوں سے منتخب ہونے والے ارکان پارلیمینٹ پر مشتمل ہے۔ قومی اسمبلی کے ارکان کے انتخاب کے لئے ایک آدمی ایک ووٹ اور آبادی کی بنیاد پر انتخاب ہوتے ہیں جب کہ سینٹ میں چاروں صوبوں کی یکساں نمائندگی ہے۔ سینٹ آف پاکستان صوبوں کے حقوق کی نگرانی اور نگہداشت کا کام کرتا ہے۔

۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت سینٹ ایک مستقل ادارہ ہے جس کی تجدید ہر تین سال کے بعد تقریباً نصف ارکان کے انتخاب نو کے ذریعے ہوتی رہتی ہے۔ موجودہ سینٹ کے ۸۷ ارکان ہیں۔ ان میں سے ۴۳ ارکان اس سال ۲۰ مارچ کو ریٹائر ہو جائیں گے اور جب ۲۱ مارچ کو سینٹ کا نیا سال شروع ہو گا تو ریٹائر ہونے والے ارکان کی جگہ نو منتخب ارکان چھ سالہ میعاد کے لئے حلف اٹھائیں گے۔ اس طرح سینٹ کے وجود میں ایک تسلسل قائم رکھا گیا ہے۔

ان دعائیہ کلمات کے ساتھ میں اپنی گذارشات ختم کرتا ہوں کہ یہ ایوان رہتی دنیا تک ستارہ نور یعنی Light House کے طور پر ملک و قوم، بالخصوص صوبہ پنجاب کی راہنمائی کرتا رہے۔

شکریہ۔

ڈپٹی سپیکر، مشیر برائے وزیر اعلیٰ اور اراکین پنجاب اسمبلی

دعوت خطاب

معزز خواتین و حضرات ! آپ جانتے ہیں سردار وزیر احمد جوگیزئی ہماری قومی اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر ہیں۔ سنگلاخ چٹانوں کے باسی جہاں عزم وہمت کے پہاڑ ہیں وہاں ان کی گفتگو میں پھولوں کی مہک ہے۔ قومی اسمبلی کے ممبران کو موقع پر مطمئن کرنے کے گر اور سلیقہ سے حزین ہیں۔ آپ ہمارے نہایت زیرک اور ذی شعور سیاسی رفیق ہیں۔ سردار وزیر احمد جوگیزئی۔

سپیکر

سردار وزیر احمد جوگیزئی

ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کا استحکام

سردار وزیر احمد جوگیزئی

ڈپٹی سپیکر قومی اسمبلی پاکستان

جناب گورنر سجاد حسین قریشی صاحب جناب سپیکر۔ معزز خواتین و حضرات۔ آج میرا موضوع ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کا استحکام ہے۔ آج یہ فورم جو آپ نے پنجاب اسمبلی کی ۵۰ سالہ تقریبات کی مناسبت سے پاکستان کے جمہوری پہلو کو اجاگر کرنے کے لئے مہیا کیا ہے۔ میں جناب سپیکر' آپ کا اور جناب چیف منسٹر پنجاب ، نواز شریف صاحب' آپ کا اور معزز خواتین و حضرات آپ کا مشکور اور ممنون ہوں کہ آپ نے اس فورم پر ہمیں حالات کا تجزیہ کرنے اور جمہوریت کو استحکام بخشنے کی خاطر بلایا۔

یقیناً پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اور ترقی پذیر ملک میں جمہوریت کا پروسیس دیکھنے کے لئے پاکستان کا کیس ایک Specific کیس ہے جو ہر ترقی پذیر ملک میں apply ہوتا ہے۔ لیکن پیشتر کہ میں زیادہ تفصیل میں جاؤں ہمیں اس بات کو سمجھنے کی زیادہ ضرورت ہے کہ ہم ترقی پذیر ممالک کی اصطلاح کس لئے استعمال کر رہے ہیں۔ یقیناً ترقی پذیر ممالک وہ ملک ہیں جو کسی زمانے میں colonial ملک تھے۔ وہ کسی نہ کسی ملک کے زیر اثر تھے غلام تھے یا ان کی sovereignty میں رہتے تھے۔ اس میں کئی قسم کے ممالک ہیں۔ ایک وہ جو انگریز کے تسلط کے نیچے رہا' ایک وہ جو فرانس کی کالونیز تھیں ایک وہ جو سپینش کالونیز ہیں۔ تینوں کی نوعیت الگ الگ ہیں۔ ہمیں اپنی نوعیت اور اپنے مسائل ڈھونڈنے

کے لئے ایک مخصوص انداز فکر اختیار کرنا پڑے گا۔
انگریز کی نو آبادیاتی نظام نے ہمیں تین چیزیں ورثے میں دی ہیں۔ جن کو میں آپ کے سامنے زیادہ تفصیل سے تو نہیں لیکن صرف confine کروں گا۔ ایک تو انہوں نے بیورو کریسی دی ' ملٹری بیورو کریسی دی اور تیسرے امراء کا وہ طبقہ دیا جس سے میرا اور آپ سب کا تعلق ہے ' جس نے عام آدمی کو کچلنے میں اور عام آدمی کی توقعات پر پورا اترنے میں کچھ عجلت کی ہے۔ یہ عجلت اگر ہم آج نہیں مانتے ہیں تو شاید ہم جمہوریت کو دوام بخشنے میں ناکام ثابت ہوں گے اور اللہ کرے کہ ایسا نہ ہو۔ لیکن برطانیہ کے چھوڑے ہوئے نظام میں سے ایک پارلیمانی جمہوریت کا تصور ہے ' وہی ایک واحد تصور ہے جو ہمارے اس ملک کے لئے ' ہماری بقاء کے لئے ' ہماری ترقی کے لئے بار آور اور مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اس پارلیمانی جمہوریت کو فروغ بخشنا ' دوام بخشنا ہی ہمارا مقصد ہے۔ اس میں ہماری بقا ہے۔ لیکن اسکے بہت سے مخالفین ہمارے ہاں موجود ہیں۔
میں جمہوریت کی تعریف آپ کے سامنے نہیں کر سکوں گا۔ اس لئے کہ آپ جمہوریت کی تعریف بخوبی جانتے بھی ہیں اور سمجھتے بھی ہیں اور یہ صرف موقع محل کی بات ہوتی ہے کہ ایک نو آزاد ملک میں کس طرح اپلائی کرتے ہیں۔ یقیناً ایک پارلیمینٹ کو یہاں آنے کے لئے اور پاکستان میں پارلیمانی جمہوریت کو جو مخالفانہ انداز مل رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کیا جمہوریت اسلامی ہے؟ کیا جمہوریت غیر اسلامی ہے میں یہاں اس فورم پر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جموہت اسلام ہے اور اسلام جمہوریت ہے یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہیں۔ جمہوریت میں محاسبہ کا پروسیس ہے ' اسلام میں بھی محاسبے کا پروسیس ہے۔ اسلام میں عوام الناس کی رائے کا احترام ہے اور اسی ہی کا بول بالا ہوتا ہے۔ جمہوریت ہی عوام الناس کی ایک مثال ہے۔ دوستوں ' بھائیوں ' بہنوں ' پارلیمانوں آپ یہ کبھی بھی نہ سمجھیں کہ اسلام جمہوریت کے خلاف ہے۔ یا جمہوریت اسلام کے خلاف ہے۔ یہ لازم اور ملزوم ہیں۔
اسلامی جمہوریت میں پاکستان کی بقاء ہے۔ اب اس کو دوام بخشنا اور اس پروسیس کو آگے لے جانا ' ظاہر ہے کہ الیکشن کا ایک پروسیس ہے۔ اس پروسیس کو جاری و ساری رکھنا ہے۔ چاہے آپ یہاں بیٹھے ہوں چاہے میں یہاں بیٹھا ہوں چاہے حزب اختلاف والے یہاں بیٹھ جائیں چاہے میاں صاحب وہاں جائیں۔ اس پروسیس کو ہم نے جاری رکھنا ہے اگر ہم اسکو دوام بخشیں گے اس ملک میں جمہوریت بالکل آئے گی۔
جناب والا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قوم ان پڑھ ہے جاہل ہے۔ یہ جمہوریت کو نہیں سمجھتے۔ جناب! جتنی تحاریک اس ملک کے لوگوں نے جمہوریت کے لئے چلائی ہیں ' جس طریقے سے عوام الناس نے جمہوریت کو لانے میں قربانیاں دیں ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ عوام جمہوریت کو نہیں سمجھتے میں یہ بالکل ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ پاکستان کی عوام جمہوریت کو نہیں سمجھتی۔
میں جناب سپیکر! پھر آپ کا ممنون و مشکور ہوں۔ موضوع دلچسپ ' بہت خوب ' لیکن اس میں کم بولا جائے ' سوچا زیادہ جائے ' عمل کرنے کی ضرورت ہے اور میں آپ کا نہایت مشکور ہوں کہ آپ نے یہاں بلا کر عزت بخشی اور اپنے خیالات کا اظہار کرنے دیا۔
والسلام۔

مشیر عن وزیر اعلیٰ وارا کین پنجاب اسمبلی

دعوت خطاب

اب میں درخواست کرتا ہوں جناب لیفٹننٹ کرنل (ریٹائرڈ) نور بادشاہ سے جن کا تعلق صوبہ سرحد سے ہے۔ آپ صوبہ سرحد کی صوبائی اسمبلی کے بہترین پارلیمینٹیریں میں شمار ہوتے ہیں۔ موصوف کے بات کرنے کا اپنا ایک انداز ہے۔ تشریف لاتے ہیں جناب نور بادشاہ صاحب ـــــ

سپیکر

لیفٹننٹ کرنل (ریٹائرڈ) نور بادشاہ

اسلامی مجلس شوریٰ

لفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) نور بادشاہ

رکن صوبائی اسمبلی سرحد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

محترم جناب سپیکر صاحب و مہمان خصوصی جناب گورنر صاحب صوبہ پنجاب!

پچاس سال ۱۹۳۷ء تا ۱۹۸۸ء کا لمبا سفر باوجود انقلابات (کچھ خوشگوار اور کچھ ناہموار) اور نامناسب حالات کے جمہوریت پر ختم ہوا اور آج ہم گولڈن جوبلی منا رہے ہیں میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ محترم سپیکر صاحب! جمہوریت انگریزی طرز سیاست اور حکومت ہے جو انہوں نے کئی سو سالوں سے ملوکیت اور تھیوکریسی کے مابین جھگڑوں اور تجربوں کے بعد اپنایا ہے لیکن ایک اسلامی مملکت میں اسلامی شورائی نظام کا نافذ ہونا ایک فطری امر ہے اور اسلامی اقدار، روایات اور شعائر کی احیاء نو کے لئے ضروری جدوجہد ہم کو کرنی پڑے گی اور مسلمان گھبراتے نہیں ہیں یہ قائداعظمؒ نے فرمایا تھا۔

ہمارے لئے یہ انتہائی خوشی کا مقام تھا، جب ۳۰ دسمبر ۱۹۸۵ء کے تاریخی دن قرارداد مقاصد کو آئین کا حصہ بنا دیا گیا اور میرے خیال میں اس کے بعد ہمیں اپنے پارلیمانی نظام کو کلیتاً اس طرز پر چلانا چاہئے تھا کہ یہ اسلامی شورائی نظام کی ایک اجتہادی شکل ہو۔

میں نے یہ لفظ "اجتہادی" اس لئے استعمال کیا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ضروریات بڑھتی جاتی ہیں اور اسلام نے ایک مکمل ضابطہ حیات ہونے کی حیثیت سے اجتہاد کا باب کھلا چھوڑا ہے۔

موضوع زیر بحث Assembly اور Legislator ہے ان دو الفاظ کے معروف اردو مترادف مجھے معلوم نہیں، جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ میں اسمبلی کا ذکر شوریٰ سے اور Legislator کا ذکر قانون ساز ادارے سے کرنے کی اجازت طلب کرتا ہوں۔

ابو حیان اندلسی نے اپنی کتاب "بحرالمحیط" میں لکھا ہے کہ "شوریٰ اظہار رائے کے اس مطالبہ کا نام ہے، جس کا خطاب امت کے افراد سے ہو"۔ قاضی ثناءاللہ پانی پتی مرحوم نے تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ "شوریٰ کی روح یہ ہے کہ جماعت کا ہر فرد اپنے علم اور قابلیت کے مطابق اپنی آراء اور خیالات پیش کر دیتا ہے۔ ایک دوسرے کے نظریات آپس میں ملتے ہیں اور اس سے ایک اچھا فیصلہ ہاتھ آ جاتا ہے۔"

عمومی طور سے شوریٰ کے مسلمہ مقاصد یہ ہیں۔

(۱)۔ صلابت رائے۔ آزادانہ بحث اور مقابلہ مطالعہ کے بعد مختلف رائے کی صحت اور خامی کو جانچنا۔

(۲)۔ حب الوطنی اور رائے عامہ کی تنظیم۔ یعنی قومی یا صوبائی پالیسیوں کی تشکیل و تنظیم میں عوامی نمائندوں کا عمل دخل، جس سے احساس ذمہ داری پیدا ہو اور حب الوطنی کا جذبہ پروان چڑھے۔

(۳)۔ آزادی اور محاسبہ۔ شہریوں کے حقوق کا تحفظ اور ظلم کے خلاف آواز اٹھانا اور حکومت کا عوامی نمائندوں کے سامنے جوابدہ ہونا۔

(۴)۔ حکومت کی راہنمائی۔ حکومت کے اقدامات کا جائزہ لے کر اچھے کاموں میں اس کی تحسین اور غلط کاموں میں حکومت کو اپنی حکمت عملی بدلنے کا مشورہ۔

(۵)۔ شوریٰ مزاج اور اجتہاد۔ اپنے علم و ضرورت کے مطابق غور و فکر کرنا تاکہ مجموعی لحاظ سے مسلمانوں میں مجتہدانہ کاوشیں نشوونما پاتی رہیں۔

میرے خیال میں ان پانچ نکات پر مشتمل جو بھی مجلس مشاورت جس طرز سے بھی قائم کی جائے، وہ اسمبلی یا مجلس شوریٰ ہے۔ بالغ رائے دہی سے چند اخلاقی قیود اور پابندیوں کے ساتھ عوامی نمائندوں کو چننا ایک اجتہادی فعل ہے اور اسی طرح انہی عوامی نمائندوں میں سے کابینہ بنانا اور انتظامی سربراہ مقرر کرنا بھی ایک اجتہادی فعل ہے۔

دراصل اسلام میں بنیادی قوانین دو ہیں۔ قرآن مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد جو درجے ہیں یعنی اندازہ، خیال اور مسلمانوں کی اکثریت کی رائے۔ اس کے لئے شوریٰ میں قانون سازی کرنی پڑے گی اور اس کے لئے جو بھی نمائندے منتخب کئے جائیں۔ وہ Legislator یا قانون ساز ہوں گے۔

اس لئے قانون سازی کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ اگر وہ اللہ کی قائم کردہ حدود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافذ کردہ شریعت مقدسہ سے واقف نہ ہو تو نمائندہ منتخب ہونے کے بعد اپنے اوپر یہ ذمہ داری عائد کرے کہ شریعت مقدسہ سے واقفیت حاصل کرے۔ یہ جو دو الفاظ عام طور پر مستعمل ہیں "قیاس" اور "اجماع" "قیاس" سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی امر میں اس جیسے نہ سہی، اصولاً اس کے قریب قریب شریعت مقدسہ میں کوئی فیصلہ موجود ہے تو اس کے لئے قانون سازی کی کوئی ضرورت نہیں، ایسے مسئلے نظائر (Precedent) سے حل کئے جائیں لیکن یہاں پر اگر انتظامی امور سامنے آئیں جو موجودہ زمانے کے متعلقات میں سے ہوں اور اس سے قبل اس سلسلہ میں کوئی نظائر موجود نہ ہوں تو اسلامی اقدار اور شعائر کو پیش نظر رکھ کر قانون ساز ان امور کے لئے قانون وضع کرے۔ یہاں پر ایک قانون ساز پر انفرادی اور شوریٰ پر اجتماعی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ۔

(۱)۔ کوئی قانون شریعت مقدسہ کے منافی نہ ہو۔

(۲)۔ کوئی قانون مفاد عامہ کے خلاف نہ ہو۔

(۳)۔ کوئی قانون اسلامی اقدار (Values) اور شعائر (Injunctions) کے خلاف نہ ہو۔

(۴)۔ کوئی ایسا قانون وضع نہ کرے جس سے امن، صلح اور محبت کی بجائے نفرت اور الجھاوے (Disputes) بڑھ جائیں۔

مسلمان کا کام مقدمات گھٹانا ہے۔ مقدمات بڑھانا نہیں۔ قانون ساز کا کام ایسا پیچیدہ قانون بنانا نہیں، جس کو لاگو کرنے کے بعد حصول انصاف مشکل ہو جائے۔ قانون وضع کرتے وقت یہ ملحوظ خاطر رکھنا ہو گا کہ جلد صحیح اور بلاقیمت سستا انصاف مہیا کرنا شعائر اسلامی کا جزو اول ہے۔

محترم سپیکر صاحب! یہ بھی جاننا ضروری ہو گا کہ شوریٰ کے لئے کارکردگی کے قواعد کیا ہوں گے۔ لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے میں اس پر بحث کرنا نہیں چاہتا اور آیا ۱۹۲۹ء سے جو مغربی قواعد ہم نے اپنے اوپر لاگو رکھے ہوئے ہیں یہ کیوں ایسا ہے۔ کیا ہم نئے قوانین بنانے کے اہل نہیں یا کیا ہم شعائر اسلامی سے غافل ہیں اور اسلامی اقدار کو پروان چڑھانے کے لئے تندہی سے کام نہیں کر رہے ہیں۔ محترم سپیکر صاحب! آپ کی اجازت سے یہ فیصلہ میں ان معزز اراکین پر چھوڑتا ہوں اور اجازت چاہتا ہوں۔ خدا حافظ۔ وما علینا الا البلاغ

اہم سنگ میل

یہ نادر تقریب یقیناً ہماری سیاسی زندگی کا ایک اہم سنگ میل ہے۔ جناب سپیکر! اس یادگار اجلاس کے لئے میں آپ کو بھرپور اخراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

محمد نواز شریف
وزیر اعلیٰ پنجاب

دعوت خطاب

مسٹر جسٹس ریٹائرڈ محمد افضل چیمہ کے تجربات کا پھیلاؤ بہت وسیع ہے۔ کیا لیگل' جوڈیشل' پولیٹیکل اور لیجسلیٹو، مختلف اوقات میں مختلف اہم عہدوں پر فائز رہے۔ دنیا کے بہت سے ممالک میں جاتا ہوا۔ اردو' فارسی' انگریزی اور عربی کے عالم ہیں۔ رابطہ عالم اسلامی کی ایشیائی برانچ کے اس وقت سیکرٹری جنرل ہیں۔ ہم نے ان کو یہاں دعوت دی ہے کہ وہ پولیٹیکل اور لیجسلیٹو پہلو سے آج کے موضوع پر اظہار خیال فرمائیں۔ مسٹر جسٹس ریٹائرڈ محمد افضل چیمہ!

سپیکر

مسٹر جسٹس ریٹائرڈ محمد افضل چیمہ

Some Recollections of Early Parliamentary Life

MOHAMMAD AFZAL CHEEMA
JUSTICE (RETD.), SUPREME COURT OF PAKISTAN

الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ . اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔ وامرھم شوریٰ بینھم ۔ صدق اللّٰہ العظیم ۔

Dear Makhdoom Sahib, Governor of Punjab, Honourable Chief Minister, Honourable Speaker, distinguished Parliamentarians, Members of Punjab Legislative Assembly, ladies and gentlemen.

It is a great privilege to be invited to the Golden Jubilee Celebrations of the Punjab Legislative Assembly and indeed an honour to address a galaxy of distinguished parliamentarians and legislators from many parts of the world.

I don't propose to philosophise or inflict a lengthy

reading on this distinguished audience but would only like to share my recollections of personal experiences as member of the Opposition in the Punjab Legislative Assembly of 1951 which marked the commencement of my political career. I may be excused if it smacks of an egoistic tall talk for which I apologise beforehand.

I got returned to the Punjab Assembly in the general elections in January, 1951 from a rural constituency on the ticket of Jinnah Muslim League, headed by the late Nawab Iftikhar Hussain of Mamdot, No. 1 Muslim League leader of the Punjab who had broken away from the main body of the Muslim League. To start with we were 37 members of the Opposition in a house of about 200, headed by Mian Mumtaz Mohammad Khan Daultana as leader of the House and the Chief Minister of the Punjab. Gradually the members started crossing the floor and the strength of the Opposition continued dwindling until it was reduced to 11 with Maulana Abdul Bari as the leader, a veteran politician who belonged to the vanguard of the Muslim League Movement. In 1953, on the dismissal of the Daultana Government in Punjab, Malik Feroze Khan Noon, the then Governor of East Pakistan, was relieved of the gubernatorial office and brought to the Punjab to form the new government.

As mentioned earlier, the year 1951 marked the commencement of political career at a time when I was virtually a novice and wholly uninitiated being at the same time a new entrant in the legal profession. This enabled me to devote undivided wholetime attention to parliamentary work, study of the rules of business, and previous debates and critical scrutiny of the new bills. The order of business and procedure adopted were more or less the same which are followed today. The proceedings commenced with recitation from the Holy Quran followed by question hour. I was one of those who put the maximum number of questions including short notice questions. A great sanctity used to be attached to the proceedings of the Assembly and some questions would really create a flutter and sensation causing considerable embarrassment to the government. The honourable ministers would face volleys of supplementary questions and at time, cut a sorry figure to the amusement of the House. Witty retorts and prompt answers made the proceeding lively and interesting.

In this regard I would like to share with the audience a couple of interesting events. Chaudhry Abdul Hafeez, a friend of mine was Secretary, Municipal Committee of my home town Gojra. He was a graduate and in view of his qualifications and experience, deserved to be promoted to the next higher grade; but the Commissioner withheld his promotion without any good reasons. He filed an appeal to the Provincial Government which was to be submitted through the Commissioner who declined to forward it. In desperation Chaudhry Abdul Hafeez consulted me and I told him that as a member of the Opposition, I could only raise the issue by putting a question in the Assembly which might create further complications for him. He told me that he was prepared to take a calculated risk. Accordingly, I gave notice of a question which was somewhat as follows:-

"Will the honourable Minister for Local Bodies please state whether it is a fact that–

(a) Chaudhry Abdul Hafeez, Secretary, Municipal Committee Gojra, District Lyallpur, a graduate with a clear record and several years experience to his credit is qualified for promotion to the next higher grade?

(b) Is it a fact that the Commissioner, Multan Division rejected his case for promotion?

(c) Is it a fact that Chaudhry Abdul Hafeez filed an appeal against the orders of the Commissioner which the latter has not forwarded to the Provincial Government?

(d) If answers to (a), (b) and (c) are in the affirmative what steps, if any, does the honourable Minister propose to take in this regard?

On the day the question was listed for reply, I happened to pass through the corridor in front of the honourable Minister's Chamber. His Private Secretary who happened to see me by chance, called me in and smilingly said, "Cheema Sahib, the question addressed to my Minister by you is coming up today and you will get such a smashing reply that you will not have the courage to put a single supplementary question". I said, "All right we will see the performance of your Minister". When the question was called the honourable Minister stood up and replied:–

"(a) Yes.

(b) Yes.

(c) Yes.

(d) No. Not only was the appeal forwarded by the Commissioner to the Provincial Government but it has since been considered and accepted and the decision has already been communicated to the appellant."

This would demonstrate the importance and sanctity attached to the proceedings of the Assembly and how one single question was instrumental in the redress of the legitimate grievance of an official.

At times lively and amusing observations would be made and the whole House would burst into peals of laughter. I can recall a similar encounter with the late

Malik Feroze Khan Noon who succeeded Mr. Daultana as Chief Minister. While replying to one of my questions, he tried to be evasive. I then observed—

> "Mr. Speaker Sir, while replying to our questions, the honourable Chief Minister usually resorts to آئیں بائیں شائیں and you will see the letter "Noon" in all these three words is blank. It may be recalled that at times Malik Feroze Khan Noon would be humorously called as *Noon Ghunna*, i.e. the blank Noon. At this the House burst into laughter. Of course, there were a couple of voices from the treasury benches saying withdraw, withdraw, withdraw."

Adjournment motion is one of the very important and useful parliamentary devices by which immediate attention of the Government is sought to be drawn, usually by members of opposition and occasionally by others, to an urgent matter of public importance which could not brook any delay and would take precedence over everything else justifying the adjournment of the normal business of the day so as to be taken up immediately for discussion. Unfortunately without appreciating its true import and occasion for its appropriate invocation, it is grossly abused by the honourable members both in our provincial as well as central legislatures with the result that scores of adjournment motions relating to petty and trivial matters of daily occurrence are received by the Speaker which are often killed by him in the Chamber and rightly so whereas several others are permitted to be raised in the House and overruled at considerable expense of time. There is, however, one redeeming feature; the motions allowed to be moved have the advantage of getting coverage in the press thus drawing the attention of the government and the people to the particular issues raised therein and in some cases the grievance is redressed and the problem is solved. The fact however remains that on account of its misuse, this parliamentary device has lost much of its significance and practical utility having become more or less a matter of routine in our Legislative Assemblies.

It would not be out of place to refer in this context to the adjournment motion moved by me in the Punjab Assembly to discuss a most significant event of historic importance namely the conviction of Maulana Syed Abul Aala Maudoodi (*Rahimahullah Ta'ala*) by a Special Military Court and award of death sentence. It may be recalled that this relates to the 1953 Martial Law regime which was for a limited period with restricted jurisdiction. Of course, the public did have a glimpse of Martial Law Rule and its bitter experience which certainly left a bad taste. While I was called upon by the Honourable Speaker the late Khalifa Shujauddin, Bar-at-Law, to move the motion and read it out, Malik Feroze Khan Noon, the Chief Minister stood up and sought permission of the Speaker to make a statement whereupon I resumed my seat. The Chief Minister assured the house that if Maulana Madoodi filed a mercy petition before the Punjab Government it would be given a very sympathetic consideration by the Government and hoped that in view of his assurance the mover would not insist on his motion to which I agreed and did not press the motion. The following morning I went to see Maulana Maudoodi in the Central Jail, Lahore located on the site where Shadman Colony stands today. I vividly recall that meeting with the Maulana whose words are still ringing into my ears. Before I could say anything, he observed in Urdu which could be rendered as follows:—

> "I have seen the proceedings in the newspaper and having carefully considered the position, I have come to the conclusion that I would prefer to be recalled by the Lord rather than suffer the humiliation of filing a mercy petition."

And the world knows that he never filed a mercy petition and yet survived to continue his mission and serve the cause of Islam for many years thereafter.

Point of Order is another parliamentary device which is also grossly abused in our legislatures without appreciating its true import and significance namely the pointing out of an irregularity, impropriety or breach of rules or decorum during the proceedings and is invariably employed as a pretext to get the floor and frequently resorted to by the members as a usual *modus operandi*.

Malik Fazal Hussain, an honourable member from a rural constituency of Sialkot district had a very hoarse and harsh voice. Once when he finished his speech, I rose on a point of order and observed,

> "Mr. Speaker Sir, just as you have arranged amplifiers (آلۂ مکبر الصوت) on every seat, will you consider the advisability of providing a minimiser (آلۂ اصغر الصوت) to reduce the volume of the voice of Honourable Member Mr. Fazal Hussain. I then recited the Quranic verse : ان انکر الاصوات لصوت الحمیر without translating it, which means "the most despicable voice is that of the donkey". This led to an uproar and the treasury benches started shouting, "withdraw", "withdraw" "withdraw", whereupon I retorted, "This is a strange assembly where the recitation from the Holy Quran is considered unparliamentary".

Likewise, while criticising the lavish expenditure incurred by the government on sending one of the honourable ministers to the House of Commons to study and watch the proceedings, I observed that all the amount spent by the government seems to have gone waste as there are no signs of improvement in the performance of the honourable Minister, and the matter still remains analogous to: اگر بمکہ رود Of course, to those who knew the full verse in Persian, the significance was quite clear. خر عیسیٰ اگر بمکہ رود ۔ چوں بیاید ہنوز خر باشد

"Even, if the donkey of Christ visits Makkah, on return it will still remain the same donkey". There was again an uproar and protest saying "withdraw", "withdraw", and I observed what is wrong with a reference to the Holy city of Makkah al-Mukarramah. I have only referred to a visit to the Holy City and surely it should be welcomed by the House.

As the honourable members know, Filibustering and Gerrymandering are the two well-known expressions of parliamentary parlance named respectively after their originators. Filibustering refers to obstructionist tactics in the legislative assembly particularly through long-winded and lengthy speeches, a usual *modus operandi* of the Opposition. Gerrymandering stands for manipulation of constituencies according to one's choice in order to secure election. This however is not relevant for our purpose. The usual mode of filibustering adopted by most of us as members of the tiny opposition was to move as many amendments to a bill on the anvil as possible which surely needed a very thorough study. I feel tempted to recall a very interesting incident relating to a bill known as the Thal Development Authority Act (Amendment) Bill. The bill was under discussion to which I had proposed scores of amendments. Once an amendment is found in order, the mover must get the floor as a matter of right to move the amendment and then takes about 5 to 10 minutes in making out his case and justify the amendment proposed by him. The Minister incharge of the bill or for that matter, any other member from the treasury benches would then seek the floor to oppose the amendment and try to refute the arguments, advanced by the mover in support of the motion. Thus one minor amendment would take at least 20 to 25 minutes to be disposed of. Realising the difficulty the Minister incharge of the bill, the late Nawab Muzaffar Ali Qizalbash walked up to me and said, "Afzal, I shall be extremely grateful if you allow my bill to go through. You know this is the last day and the Assembly is going to be prorogued and if the bill is not passed today, it shall have to be postponed till the next session". I promised to oblige. When called upon to move my first amendment I adopted the normal procedure spending a few minutes in support of my case which, of course, was opposed by the Minister. When called upon to move my next amendment I was brief; then followed the 3rd amendment and I was much more brief and short. After the rejection of my 3rd amendment which, of course, was a foregone conclusion, I stood up and observed, "Mr. Speaker Sir, I am thoroughly disgusted with the attitude of the treasury benches. They are simply incorrigible. I am convinced that no useful purpose is going to be served by moving the remaining amendments which are bound to meet the same fate. As a matter of protest I seek your permission to withdraw all the amendments". The permission was readily granted and the bill was immediately passed. When the assembly was prorogued, the honourable Minister walked up to me and said, "Afzal, I am extremely grateful although I did not agree with the damned reasoning that you advanced on the floor of the House".

As mentioned earlier, to be long-winded and deliver lengthy speeches is the usual *modus operandi* of the Opposition. There are members whose natural and normal mode of speech is very slow and measured and if they know how to be relevant, their filibustering becomes unassailable. Before the establishment of Pakistan, in the undivided Punjab Assembly there was a Hindu member who was on his legs for the 3rd day when the Speaker asked, "May I know when does the honourable member propose to finish his speech"? He replied, "Mr. Speaker, Sir it is not possible for me to say exactly when I could finish my speech but I assure you, Sir, that I shall try to be as brief as possible and in all probability would be able to finish it by day after tomorrow evening". This evoked a big laughter. I must frankly confess that at times, I would also resort to such obstructionist tactics but when I look in retrospect and consider the matter from a purely Islamic point of view, I feel that like "Opposition for the sake of opposition" sheer filibustering regardless of public interest would not be a good thing. In fact the overall attitude of the opposition in a legislative assembly should be governed and determined by the Quranic verse:

"Cooperate or help ye one another in	وتعاونوا على البر
righteousness and piety, but help ye	والتقوى ولا تعاونوا
not one another in sin and rancour".	على الاثم والعدوان
Sura Al-Maida:3.	(المائدہ آیت ۳)

It is a matter of common experience in parliamentary proceedings that at times sentiments run very high and the situation becomes tense. Although I can recall several such occasions, I will confine myself to the narration of only one of these. Just in order to embarrass the Chief Minister, the late Malik Feroz Khan Noon, I would describe him "the honourable Minister specially imported from East Pakistan to head the Punjab Government.(درآمد شدہ وزیر اعلی) Being otherwise a very nice gentleman, he would be naturally upset, being so ridiculed in the House. A very senior parliamentary secretary, who is no longer in this world, told me in confidence that the Chief Minister consulted some colleagues as to how to deal with me as according to him I had become a nuisance. He was advised that posting of a rough and tough *Thanedar* (Sub-Inspector of Police) in my Police Station with special instructions to handle me rather firmly, would be good enough to cut me to size and bring me to senses. On yet another occasion, when I was speaking on the release of Martial Law convicts and political prisoners, I referred to the arrest courted by the Chief Minister during the Muslim League Movement when he was detained in Kasur Jail for a couple of hours and manoeuvred to secure his release through the intervention of Mr. Jenkins, a British intelligence officer. At this the Chief Minister got infuriated and said, "Mr. Speaker, Sir I would not like to use unparliamentary languages but outside the House. I would like to tell this man how I

have felt about it?" Mr. Gibbon, a veteran member of the opposition jumped to his feet and said, "Mr. Speaker Sir, the Chief Minister has tried to intimidate an honourable member of this House. He is a coward". The Speaker at once told him to withdraw this word and he said, "I refuse to withdraw and would rather withdraw from the House", so saying he left the House.

The Budget session has a special significane in our parliamentary proceedings. The rule of relevancy is conventionally relaxed and every member is at liberty to criticise the government and gets the floor by giving notice of a cut motion. While members of the treasury benches take this opportunity to pay tributes to their ministers, those of the opposition benches strike right left and centre.

I was once criticising the performance of the Information Department and read out quotations from an article published by it on the District of Dera Ghazi Khan which said:

ڈیرہ غازی خان میں سانگھڑ نسل کے گھوڑے، ڈھابیل نسل کے بیل اور
اعلیٰ نسل کے بلوچ پائے جاتے ہیں۔

"Horses of Sanghar Breed, Bulls of Dhabel Breed and Baluches of superior pedigree are found in D. G. Khan. I observed that "the writer has omitted to add:

ان میں سے بعض منتخب ہو کر وزیر بن جاتے ہیں اور اس ایوان میں پہنچ جاتے ہیں۔

Some of whom get elected as members of the Assembly and are appointed as ministers and grace this House".

Since in the article the members of the Baluch Tribe were bracketted with horses and bulls, it evoked a peal of laughter and the House thoroughly enjoyed it.

Mr. Chairman, all that I have said is entirely from my memory, but I am quite sure of its correctness and authenticity, except slight verbal differences. Everything could be verified from the published record of the assembly proceedings where it is enshrined for all times. To conclude my submissions I would like to observe that all this experience stood me in very good stead as Senior Deputy Speaker of the National Assembly in 1962 in the first instance, when owing to the indifferent health of the Speaker late Moulvi Tameezuddin Khan, I mostly conducted the proceedings, and subsequently as Federal Law Secretary and member of the Superior judiciary of the country. All this practical training was indeed very useful both in the framing of new laws with which responsibility I was charged as Federal Law Secretary as also in the interpretation of the statutes which is the most important judicial function. But as observed earlier, I would reiterate for the guidance of the budding politicians and young parliamentarians and the development of their hidden potentialities that sincerity of purpose, hardwork, and application of mind coupled with a legal background are the essential prerequisites of a successful parliamentary career. Almost every seasoned parliamentarian who made his mark was a member of the opposition at one time or the other during his political career. I will conclude by reciting an Urdu verse:-

غافل اس گلستاں میں جتنے بڑے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

This also reminds me of the English verses:-

"The heights by greatmen reached and kept,
Were not attained by sudden flight.
But they, while their companions slept,
Were toiling upward in the night".

May Allah bless you all!

معزز مہمان گیلری میں تشریف فرما ہیں۔

دعوت خطاب

معزز خواتین و حضرات مسٹر جسٹس (ریٹائرڈ) سید شمیم حسین قادری صاحب نے قیام پاکستان سے قبل اور قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے لئے کام کیا۔ آپ پنجاب اسمبلی کے ممبر رہے۔ ۱۹۶۲ء میں آپ کو لاہور ہائیکورٹ کا جج مقرر کیا گیا۔ بعد میں آپ چیف جسٹس ہو گئے۔ یقیناً موصوف کے آراء موضوع زیر بحث سے متعلق ہمارے لئے مشعل راہ ثابت ہوں گے۔ تشریف لاتے ہیں مسٹر جسٹس سید شمیم حسین قادری صاحب!

سپیکر

چیف جسٹس (ریٹائرڈ) شمیم حسین قادری

Stability of Democracy in the Developing Countries

SHAMIM HUSSAIN QADRI
CHIEF JUSTICE (RETD.), LAHORE HIGH COURT

Mr. Speaker, Sir,

It gives me a great pleasure to address this august House on the occasion of the Golden Jubilee of the Punjab Assembly. It is a privilege to speak in this House as the opportunity is only available to the members. For an outsider, though associated with this assembly for about a decade in 50s, it is surely a great privilege which this House has conferred upon me. The first election under 1935 Act were held in 1937 and the elected representatives of the undivided Punjab Assembly for the first time sat in this very building, which turned to be the House of legislature of repute and parlance. During the Second World War the chosen representatives continued to perform their functions because the British Government was involved in the war. Mian Fazal Hussain, the founder of Unionist Party was to be the first Prime Minister of the Punjab but on account of his death in 1936 Sardar Sikandar Hayat Khan was picked up to take his place. He resigned his post of the Deputy Direc-

tor, Reserve Bank of India, and took over as first Prime Minister of the Punjab. He was leader of the Unionist Party but was trying to show his allegiance to Mr. M. A. Jinnah as Muslim Leaguer. He was asked to decide to be either a Muslim Leaguer or a Unionist whichever he liked. Mr. Jinnah was right in saying a person could not be a member of two political parties at the same time. I would not like to stretch this controversy at this time. He helped the British Government in war efforts and died unfortunately on the night following the marriage of his son and daughter. He was succeeded by Nawab Sir Khizar Hayat Khan Tiwana. Tiwana came from a family which provided Tiwana lancers to the British and his father Nawab Sir Umar Hayat Khan Tiwana was first Indian who was granted honorary commission and appointed ADC to Queen Victoria and rose to the rank of Maj. Gen. He picked up parliamentary practice and remained Prime Minister of the province till 1946, when he resigned from this office. Sir, you may think that I am deviating from the subject on which I have to speak but with your permission I think it is essential to give the name of the personalities and the parties which governed this Province from this House and surely this account will reflect the topic "Democracy in the Developing Countries".

On account of the partition of Indo–Pak subcontinent, which was the result of untiring efforts of Quaid-e-Azam, Pakistan appeared on the map of the world and Punjab Assembly was divided according to the division of the Province, East Punjab and West Punjab. Members falling to the constituencies in both the provinces became the members of the concerned provinces but the problem grew on account of evacuation of Population, Muslims of East Punjab and non-Muslims of West Punjab. Soon this problem was solved by legislation providing seats to evacuees of East and West Punjab, respectively. West Punjab Assembly chose Nawab Iftikhar Hussain Mamdot as its leader and he became first Chief Minister of the Province. This Assembly was superceded by promulgation of section 93 which introduced Governor's rule in the Province. Sardar Abdul Rab Nishter was appointed the first Pakistani Governor in the Province. 1950's Provincial elections were held and I was elected as a member of this Assembly. So it was 12 or 13 years after the inauguration of this building I sat in this House. Until 1954 when all the assemblies of the provinces were dissolved and West Pakistan Assembly came into existence. I had long association with the lobbies and the chambers of this House until Skindar Mirza abrogated 1956 Constitution and imposed Martial Law on 7th – 8th October 1958. Field Marshal Ayub Khan gave 1962 Constitution and the West Pakistan Assembly again came into existence. Another Martial Law by Yahya Khan converted this House into a Martial Law Headquarters again. Then came 1973 Constitution and this Assembly again came to life. Unfortunately in 1977 the Assembly again disappeared on account of the imposition of Martial Law. The elections were held in 1985 and the present Assembly came into existence and I wish the members and the Government a wholehearted success.

This background is thus useful to analyse the fate of democracy in the developing countries. What is democracy, in my humble view the participation of the people in the affairs of the state for solving their problems and providing an effective government with a manifesto which can satisfy the needs of the people. Basically man is a speaking animal and his fundamental requirements are the same like food and shelter for which an animal by gesture and noise attracts his master and the master also knows how he has to look after his animals. The speaking animal can express himself and he puts his demands, whether he is ruled either with sword or with pen. For more than a century the Indo–Pak remained under the foreign yoke and, therefore, people fought for their political and economic rights. The two major parties, Congress and Muslim League had their objective of independence and self-government in the way in which Muslims and Hindus wanted to live according to their religion, culture and customs.

The dominions came into existence, despite other problems–the problem of evacuation of population was so monstrous that it curbed the tide of development and in particular the political development. Since the independence was achieved by constitutional means and people's guidance of Quaid-e-Azam whose training in life was nothing but discipline and the process of constitutional evolution by lawful means, the rule of law was supreme in his mind because of his vast experience in British political and judicial system. The evolution of political system in developing countries has to face many problems. Economic independence is one of the most important factor. We have to look towards the developed countries for knowhow and finances for our development, this being the biggest obstacle in the achievement of effective political government. Traditionally, the use of vote was much familiar to the people and they had long training of the municipal and district elections in the beginning and also provincial assemblies and councils. Their chosen representatives were known to them and they thus conveyed their feeling to the authorities in these forums. Adult sufferage was introduced and the two main political parties both Congress and the Muslim League were divided. Mushroom growth of political parties became the problem for having a stable government. India was however lucky that the Congress ruled over for almost three decades under Pandit Jawaharlal Nehru, an experienced Congress Leader. We lost Quaid-e-Azam hardly after one year of independence and Nawabzada Liaquat Ali Khan was assassinated under a mystery which remained unfolded uptil now. The passing away of these two leaders gave big blow to the Muslim League and soon bureaucracy assumed an effective influence in the political field. Without naming individuals, in the lust for power, some politicians relied on bureaucracy and fol-

lowed them in political field instead of driving them to implement political aims of their government. One government after another had to look towards the bureaucracy for its existence. The sphere then extended to the army when Skindar Mirza imposed Martial Law as President of the country using the shoulders of the Army. He was overthrown by Field Marshal Muhammad Ayub Khan the then Commander-in-Chief after a few days. Ayub Khan took over as a dictator of this country. Then there are endless stories of intrigues and political slogan-mongerings. The Martial Law or rule under emergency has been the fate of this country until March 1985.

India also tasted emergency under Mrs. Indira Gandhi, the political dictator. She was thrown out and had to taste the prison cell for her deeds but strong judiciary in India came to her rescue and she was freed. When again she came to power she meddled with that very judiciary by superceding many senior judges by their juniors and the one who freed her, in the appointment of the Chief Justice of India and introducing transfer of other Judges and Chief Justices in the provinces. Traditionally, it is trichotomy which guarantees good government and social relief:

(1) Executive (namely the cabinet headed by Prime Minister or Chief Minister).

(2) Legislature.

(3) Judiciary.

The legislature confers powers of rule on their chosen ministers for carrying on the administration in the province or in the country. The executive with the authority of the legislature makes laws for the betterment and good government of the people. Judiciary watches both the executive and legislature by giving decisions in the stepping out of their respective jurisdictions in the sphere of legislation and rule of law. Strong political parties in the House thrash out all that which remains hidden otherwise in the hands of the executive. Lack of organised political parties with their manifestoes is the tragedy for the failure of political system in the developing countries. Judiciary with the British tradition continued to perform functions in Indo-Pak subcontinent but it has also been eroded as I stated earlier. In the building of modern welfare state, the 4th important pillar I would name, "Independent Press" for the media in the present days small world plays a very important roll in moulding the public opinion, rational or irrational according to the behaviour of the press and information media. Unfortunately in underdeveloped countries the press like other organizations as mentioned above has been under the thumb of the rulers and there has been hardly any tolerance on difference of opinion between the press and these governments. I am not advocating the cause of yellow press having no other objective but the commercial aspect for which mostly they have to look towards the rulers of the countries. Code of ethics is also a must for the press. These impediments in the growth of political capabilities does not only relate to India and Pakistan but also extend to several underdeveloped countries including Japan, Yugoslavia, Mexico, Nigeria, some Asian, Middle Eastern and other countries. Taking the example of Japan, keeping in view the last 2, 3 elections in that country, the transfer of power has been smooth. In most of the countries elections are held. There are complaints of genuine and frimsical rigging but in any case the transfer of power does not take place until the people take to the streets and the army intervenes. One can see what is happenning in Sri Lanka, Bangladesh, Afghanistan, Palestine, etc. The sooner any country stops looking towards foreign loans which are mostly with strings the better it is. If the development is carried on self-help basis with the resources of the country with an appeal to the financiers business community and rich landlords, surely they will come to the rescue of the government. The pace of development may be slower but it will accelerate within a short span. Economic independence will lessen the influence of superpowers in the interference of underdeveloped countries.

Sound organizations of political parties with small workable manifesto capable of its achievement will create confidence in that government which is in power. The other political parties will then strive hard for power. Sir, I may be permitted to say that need of the hour is not one strong political party but at least two strong political parties, and I think a party in power while organizing itself should give lead and encourage to grow effective and healthier opposition party for the running of democracy. Although it is an onerous task to create a strong rival by one's own hands but if the existence of the country is supreme then this is the only way, large-heartedness and tolerance. Prime Minister, Mohammad Khan Junejo, I wish may achieve this objective if he is allowed to proceed in his own manner without obstruction from his own party, rival parties including the bureaucracy and the army. Thank you very much once again for providing me this opportunity to express myself about the little experience which I gained in this field since the enforcement of Government of India Act 1935.

Pakistan Paindabad!

دعوت خطاب

جناب چودھری محمد انور بھنڈر صاحب اولڈ پارلیمنٹیرین ہیں اور پنجاب اسمبلی کے رکن اور سابق سپیکر رہے ہیں۔ قانون موصوف کا خاص موضوع ہے اور ان کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ He was born Speaker تو میں چودھری محمد انور بھنڈر صاحب کو دعوت کلام دیتا ہوں۔ تشریف لاتے ہیں چودھری محمد انور بھنڈر۔

سپیکر

چودھری محمد انور بھنڈر

ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کا استحکام

چودھری محمد انور بھنڈر

سابق سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب

جناب سپیکر اور جناب گورنر پنجاب اور معزز خواتین و حضرات!

سیاست کے افق پر جمہوریت ایک درخشندہ آفتاب ہے۔ جس کی روشنی پورے معاشرہ کو ضیاء بخشتی ہے اور اس کے جلوؤں سے پورا ماحول جگمگا اٹھتا ہے۔ دراصل جمہور عوام کی حکمرانی کا مظہر اور افراد ملت کے دلوں کی دھڑکن ہے۔ یوں تو جمہوریت ایک طرز حکومت ہے لیکن فی الحقیقت یہ ایک نظریہ ہے جس کا مقصد ایک عمدہ اور منظم معاشرہ کی تکمیل ہے۔

ترقی یافتہ یا ترقی پذیر ملک ہو اس میں شرکت عوام کا احساس اس نظام کو اور زیادہ مقبول اور پسندیدہ بنا دیتا ہے۔

ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک اب تمام دنیا میں سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی اعتبار سے الگ الگ حیثیت اختیار کر چکے ہیں اور جمہوریت کی اقدار نشوونما اور مستقبل بھی دونوں میں مختلف النوع ہیں۔ لیکن پھر بھی جہاں ترقی یافتہ ممالک میں جمہوریت اور جمہوری اقدار اپنی پوری

آب و تاب سے جلوہ گر ہوتے ہیں وہاں ترقی پذیر ممالک میں بھی ان کی نمایاں جھلک ضرور دکھائی دیتی ہے۔ بہرحال ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کے استحکام کا دارومدار بہت سے عوامل پر ہے۔

بڑی طاقتوں کی سیاست

جناب سپیکر! ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کے فروغ اور استحکام میں کئی مشکلات درپیش ہیں' اندرونی الجھنوں کے علاوہ بڑی طاقتوں کے سیاسی مقاصد اور ان کی حکمت عملی بسا اوقات ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کیلئے خار راہ بن جاتی ہے۔ بین الاقوامی سیاست' غیر ملکی مفادات اور جغرافیائی حیثیت بھی اکثر جمہوریت کے استحکام میں سد راہ ہوتے ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اچھی بھلی جمہوریت بیرونی دباؤ یا کسی بڑی طاقت کی سیاسی مصلحتوں کی نذر ہو گئی۔ یا بڑی طاقتوں کی مرہون منت ہونے کی وجہ سے عدم استحکام کا شکار ہو گئی۔ وسعت سلطنت کی خواہش نہ سہی لیکن بڑی طاقتوں میں دائرہ اثر وسیع کرنے اور اپنے بلاک کو بڑا کرنے کا جذبہ کارفرما رہتا ہے۔ جو ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کی نشوونما پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند
تاویل مسائل کو بناتے ہیں بہانہ

لہٰذا ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کے استحکام کیلئے ان کی خود مختاری کا تحفظ بہت ضروری ہے۔

اندرون ملک سیاسی استحکام

جناب سپیکر! ترقی پذیر ممالک میں جب بھی کوئی سیاسی حکومت کمزور ہوئی۔ یا وقتی طور پر سیاسی عمل عدم استحکام کا شکار ہوا۔ تو مارشل لاء آ گیا۔ سیاسی عمل رک گیا۔ تمام جمہوری ادارے ختم کر دیئے گئے۔ آئین معطل ہوئے' حکومتیں ٹوٹ گئیں۔ اسمبلیاں کالعدم ہوئیں اور جمہوری عمل غیر معینہ مدت کے لئے معطل ہو گیا۔ پھر انتظار کی گھڑیاں لمبی ہوتی چلی گئیں۔ کئی سال گزرنے کے بعد رائے عامہ کے دباؤ کے تحت جمہوری عمل بحال ہوا اور نئے سرے سے جمہوریت کا آغاز ہوا۔ اس سے جمہوریت کو جو ضرب کاری لگتی ہے وہ شائد کسی دیگر عمل سے ممکن نہ ہو۔ سیاسی طور پر ملک کئی سال پیچھے چلا جاتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں تو یہ عمل مضبوط سیاسی نظام اور منظم رائے عامہ کے پیش نظر تقریباً ناممکن ہے لیکن ترقی پذیر ممالک میں یہ خطرہ ہمیشہ لاحق رہتا ہے۔ اس لئے ترقی پذیر ممالک کو خاص طور پر سوچنا ہو گا کہ جمہوریت کی بقاء اور فروغ کی خاطر ایسے اقدام کئے جائیں کہ ملک میں سیاسی استحکام ہو تاکہ جمہوری عمل کی معطلی اور مارشل لاء کے نفاذ کے مواقع پیدا نہ ہوں۔

جمہوری عمل کا تسلسل

جناب والا! جہاں جمہوریت کا وجود ایک ملک اور اس کے ذی شعور شہری کے لئے لازم ہے وہاں جمہوری عمل کا تسلسل بھی جمہوری استحکام کے لئے بے حد ضروری ہے۔ اگر جمہوری عمل میں تسلسل ٹوٹ جائے تو جمہوریت عدم استحکام کا شکار ہو جاتی ہے۔ انتخابات کا باقاعدگی سے ہونا۔ آئین کے تحت ہر عمل کا وقت مقررہ پر سرانجام پانا بھی جمہوری استحکام کے لئے بہت ضروری ہے۔ اکثر اوقات توسیع اقتدار کی خاطر سیاسی عمل میں رکاوٹ پیدا کی جاتی ہے۔ جس سے جمہوریت کمزور ہوتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جمہوری عمل میں تسلسل قائم رکھا جائے اگر کسی جمہوری ادارے کی مدت ختم ہو گئی ہے تو اسے ہرگز توسیع نہ دی جائے اور اگر کسی سربراہ کے عہدہ کی مدت پوری ہو چکی ہو تو وہ فوراً سبکدوش ہو جائے۔ اگر انتخابات کا وقت آ گیا ہے تو انہیں ہرگز ملتوی نہ کیا جائے۔ اس سے جمہوری عمل میں تسلسل اور جمہوریت میں استحکام پیدا ہو گا۔

سیاسی جماعتوں کا کردار

جناب سپیکر! جمہوریت کے فروغ کے لئے سیاسی جماعتوں کا وجود ناگزیر ہے۔ ان کے بغیر نہ سیاست چل سکتی ہے اور نہ جمہوریت پنپ سکتی ہے۔ سیاسی جماعتیں جس قدر فعال ہوں گی' جمہوری عمل اسی قدر مضبوط ہو گا۔ یہ ضروری ہے کہ ترقی پذیر ملک میں سیاسی جماعتیں منظم ہوں۔ خود جمہوری اصولوں پر کاربند ہوں اور ان اصولوں پر عمل درآمد کرائیں۔ ہر سیاسی جماعت خواہ برسراقتدار ہو یا حزب مخالف جمہوری اصولوں کے فروغ اور ترقی کے لئے سرگرم عمل ہو پسماندہ ممالک میں سیاسی جماعتوں کے بغیر عوام کی رائے اور سوچ کو نہ کوئی راہ دکھا سکتا ہے اور نہ ہی منزل کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ جب بھی سیاسی جماعتیں کمزور ہوں گی جمہوری عمل بری طرح متاثر ہو گا اور عدم استحکام کا شکار ہو جائے گا اس لئے جمہوری استحکام کی خاطر ضروری ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں مضبوط' منظم اور فعال سیاسی جماعتیں موجود ہوں اور ان کے پروگرام اور منشور نہایت جامع اور واضح ہوں۔ سیاسی جماعتوں کی جڑیں عوام میں ہوں اور یہ جماعتیں عوام سے ابھریں نہ کہ عوام پر مسلط کی جائیں۔

مضبوط رائے عامہ

جناب سپیکر! جمہوری عمل میں رائے عامہ کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ مضبوط اور طاقتور رائے عامہ جمہوریت کے استحکام کا باعث بنتی ہے۔ مضبوط حکومتیں بھی رائے عامہ کے سامنے سرنگوں ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے ہر حکومت رائے عامہ ہموار کرنے کی فکر میں رہتی ہے اور قانون ساز اداروں سے بڑھ کر رائے عامہ کا خوف اس پر طاری رہتا ہے۔ لیکن رائے عامہ کا تعمیری اور مثبت ہونا بے حد ضروری ہے۔ کمزور اور منتشر رائے عامہ نہ تو کسی ترقی پذیر ملک کے لئے اور نہ ہی جمہوریت کے لئے استحکام کا باعث بن سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں ذرائع ابلاغ بھی موثر کردار ادا کرتے ہیں اور رائے عامہ کو موثر' فعال اور درست بنانے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں اس لئے ہر ترقی پذیر ملک میں جمہوریت کے استحکام کی خاطر باصلاحیت ذرائع ابلاغ اور مضبوط رائے عامہ کا استوار ہونا بے حد ضروری ہے۔

باصلاحیت قیادت

جناب والا! جمہوریت کی گاڑی باصلاحیت قیادت کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتی۔ ترقی یافتہ ممالک کے مقابلہ میں ترقی پذیر ممالک کی قیادت زیادہ مشکل ہے۔ اسے ہزاروں مسائل اور محدود وسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ جمہوری عمل کی کامیابی جبھی ممکن ہے کہ اسے صحیح اور باکردار قیادت میسر ہو اور قوم کا لیڈر جمہوری طرز فکر رکھتا ہو اس کے قول اور فعل میں جمہوریت کا اصول کارفرما ہو۔ خود ہوس اقتدار کا شکار نہ ہو اور ہر وقت اسی فکر میں نہ ہو کہ اس کے اقتدار کو دوام کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ دراصل ہوس اقتدار ترقی پذیر ممالک میں اکثر حکمرانوں کو راہ سے بھٹکا دیتی ہے۔ جس سے قوم عدم استحکام کا شکار ہو جاتی ہے۔ جمہوریت کے استحکام کے لئے ضروری ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں نہ صرف باصلاحیت اور باکردار قیادت مہیا ہو بلکہ متبادل قیادت بھی تیار ہو تاکہ ہر بحران کا مقابلہ کیا جا سکے اور بدلتے سیاسی حالات میں بھی قیادت کا فقدان نہ ہو۔

نشاں یہی ہیں زمانے میں زندہ قوموں کے
کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں

جمہوری ایوانوں کی بالادستی

جناب سپیکر! جمہوریت کی شمع روشن رکھنے کے لئے جمہوری ایوانوں کی بالادستی ضروری ہے۔ یہ ایوان مکمل طور پر خود مختار، موثر اور با اختیار ہوں۔ ترقی یافتہ ممالک میں جمہوریت کے استحکام کا راز یہی ہے کہ پوری قوم اور معاشرہ ان کی بالادستی کو دلی طور پر قبول کرتا ہے اور ان کے ارفع و اعلیٰ مقام کو تسلیم کرتا ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں ان کو صحیح مقام حاصل نہیں ہوتا۔ اکثر اوقات نوکر شاہی جمہوری اداروں کی ناکامی کا سبب بنتی ہے بظاہر تو وہ ان ایوانوں کے ماتحت کام کرتی ہے لیکن فی الحقیقت وہ ان ایوانوں کو اپنا مد مقابل سمجھتی ہے اور ان ایوانوں کی مضبوطی اسے گوارا نہیں۔ ترقی پذیر ممالک کو اس سے سخت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اور جمہوریت کا استحکام تبھی ممکن ہے جب جمہوری اداروں کی بالادستی کو قولاً اور عملاً تسلیم کیا جائے۔

تعلیم

جناب سپیکر! جمہوریت کے فروغ کے لئے عوام میں تعلیم ہونا بے حد ضروری ہے۔ جمہوریت کے فوائد سے وہی قومیں مالا مال ہیں جو تعلیم کے زیور سے آراستہ ہیں۔ تعلیم کے بغیر نہ قومی شعور پیدا ہوتا ہے اور نہ جمہوریت کے تمام اصولوں سے قوم بہرہ ور ہوتی ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں تعلیمی سہولتوں کے فقدان کے سبب جمہوریت خاطر خواہ طور پر پنپ نہیں سکتی اور وہ شعور پیدا نہیں ہوتا جس سے جمہوری اقدار کو فروغ ملے اور نہ ہی جمہوریت کے شجر کی خاطر خواہ آبیاری ہو سکتی ہے۔ اس لئے جمہوریت کے استحکام کے لئے ضروری ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں تعلیم کا دور دورہ ہو تاکہ لوگوں میں جمہوری شعور پیدا ہو اور وہ جمہوری اصولوں پر چل کر اپنے حقوق کی حفاظت کر سکیں۔

جمہوری روایات و اقدار

جناب سپیکر! تاریخ شاہد ہے کہ جمہوریت کے استحکام میں جمہوری روایات کو بہت دخل رہا ہے۔ جن ممالک نے جمہوری روایات کو برقرار رکھا یا نئی جمہوری روایات قائم کیں ان میں جمہوریت پھلی پھولی۔ دنیا میں ایسے قانون ساز ادارے بھی موجود ہیں جو روایات پر ہی قائم ہیں۔ ان کی شاندار روایات تمام دنیا کے لئے قابل تقلید ہیں۔ روایات مشکل سے قائم ہوتی ہیں لیکن آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ بن جاتی ہیں جب کسی قوم نے جمہوری روایات کو ترک کیا جمہوری عمل کمزور پڑ گیا اور جہاں ان روایات پر عمل ہوا وہاں جمہوریت کو فروغ ہوا۔ اچھی روایات صرف جمہوریت کے لئے ہی نہیں بلکہ انسانیت کے لئے مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ جمہوریت صرف آئین یا قانون کے سہارے ہی نہیں بلکہ اعلیٰ جمہوری روایات سے چلتی ہے۔ اس لئے ترقی پذیر ممالک کے لئے ضروری ہے کہ اعلیٰ جمہوری اقدار و روایات کو اپنائیں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔

آج کی تقریب بذات خود ایک اچھی روایت ہے آپ اور ہمارے اراکین اسمبلی اس تقریب کا انعقاد کر کے انہوں نے لاکھوں دلوں کی دھڑکنوں کی صدا بندی کی ہے۔ آپ نے اس جمہوری ایوان کی عظمت کو دوبالا کرنے اور عوام کو جمہوری اصولوں سے روشناس کرانے اور عہد رفتہ اور دور حاضر کے پارلیمنٹیرین کو اس ایوان میں اکٹھے مل بیٹھنے اور جمہوری مسائل پر تبادلہ خیال کرنے کا موقع دیا ہے۔ آپ اور اراکین اسمبلی یقیناً اس کے لئے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

کمزور معیشت

جناب سپیکر! ترقی پذیر ممالک کی معیشت بڑے ملکوں کے مقابلہ میں کمزور ہوتی ہے اور اپنی ضروریات پورا کرنے اور ترقی یافتہ ملک کے شانہ بشانہ چلنے کے لئے ان کو بڑے ملکوں سے اقتصادی امداد حاصل کرنا پڑتی ہے۔ جس سے ان ترقی یافتہ طاقتوں کا دباؤ اور اثر بڑھ جاتا ہے اور وہ اقتصادی امداد کے بہانے اپنے اصول اور معاہدے طے کراتے ہیں۔ اس سے بھی جمہوری عمل کمزور ہوتا ہے اور بعض اوقات ان طاقتوں کے ایماء پر غیر جمہوری اقدام بھی کرنا پڑتے ہیں۔ اس لئے جمہوریت کا استحکام تبھی ممکن ہے کہ ملک اور قوم اقتصادی طور پر خود کفیل ہوں اور کسی کے مرہون منت نہ ہوں اور قوم زمانہ حال میں اپنے پاؤں پر کھڑی ہو۔

وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

جناب صدر۔ اگر جمہوریت رہے گی تو امن ہو گا، حکومتیں آئیں گی، چلی جائیں گی۔ انتخابات ہوتے رہیں گے۔ نئے چہرے رونما ہوں گے۔ نئی حکومتیں بنیں گی۔ عوام کے فیصلے صادر ہوں گے۔ عوام کی رائے کی بالادستی ہو گی۔ جمہوری اقدار قائم ہوں گی اور جمہوری عمل مستحکم ہو گا۔ بصورت دیگر عدم تحفظ ہو گا۔ اگر جمہوریت مستحکم نہ ہوئی تو شخصی حکومتیں آئیں گی۔ آمریت ہو گی۔ عدم استحکام ہو گا۔ مستقبل تاریک ہو گا۔ ترقی پذیر ممالک کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔ ضروری ہے کہ سب مل کر جمہوریت کو مستحکم کریں تاکہ ایک مثالی معاشرہ قائم ہو سکے اور یہ دنیا امن کا گہوارہ اور سکون کی آماجگاہ بن جائے۔

پاکستان پائندہ باد! پنجاب اسمبلی زندہ باد!

دعوت خطاب

جناب تابش الوری بہاول پور سے سابق ایم پی اے رہے ہیں۔ تابش صاحب کا جس قدر ادب اور صحافت سے تعلق ہے اسی قدر سیاست سے بھی۔ آپ اپنے خیالات کا اظہار نہایت بچے تلے انداز میں پیش کیا کرتے ہیں۔ تابش صاحب کا پنجاب اسمبلی سے دوہرا تعلق ہے۔ میں انھیں دعوت سخن دیتا ہوں۔

سپیکر

سید تابش الوری

پاکستان میں جمہوریت کا استحکام

سید تابش الوری، سابق رکن صوبائی اسمبلی پنجاب

جناب سپیکر۔ مہمان مکرم مخدوم صاحب' میں سراپا سپاس گزار ہوں کہ آپ نے پنجاب اسمبلی کے سابق اور ایک ادنٰی رکن حزب اختلاف کی حیثیت سے مجھے آج اس عظیم صوبہ پنجاب کے جیالے' فعال اور متحرک ارکان اسمبلی اور سفیران جمہوریت سے خطاب کا شرف بخشا ہے۔ جو پاکستان کی نظریاتی اساس' قومی یکجہتی اور ملکی سلامتی کے لئے پاکستان کے بازوئے شمشیرزن کی حیثیت رکھتا ہے۔

جناب سپیکر۔ آج کی یہ تاریخی تقریب اس اعتبار سے غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں پنجاب ہی کے نہیں ہمارے برادر صوبوں کے ممتاز منتخب عمائدین اور دوست ممالک کے مشہور و معروف پارلیمنٹیرین 'جس اخلاص اور بڑی تعداد میں شریک ہوئے ہیں اس نے ہماری اس تقریب کو یادگار اور ناقابل فراموش بنا دیا ہے۔

جناب سپیکر۔ یہ بات بھی انتہائی معنی آفرین اور قابل تحسین ہے کہ پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی کی اس تقریب کا اعزاز حسن اتفاق سے مسلم لیگ کی حکومت کو حاصل ہو رہا ہے۔ وہ مسلم لیگ جس نے جمہوری نظام کے تحت ووٹ کے ذریعے پاکستان کی تخلیق کر کے اس صدی کا سب سے بڑا سیاسی معجزہ ظہور پذیر کیا وہ مسلم لیگ یہ تقریب منا رہی ہے۔ جس نے قیادت سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے مارشل لاء کے خاتمے اور ہنگامی حالات کے خاتمے کا اعلان

کر کے جمہوری عمل کو تیز تر کر دیا تاکہ ہم ایک ایسا سیاسی اور اسلامی نظام قائم کر سکیں جس کیلئے مسلم لیگ، قائداعظم اور پوری قوم نے عظیم قربانیاں دے کر اور خاک و خون کے سمندر سے گزر کر تاریخ کا ایک نیا باب رقم کیا تھا۔

حضرات محترم' پارلیمنٹ کے اور جمہوری ادارے کے حوالے سے عرض کرتے ہوئے ہم برطانوی تاریخ پر طائرانہ نظر ڈالے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے۔ پارلیمنٹ کو آج بھی ایک بڑا طبقہ Talking shop "بات چیت کی دکان یا مباحثے کا کلب" کہتا ہے۔ لیکن یہ بات بھی دلچسپ ہے کہ اس پارلیمنٹ کے معنی ہیں Talk گفتگو اور بات چیت کے ہیں۔ برطانوی پارلیمنٹ اس باقاعدہ ادارے کی حیثیت سے بارہویں صدی میں معرض وجود میں آئی' لیکن اس کی جڑیں برطانوی شہنشاہیت کی تاریخ میں پیوست محسوس ہوتی ہیں۔ اور ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ برطانوی پارلیمنٹ نے بارہویں صدی ہی میں وہ مقام حاصل نہیں کیا جو آج اسے حاصل ہے۔ اس اعتبار سے برطانیہ میں آج کی پارلیمنٹ کی خود مختاری کا درجہ حاصل کرنے کے لئے آٹھ سو سال کا طویل سفر طے کیا ہے۔ لیکن پاکستان کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے گذشتہ پندرہ سالوں میں آٹھ سو سال کی طویل مسافت کو مختصر کر کے پاکستان میں پارلیمانی نظام اور پارلیمنٹ کو خود مختاری کا درجہ دیا ہے۔

ہماری تخلیقی تاریخ چالیس سال پر محیط ہے لیکن اس میں سے پچیس سال مارشل لاء کی آمریت اور صدارتی طرز حکومت کے دست برد میں بسر ہوئے ہیں اور صرف پندرہ سال ایسے ہیں جس میں ہمیں پارلیمانی نظام کے تجربے کے مواقع میسر آئے ہوں۔

جناب سپیکر' برطانوی پارلیمان اپنی جگہ عزت اور ترقی کا پیا نظام سہی لیکن جمہوری تاریخ کا جلی عنوان آج بھی ہمارے آقا کی ختم اسلام ہے' جس نے تمدنی تاریخ میں "قرآن میں" اصول مشاورت کی بنیاد پر ایک ایسا پارلیمانی نظام کا خاکہ پیش کیا جو اب بھی اولیت رکھتا ہے' اب بھی فضیلت رکھتا ہے' اب بھی اسے ابتدائی سیاست کی حیثیت حاصل ہے۔ حضرات محترم ہمارے عظیم رسولؐ نے اور کائنات کے اولین مقنن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سیاسی' ثقافتی اور حکومتی چارٹر دیا اور میثاق مدینہ کی شکل میں ہمیں جو اصول مرحمت فرمائے وہ ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہیں اور ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اس چارٹر نے انسانی تمدن کی صورت بدل دی' انسانی تمدن کی صورت ہی نہیں بدلی بلکہ قبائل کا مزاج بدل دیا' اس نے سیاست کے تیور بدل دیئے' حکومت کے محور بدل دیئے' تاریخ کا دھارا بدل دیا' وقت کا اشارہ بدل دیا۔

ہم بدلتے ہیں رخ ہواؤں کا
آئے دنیا ہمارے ساتھ چلے

حضرات محترم۔ انسانی حقوق کے حامیوں نے اسلام کے اس عظیم تجربے کے تسلسل کو توڑ دیا اس لئے ہم پیچھے رہ گئے لیکن یورپ نے اس تجربے کو اپنا کر آگے بڑھا دیا اور مسلسل اسے جاری رکھا وہ آج بڑھاپا یہ کردار ادا کر رہے ہیں۔

یاران تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محو نالۂ جرس کارواں رہے

لیکن آج کی یہ صدی سائنس اور جمہوریت کی صدی ہے یہ ایک صدی ہے جس میں پارلیمانی نظام محض ایک سیاسی طرز حکومت نہیں بلکہ طرز زندگی ہے' ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جو زندگی سے موت تک' مہد سے لحد تک اور حیات سے ممات تک ہماری زندگی کے تمام شعبوں پر اپنے قوانین کو حاوی کئے ہوئے ہے۔

حضرات محترم۔ اب پارلیمنٹ اتفاقی ادارہ نہیں۔ اب پارلیمنٹ مباحثے کا کلب نہیں بلکہ تمام شعبوں پر محیط ایک خود مختار قانون ساز قوت حاکمہ ہے جو "عوام کے ذریعے" عوام کی خاطر عوام کی حکومت" کے نظریے کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔ اور آج ہم پاکستان میں یہ ضمانت فراہم کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں جو کہ مسلم لیگ کا' قائداعظم' کا' علامہ اقبال' کا اور ہماری قوم کے شہیدوں کا یہی مدعا تھا' یہی نصب العین تھا' یہی مقصود تھا۔

حضرات محترم۔ ہم آج پھر تاریخ کے کٹہرے میں کھڑے ہیں اور آج کی یہ تقریب مناتے ہوئے پچاس سال کے پس منظر و پیش منظر میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا ہے اگر ہم ماضی کے جھروکوں میں جھانک کر دیکھیں تو ہمیں محسوس ہوگا کہ ماضی میں ہماری جمہوریت کی کمزوری اور ناکامی کا سبب یہ رہا ہے کہ ہم نے سیاسی جماعتوں کو عوامی سطح پر منظم نہیں ہونے دیا۔ ہم نے اداروں کو مسمار کر کے شخصیتوں کی تعمیر کی۔ ہم نے power oriented قیادت کو جنم دیا۔ نوکر شاہی کو ذاتی اور سیاسی اغراض کے لئے استعمال کر کے بے لگام کر دیا۔ انتخابی اور جمہوری عمل کو معطل رکھا۔ حزب اختلاف کو دشنام طرازی اور انتقام کا نشانہ بنایا اور باہمی انتشار سے فوجی آمروں کو مہم جوئی کا موقع فراہم کرتے رہے۔ اب جبکہ سارے ملک میں سیاسی عمل جاری ہے اور تمام سیاسی ادارے اہم قومی کام انجام دے رہے ہیں تو ہمارا قومی فرض ہے کہ ہم ایسے حالات پیدا کریں کہ آئندہ بھی کوئی آمریت' کوئی فسطائیت اور کوئی فاشزم اس ملک میں جنم نہ لے سکے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے تمام قومی اداروں کو مستحکم بنائیں' سیاسی جماعتوں کو پرائمری سطح سے مرکزی سطح تک منظم کریں اور ہر جماعت اپنے منشور کے مطابق خوشحالی کا ور کنگ پیپر تیار کرے۔ رائے عامہ کی بیداری کے لئے تمام ذرائع ابلاغ اور عدلیہ کو آزاد رکھا جائے اور حزب اختلاف کو رواداری' فراخدلی اور احترام کے پیمانے سے نوازا جائے اور عام انتخاب کا انعقاد یقینی بنا کر اسے مسلسل جاری رکھا جائے۔ اگر ہم ایسا کر سکے تو جمہوری استحکام ہمارا مقدر بن جائے گا اور ہم اقوام عالم میں ممتاز مقام حاصل کرتے چلے جائیں گے۔ لیکن یاد رکھئے اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو وقت تیزی سے گزر رہا ہے' وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا' وہ اپنے فیصلے صادر کرتا ہے اور آگے بڑھ جاتا ہے۔ اس سے پہلے کہ وقت ہمارے خلاف کوئی فیصلہ صادر کر دے" آیئے ہم وقت کا ہاتھ پکڑ کر خود اپنی تقدیر کے فیصلے آج صادر کرنے پر قادر ہو جائیں۔

جناب سپیکر۔ جمہوریت ہمارے خمیر' ہمارے ضمیر' ہمارے تعمیر کا حصہ ہے۔ جمہوریت نے ہمیں ہمارا ملک دیا ہے۔ جمہوریت نے ہمیں نئی طرز زندگی دی ہے۔ جمہوریت نے عوام کو آزادی رائے اور آزادی اظہار دیا ہے۔ اس لئے جمہوریت ہمارا ماضی بھی ہے' جمہوریت ہمارا حال بھی ہے اور جمہوریت ہمارا روشن مستقبل بھی ہے۔ ماضی میں جمہوریت کمزور ہوئی تھی' ماضی میں جمہوریت کمزور ہوئی تھی تو ملک ٹوٹ گیا تھا اور اگر اب جمہوریت مضبوط ہوگی تو انشاءاللہ ملک مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے گا۔ لیکن میں اس مرحلے پر جمہوریت کے حوالے سے ایک بات ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ جمہوریت میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے درمیان ایک توازن اور تناسب ضروری ہوتا ہے۔ یہ گاڑی کے دو پہیے ہیں جو اگر متوازن نہ ہوں تو پارلیمانی نظام کی گاڑی کسی طور پر نہیں چل سکتی۔ ہماری تاریخ یہ ہے کہ ہم گنی ہی اپوزیشن رکھتے رہے ہیں۔ ۱۹۶۵ء کی اسمبلی ہو' ۱۹۷۰ء کی اسمبلی ہو یا آج کی اسمبلی ہو اس میں ہماری حزب اختلاف کی ایک قلیل تعداد ہے۔ لیکن ہمیں اپنی حزب اختلاف کو ان کی تنقید کو مثبت تنقید کو فراخدلی سے برداشت کرنا چاہئے تاکہ وہ ایک تناسب اور توازن برقرار

رکھ کر اس ملک کی جمہوری تعمیر میں اپنا صحیح کردار ادا کر سکے۔ میں خود ۱۹۷۰ء کی اسمبلی میں ایک ایسی حزب اختلاف کا رکن تھا جو ۵۵ ارکان سے شروع ہوئی تھی اور آخر میں ہم صرف چار ارکان بچے تھے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں، لیکن ہم نے مسلسل محنت سے، اپنی تیاری سے، اپنے دلائل سے اور اپنی پارلیمانی کارکردگی سے "اس بے رحم اکثریت کو" جس نے جمہوریت کی شکل میں فسطائیت کا نظام قائم کر رکھا تھا "اتنا مجبور کر دیا تھا کہ وہ ہماری محنت اور ہمارے دلائل کے مقابلے میں اپنی بے رحم اکثریت کے باوجود کوئی بل منظور نہیں کرا سکتے تھے۔ پنجاب کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے جب حزب اختلاف نے اتنی مختصر تعداد ہونے کے باوجود سب سے زیادہ ترامیم منظور کرائیں اور عوامی مفاد کے سب سے زیادہ اہم فیصلے کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج بھی جو حزب اختلاف موجود ہے اسے مایوس ہونے کی بجائے "اس ہاؤس کے تقدس کو برقرار رکھتے ہوئے' مثبت تنقید کرتے ہوئے' دشنام طرازی سے احتراز کرتے ہوئے" ایسی حکمت عملی اختیار کرنی چاہئے جس سے ایک طرف نوکر شاہی کی بے لگامی کو آپ گرفت دے سکیں اور دوسری طرف اپنی آئندہ کی حکمت عملی کو صحیح طور پر نافذ اور رائج کر سکیں۔

ہمیں عہد کرنا ہو گا کہ ہم پاکستان کو اسلام اور جمہوریت کا ایسا حسین امتزاج دیں گے کہ وہ پوری دنیا کے لئے ایک مثالی مملکت کی حیثیت سے مستحکم بھی ہو گا اور ناقابل تسخیر بھی ہو گا۔

ہم پہاڑوں کے تقدس کی قسم کھاتے ہیں
گلستان کو کبھی تاراج نہ ہونے دیں گے
موسم گل پہ کوئی آنچ نہ آئے گی
ہم خزاؤں کا کبھی راج نہ ہونے دیں گے
ہم جذبہ و عزم کی مضبوط کمندیں لے کر
آسمانوں کی بلندی کو بھی چھو آئیں گے
اے وطن تجھ کو بنائیں گے جواب فردوس
تیرے پرچم سر افلاک بھی لہرائیں گے
اک نئے قصر کا در وا کریں گے ہم لوگ
اک نئے دور کا آغاز کریں گے ہم لوگ

پنجاب اسمبلی زندہ باد! پاکستان پائندہ باد!
جناب سپیکر۔ شکریہ۔

اراکین پنجاب اسمبلی "ہاؤس" میں تشریف فرما ہیں

دعوت خطاب

معزز خواتین و حضرات۔ جناب عبدالباقی بلوچ ایک بہترین سیاستدان اور پارلیمینٹیرین کے علاوہ صاحب طرز ادیب بھی ہیں۔ آپ کا تعلق مکران بلوچستان سے ہے اور مغربی پاکستان اسمبلی کے دور میں آپ اس ایوان کی جان رہے ہیں۔ دعوت دیتا ہوں جناب عبدالباقی بلوچ کو تشریف لائیں اور ہمیں اپنے افکار سے نوازیں۔ جناب عبدالباقی بلوچ۔

سپیکر

میر عبدالباقی بلوچ

ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کا استحکام

میر عبدالباقی بلوچ

سابق رکن صوبائی اسمبلی مغربی پاکستان

جناب سپیکر' اور معزز اراکین' خواتین و حضرات'

میں بے حد ممنون ہوں کہ مدتوں بعد مجھے یہ موقع دیا گیا کہ میں اس اسمبلی میں بات کر سکوں۔ لیکن اس جگہ سے میں زندگی میں پہلی بار بول رہا ہوں۔ میری جگہ وہ تھی۔ بیگم صاحبہ کے پیچھے۔

جناب والا' جو موضوع دیا گیا ہے' وہ یہ ہے: "ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کا استحکام"۔ ظاہر ہے' پاکستان ترقی پذیر ممالک ہی کی صف میں شامل ہے اور شاید جمہوریت کے استحکام کی سب سے زیادہ ضرورت یہاں ہے۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ دنیا میں کوئی اور بھی ایسا ملک ہے جہاں عوام ایک دوسرے کے گلے پکڑ رہے ہوں یا گریبان کھینچ رہے ہوں۔ یہ اعزاز آج صرف ہمیں حاصل ہے۔ کراچی جو قائداعظم" کا شہر تھا' وہ اب نفرتوں کا شہر بن گیا ہے۔ پہلے محبتوں کا شہر تھا۔ آج آدمی کراچی میں کرفیو بھی لگا ہوا ہے اور اکثر لگا رہتا ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ یہ سب کیوں ہے؟ ہم روز بروز ابتری کی طرف کیوں جا رہے ہیں؟ جمہوریت تو بہتری لایا کرتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ جتنے بھی ترقی پذیر ممالک ہیں وہ غلامی سے آزاد ہوئے ہیں۔ لیکن

اصل صورت حال، ہر جگہ، یوں ہے کہ:

منیچے خوش ہیں کہ بزم ان کی ہے ساقی ان کا
بر سر کار وہی پیر مغاں ہے کہ جو تھا

جناب والا! اس پیر مغاں سے چھٹکارا حاصل کرنا ہم لوگوں کا کام ہے "اور یہ کام ہم نے نہیں کیا۔ اس میں ہم سیاست دانوں کا سب سے بڑا قصور ہے۔

جمہوریت محض نعروں سے نہیں آیا کرتی۔ جمہوریت ڈرائنگ روموں سے بیانات دینے سے نہیں آیا کرتی۔ جمہوریت کے لئے گاؤں میں جاکر لوگوں کو سمجھا بجھا کر منظم کرنا پڑتا ہے۔ میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ آج بھی اگر کوئی ایک جماعت تمام پاکستان میں، گاؤں گاؤں میں، محلے محلے میں ایسے منظم ہو جائے جس طرح قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کو منظم کیا تھا، کم از کم ایک، اگر دو ہوں تو لاجواب ہے، کبھی بھی فوج یہ جرات نہیں کر سکے گی کہ مارشل لاء لگائے۔ فوج کو پتا ہو گا کہ ایک آواز پر ساری قوم اٹھ جائے گی اور یہ ناممکن ہو گا۔

استحکام کے بارے میں مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج سے تیس سال قبل، اور اس سے بھی پہلے میں اس لاہور میں پہلے تو پڑھتا رہا ہوں "اسلامیہ کالج میں" پھر یونیورسٹی میں اور پھر میں بحیثیت ممبر بھی یہاں آیا۔ اور اس وقت میں یہ نہ سمجھتا تھا کہ میں کسی اور دنیا میں آیا ہوں۔ میں سمجھتا تھا کہ میں اپنے ملک میں ہوں، اپنے صوبے میں ہوں۔ مگر آج جب میں آیا ہوں تو دنیا ہی بدلی ہوئی ہے۔ اس لاہور میں، میں نے علم حاصل کیا، پنجابی استادوں سے، میں نے اردو سیکھی، پنجابی استادوں سے۔ لیکن رات مجھے اتنا دکھ ہوا کہ بہت ہی معزز رکن اسمبلی نے کئی تقریریں کیں۔ لیکن انہوں نے الحمراء میں اردو میں ایک لفظ بھی نہیں بولا۔ کیا اس کا کوئی علاج نہیں؟ میں اس کی ساری ذمہ داری ۱۹۷۰ء پر ڈالوں گا جب ایک حکم سے، مارشل لاء آرڈر سے صوبے کو توڑ دیا گیا۔ حالانکہ اس کا علاج تھا۔ اگر لوگ صوبہ نہیں چاہتے تھے تو وہ اسمبلی کے لئے رہنے دیتے۔ اسمبلی جو فیصلہ کرے۔ لیکن مارشل لاء آرڈر سے صوبہ توڑ دیا گیا۔ دوسرے صوبے بنائے گئے اور اس وقت مطالبہ صرف ایک سیاسی جماعت "نیپ" کا تھا کہ صوبہ بحال کرو، ون یونٹ توڑو۔ جناب، ۱۹۷۰ء میں جو الیکشن ہوئے، اس میں پورے پاکستان میں نیپ کے ووٹ ۴ لاکھ ۶۰ ہزار تھے۔ جو سرکاری اعداد و شمار چھپے ہیں۔ اس تمام مغربی پاکستان میں ۴ لاکھ ۶۰ ہزار کے کہنے پر انہوں نے یہ سارا صوبہ توڑ دیا۔ اور آج ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ نفرتوں کا طوفان ہر طرف پھیلا ہوا ہے۔ اب بھی وقت ہے۔ اتحاد اور تنظیم، یہ دو ایسی چیزیں ہیں جو ہمیں اس عذاب سے نکالیں گی۔ ہم دوبارہ بھائی بن سکیں گے۔ پنجابی، بلوچ، مہاجر نہیں، مسلمان۔ جناب والا، میں سمجھتا ہوں کہ میں آپ کا اس سے زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ آپ کو بھوک بھی لگ رہی ہو گی۔ آخر میں صرف ایک شعر سناؤں گا، کسی اپنے استاد کا۔

اس کے سوا کچھ نہیں ہدیہ اہل نیاز
اک نگہ پاک ہیں ایک دل پاک باز

السلام علیکم

وزراء، ڈپٹی سپیکر، مشیران و اراکین پنجاب اسمبلی، ہاؤس میں تشریف فرما ہیں۔

دعوت خطاب

خواتین و حضرات جناب پروفیسر شیر سنگھ معروف سیاسی کارکن ہیں 'اولڈ پارلیمنٹیرین' ہیں۔ آپ ۱۹۳۵ء میں کانگرس میں شامل ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی میں منتخب ہوئے۔ سز سٹھ کے عرصے میں لوک سبھا کے ممبر رہے۔ مختلف اداروں میں مختلف عہدوں پر مسلسل کام کرتے رہے۔ آپ ڈیفنس' پروڈکشن اور ایجوکیشن میں بطور وزیر مملکت بھی خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ میں درخواست کروں گا جناب پروفیسر شیر سنگھ سے کہ وہ ہمیں اپنے خیالات عالیہ سے نوازیں۔

سپیکر

پروفیسر شیر سنگھ

Stabilization of Democracy in Developing Countries

PROF. SHER SINGH
FORMER MEMBER, PUNJAB LEGISLATIVE ASSEMBLY

صدر محترم' جناب گورنر صاحب' چیف منسٹر صاحب' بھائیو اور بہنو! سردار شوکت حیات خان صاحب اور چیمہ صاحب نے پرانی یادیں تازہ کر دیں۔ کئی قصے سنائے۔ صحیح موضوع پر آنے سے پہلے میں بھی ایک چھوٹا سا قصہ جو میری پرانی اس سے کی یاد ہے' آپ کو بتاؤں۔ اس وقت خضر حیات خان ٹوانہ وزیر اعلیٰ ہوتے تھے اور نواب ممدوٹ اپوزیشن کے لیڈر ہوتے تھے۔ سردار شوکت حیات خان' ممتاز دولتانہ صاحب' مظفر علی صاحب' میر مقبول محمود۔ یہ تو بڑی دھواں دھار تقریریں کرتے تھے اور ممدوٹ صاحب تھے تو اپوزیشن کے لیڈر' لیکن بہت کم بولتے تھے۔ تو ایک دن خضر حیات خان صاحب نے چٹکی لی اور کہا کہ اپوزیشن نے تو اپنا لیڈر ''گونگا پہلوان'' بنالیا ہے۔ پہلوان تو ہے' پر بولتا نہیں ہے۔ یہ گونگا پہلوان ہے۔ خیر' میں نے یہ چھوٹی سی چٹکی آپ کے سامنے سنائی۔ تو اب مجھے آپ اجازت دیں۔ آپ لوگ بڑی ٹھیٹھ اور مجھے دار اردو بول دیتے ہیں۔ میں تو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے تھوڑا انگریزی میں عرض کروں گا۔ مجھے آپ معاف کریں۔

I heartily congratulate the Chief Minister of Punjab and the Speaker of the Punjab Legislative Assembly, who can legitimately take pride in the fact that celebration of the Golden Jubilee of Punjab Legislative Assembly has fallen to their share. I hope that this Assembly will emerge from the shadow of its chequered past and gain esteem in the eyes of the people of Punjab.

I consider my visit to Lahore after more than forty years as a great opportunity as this is the place where the Resolution of Complete Independence was passed in 1929. This is also the place where I was a student in 1939-40, and a legislator in 1946-47. I deem it a great privilege to share thoughts with elected representatives of so many Assemblies of a number of countries. The theme of today's discussion, namely "Stabilization of Democracy in Developing Countries" is of a very great importance for us, as most of us belong to the developing countries.

Whatever may the form of government, stability must always affect the direction and the pace of development, and is essential for the progress and prosperity of the developing countries. Development necessarily implies development of human personality in all its dimensions and availability of all material necessary for the satisfaction of the basic needs of man. Stability of Autocratic Government is not acceptable to the people at large, for the simple reason that they have no say in the formation of this type of Government nor could they change it in a smooth manner. In democracy, smooth change-over is inherent in the system itself and it has the advantage of collective wisdom of many, based on robust commonsense, experience and expertise. In democracy there is participation of the people in the process of administration. Continuous instability of democratic government, more often than not, clears ways for autocratic rule.

Proliferation of non-viable small political parties, the absence of two equally strong parties which could replace each other and provide stable roots, defection of elected members from one party to the other (the Aye-Ram, Gaya-Ram phenomenon) costly and unfair corruption in public and administration, elections and commercialisation of politics on account of which the representatives of the people loose their credibility, are mainly responsible for the instability of democratic countries.

ہریانہ میں ایک ممبر جس کا نام گیا رام تھا سویرے کچھ پیسے ایک لیڈر سے لے کے اس کے
ساتھ جا لگے۔ شام کو اس سے ڈیوڑھے پیسے مل گئے دوسرے کے ساتھ جا لگے۔ تو اس وقت
وہاں پر یہ کہا تھا کہ سویرے آیا رام اور شام کو گیا رام۔ تو یہ آیا رام گیا رام کا
phenomena تھا۔ تو یہ جو instability آئی ہے اس کے لئے آیا
رام گیا رام کا phenomena بڑا خطرناک ہو سکتا ہے۔ میں نے اسی لئے ذکر کیا
ہے۔

It may be of interest to you to know what is meant by Aya Ram, Gaya Ram phenomenon. This type of situation easily develops in the developing countries most of whom have come on the map of the world as independent countries in the last four decades. Military coups have taken place in some of the developing countries during this period. Such situations are ideal for the imperialists and superpowers as such regimes can be easily tackled.

The developing countries are backward educationally, economically, socially and also politically. Industrially backward, these countries produce raw materials, which they have to export at throw away prices to the industrialised and developed countries, who dominate the world economic order. There is no reasonable ratio between the prices of raw materials supplied by the developing countries and manufactured goods sold to them and this economic exploitation continues, in spite of loud protests made by the developing countries on all occasions in the international forums.

For purchasing modern techniques and various goods and services, developing countries have to take loans from Industrial Financial Institutions. The techniques imported are, more often then not obsolete and the prices of the goods exhorbitant. Protective barriers continue, as a result of which trade balances are unfavourable to the developing countries. The debt burden of these countries is, therefore, mounting, so much so that a big part of their budgets is consumed in the repayment of debt services. Over and above this, tensions created by the imperialists between developing countries, result in squandering hard earned money of these poor countries in purchasing arms from rich countries, which keeps their arms manufacturing industries in perfect health. Very little is, therefore, left in their budgets for developmental activities, and the third and fourth world countries are groaning under the weight of ever-increasing population and unemployment. These economic and political factors make their own contribution in destabilising not only their regimes, but the countries themselves.

For stabilising democracy in the developing countries, therefore–

(1) Regional and commercial parties should be discouraged and the number of national political parties should be reduced to three or at the most four. Strong opposition is as necessary as strong ruling party.

(2) A strict anti-defection law should be enacted and enforced.

(3) Democratic institutions should be encouraged and allowed free and fair play in their fields.

(4) Utmost economy in non-plan expenditure, wasteful expenditure in projects, in public sector and private sector undertakings should be stopped.

(5) Developing countries should work in cohesion for evolving a new industrial economic order.

(6) Tension between developing countries should be eliminated and arms race engineered by imperialists to be nipped in the bud.

(7) Developing countries should work for total disarmament and peace, so that huge amounts spent on nuclear and other weapons become available for eradicating poverty, illitracy, disease, malnutrition, etc. so that there may be peace and plenty on this planet.

I am extremely grateful to the organisers of the Celebrations of the Golden Jubilee of Punjab Legislative Assembly for giving me an opportunity for sharing my thoughts with eminent parliamentarians from various countries. پنجاب اسمبلی زندہ باد

وزراء اور اراکین پنجاب اسمبلی

گورنر پنجاب خطاب فرما رہے ہیں۔

دعوت خطاب

جناب سپیکر۔ خواتین و حضرات! ہماری اس نشست کے مہمان خصوصی، ہمارے اپنے گورنر، جناب مخدوم محمد سجاد حسین قریشی، ملتان کے ایک معروف روحانی اور سیاسی گھرانے کے فرزند ہیں۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ قانون دان ہونے کے ساتھ ساتھ تین مرتبہ قومی اسمبلی کے رکن، سینٹ کے رکن اور ڈپٹی چیئرمین سینٹ منتخب ہوئے اور اس وقت گورنر پنجاب کے عہدہ جلیلہ پر متمکن ہیں۔ آپ نے اپنے طویل سیاسی کیریئر میں ملک و قوم کی بے پناہ خدمات سرانجام دیں۔ اب ایوان ان کے خطاب کا منتظر ہے۔ میں انھیں خطاب کی دعوت دیتا ہوں۔ خواتین و حضرات، جناب گورنر!

سپیکر

گورنر پنجاب کا خطاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محترم المقام میاں منظور احمد وٹو صاحب سپیکر۔ عالی مرتبت جناب میاں نواز شریف ' لیڈر آف دی ہاؤس۔ عظیم المرتبت اراکین پنجاب اسمبلی ودیگر ڈیلیگیشن ۔ جو حضرات ممالک غیر سے یہاں تشریف لائے۔ ترکی ' ایران ' ملائشیا ' یونائیٹڈ کنگڈم ' ماریشس ' بھارت اور اس کے علاوہ وہ تمام حضرات جو یہاں اس جوبلی میں شامل ہوئے ' میں ان کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

حضرات معظم ! آج کی اس پروقار تقریب میں شمولیت میرے لئے باعث مسرت ہے اور میں جناب محترم المقام سپیکر و اراکین پنجاب اسمبلی کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے اس تاریخی اجلاس کی صدارت کیلئے مدعو کیا۔ ممتاز ماہرین پارلیمان سے ملاقات میرے لئے یقیناً باعث صد افتخار ہے۔ مجھے اس امر پر دلی خوشی ہے کہ آج کی اس نشست میں مجھے بڑی بڑی فاضل شخصیات کے علم افروز خیالات سننے کا موقع بھی ملا۔

حضرات محترم ! ان خیالات میں میں سوچتا رہا اور مجھے وہ شعر یاد آتا رہا۔ ۔

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

میں آپ کو اس گولڈن جوبلی کے انعقاد پر تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

ان تقریبات سے بلاشبہ عظیم جمہوری روایات کے فروغ اور ان کے استحکام میں مدد ملے گی۔ بیرونی ممالک سے نمائندہ وفود کی شمولیت سے ان تقریبات کو ایک بین الاقوامی آہنگ نصیب ہوا ہے۔ اس سے نہ صرف خیر سگالی کے جذبات میں اضافہ ہوا ہے بلکہ علمی و فکری یگانگت کے امکانات بھی روشن ہوئے ہیں۔ ارکان اسمبلی کو ان ایام کے دوران صاحب فکر اور ممتاز پارلیمانی نمائندوں کے علم و تجربہ سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا ہے۔ یہ امر ملک میں پارلیمانی روایات کو آگے بڑھانے میں یقیناً ممد و معاون ثابت ہو گا۔

ہماری تحریک جمہوری روایات کے حوالے سے وجود میں آئی ' برصغیر کے مسلمانوں نے اسی جذبے کے تحت آزادی کی جنگ میں حصہ لیا۔ اور حضرت قائداعظم محمد علی جناح اس راہ عمل میں ہمیشہ آئینی جدوجہد کے نقیب رہے آپ constitutionalism کے سب سے بڑے داعی تھے۔ یہ بلاشبہ ایک کٹھن اور صبر آزما راستہ تھا۔ لیکن دنیا نے دیکھا کہ جہاں عزم و ہمت ہو وہاں کوئی راہ بھی مشکل نہیں رہتی۔

جناب سپیکر۔ جمہوری عمل کا تسلسل ایک جسم میں تازہ خون کی گردش کی مانند ہوتا ہے ' تعطل زہر ہلاہل ثابت ہو سکتا ہے اس عمل سے روگردانی کی قوموں کو بہت بھاری قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ بسا اوقات قومی معاشرت شکست و ریخت کی نذر ہو جاتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان عوامل کا بغور جائزہ لیں جو وقتاً فوقتاً جمہوری عمل کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔

حاضرین کرام۔ جمہوریت محض ایک نظام حکومت کا نام ہی نہیں بلکہ ایک طرز فکر کا نام ہے یہ طرز احساس دراصل عوام کی حاکمیت will of the people کو دلی طور پر تسلیم کرنے کا نام ہے۔ اس فلسفہ کو سمجھنے اور اس پر خلوص دل سے عمل کرنے کیلئے ہمیں اپنے ملک کے معروضی حالات کو سامنے رکھنا ہو گا۔ سیاسی نظام کی تشکیل ' اپنی تہذیب و تمدن اور عظیم تاریخی روایات کی روشنی میں کرنا ہو گی۔ جمہوری نظام ایک طرز معاشرت کا نام ہے۔ ہر قوم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے تہذیبی ورثے کی روشنی میں جمہوری نظام قائم کرے۔

جناب سپیکر۔ پارلیمانی و قانون ساز ادارے ہماری تمدنی زندگی میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ ادارے آج کے دور میں انسانی زندگی کا ہمہ جہتی احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ ہماری معاشرت ' سیاست ' معیشت ' ثقافت اور دینی اقدار کے تحفظ و بقاء میں ایک کلیدی کردار کے حامل ہیں۔ آزادی تحریر و تقریر کا معاملہ ہو یا بنیادی حقوق کا تحفظ ' یہ ادارے ہر سطح پر ہماری راہنمائی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قانون ساز اداروں کو عصری حسیات ' جدید میلانات کو ہر لحظہ مدنظر رکھتے ہوئے قانون سازی کے عمل کو آگے بڑھانا پڑتا ہے۔ یہ ادارے نہ صرف قانون کی بالادستی قائم کرنے بلکہ معاشرے میں افراد کو ترقی و روزگار کے یکساں مواقع فراہم کرنے اور اقتصادی بعد دور کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ قانون سازی کا حساس اور پیچیدہ عمل ان اداروں کے اراکین سے اعلیٰ کارکردگی ' جدید علوم و فنون سے مکمل روشناسی عصری تقاضوں سے آگہی اور عوامی خواہشات کے مکمل ادراک کا تقاضہ کرتا ہے۔

قانون کسی صاحب حیثیت شخص کو سامنے رکھ کر نہیں وضع کیا جاتا۔ بلکہ ایک عام شہری کے تحفظ اور معاشرے کی عمومی بہبود کے لئے بنایا جاتا ہے قانون کی بالادستی یعنی rule of law مہذب معاشروں کا جز لاینفک ہے اس پر عمل پیرا ہونے سے نہ صرف ایک صحت مند فضا فروغ پاتی ہے بلکہ معاشرے میں اعلیٰ اقدار کے فروغ اور ان کی پاسداری کو استحکام ملتا ہے۔

حاضرین کرام ! جمہوریت کے استحکام میں پارلیمانی ادارے نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جمہوری نمائندگان کو اپنے حلقہ نیابت کی صحیح طور پر ترجمانی کا حق حاصل ہے آپ حضرات معاشرے کے بدلتے تقاضوں اور احتیاجوں سے کماحقہ طور پر آگاہ اور واقف ہیں۔ اراکین اسمبلی صحت مند خطوط پر سیاسی رجحانات کی ترجمانی کر پاتے ہیں ' یہ ادارے عوامی نمائندگان کی ذہنی تربیت میں ایک مقدس درس گاہ کا مقام رکھتے ہیں۔ یہاں اجتماعی فکر پر مبنی آراء منظر عام پر آتی ہیں۔ قومی و تمدنی ضروریات سے ہم آہنگ قوانین تشکیل دیئے جاتے

ہیں۔ پارلیمانی آداب و روایات سے آگاہی' قانون سازی کے عمل سے مکمل واقفیت' ضوابط کی پابندی' صحیح اظہار رائے' اختلاف رائے کا احترام یقیناً ایسی صفات ہیں جو انہی اداروں میں شب و روز تربیت سے ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔

مجھے یہ جان کر دلی مسرت ہوئی ہے کہ پنجاب اسمبلی کے اراکین کو قانون سازی کے طریق کار' پارلیمانی روایات سے پوری پوری واقفیت کے سلسلے میں کئی اہم اقدامات کئے گئے ہیں۔ گذشتہ برس پارلیمانی عمل و روایات کے موضوع پر یہاں ایک مجلس مذاکرہ کا اہتمام کیا گیا جس کے بڑے حوصلہ افزا نتائج بر آمد ہوئے۔

گولڈن جوبلی کی تقریبات بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے مفید مذاکروں اور تقریبات کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جائے۔ اس اقدام سے نہ صرف تربیت کا موقع فراہم ہو گا بلکہ قانون دانوں' ماہرین پارلیمانی امور' پریس اور عوام کے مابین مزید موثر رابطے کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ پنجاب اسمبلی کی روایات بڑی تابندہ و درخشندہ ہیں۔ یہ ادارہ ایک عرصہ سے قانون سازی کے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ بعض ادوار میں اس کی نمائندہ حیثیت متاثر بھی ہوئی لیکن اس ادارے کو ہمیشہ سے ہی عوام کی حاکمیت کی علامت سمجھا گیا۔ مجھے امید ہے موجودہ اسمبلی ان عظیم پارلیمانی روایات کے استحکام کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کرتی رہے گی۔

ملک میں ہر سطح پر جمہوری عمل جاری و ساری ہے اور یہ عمل باعث مسرت ہے کہ جمہوری ادارے نہایت فعال طور پر اپنے اپنے دائرہ کار میں مصروف عمل ہیں۔ قومی و صوبائی اسمبلیاں سینٹ جمہوری روایات کے فروغ کے لئے پوری تندہی سے کام کر رہی ہیں۔ جمہوری عمل کے ثمرات مقامی سطح پر بھی ہمارے سامنے آ رہے ہیں۔ حال ہی میں ملک میں تواتر کے ساتھ تیسرے اور جمہوری حکومت کے قیام کے بعد پہلے بلدیاتی انتخابات بحمد اللہ اپنے پایۂ تکمیل کو پہنچے ہیں۔ یہ امر باعث مسرت ہے کہ بلدیاتی اداروں کی کارکردگی نہایت اطمینان بخش رہی ہے۔ میں امید کرتا ہوں آئندہ برسوں میں یہ ادارے عوام الناس میں خود اعتمادی اور خود انحصاری کے جذبے کو مزید اجاگر کریں گے۔ ان اداروں نے مقامی سطح پر قیادت کو ابھارنے میں ایک تاریخی کردار ادا کیا ہے۔

جناب سپیکر۔ پنجاب پاکستان کا سب سے بڑا گنجان صوبہ ہے۔ پانچ کروڑ سے زائد آبادی کے اس صوبے کو کئی طرح کے مسائل کا سامنا ہے۔ صوبائی حکومت ان مسائل کو حل کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہی۔ وزیر اعظم پاکستان جناب محمد خان جونیجو نے پانچ نکاتی پروگرام میں ایک ایسے منشور کی نوید دی ہے جس کے تحت سستے اور بروقت انصاف کے حصول' امن عامہ کے فروغ' صحت' تعلیم کے میدان میں سہولیات کی فراہمی' بد عنوانی کی لعنت کے خاتمے کے سلسلے میں کئی اہم اقدامات پر عمل در آمد شروع ہو چکا ہے۔ اس پروگرام پر عمل پیرا ہو کر انشاءاللہ تعالیٰ ہم عوام کو درپیش اہم مسائل حل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

حاضرین کرام!

میری آپ سے اپیل ہے کہ آیئے پاکستان کو ایک مضبوط اور خوشحال ملک بنانے کا عہد کریں۔ آیئے اس بات کا اعادہ کریں کہ ہم سب ملک میں جمہوریت کے فروغ و استحکام کے لئے شبانہ روز محنت کرتے رہیں گے۔ قانون کی حاکمیت اور بالادستی کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائیں گے۔ میری زندگی کے ہر مکتبہ فکر اور صاحب الرائے حضرات سے درخواست ہے کہ آگے آئیں اور جمہوری روایات کے استحکام کے سلسلے میں قوم کی راہنمائی کریں۔

میں جناب سپیکر پنجاب اسمبلی میاں منظور احمد وٹو صاحب اور اراکین اسمبلی کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پاکستان زندہ باد

اختتامی کلمات

میں اپنی طرف سے اور اس معزز ایوان کی طرف سے جناب مخدوم محمد سجاد حسین قریشی گورنر پنجاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس ایوان کو اپنے بلند پایہ خیالات سے نوازا۔ اور معزز خواتین و حضرات! اب یہ سپیشل اجلاس شام چار بجے تک کے لئے adjourn ہوتا ہے۔

سپیکر

نشست سوم

۲- فروری ۱۹۸۸ء

(۴ بجے سہ پہر)

سپیکر پنجاب اسمبلی وزیر اعظم کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

جناب محمد خان جونیجو کی لاہور ایئرپورٹ آمد پر گورنر پنجاب اور وزیر اعلیٰ پنجاب ان کا استقبال کر رہے ہیں۔

ایک بچہ مہمان خصوصی کو گلدستہ پیش کر رہا ہے۔

جناب وزیراعظم اسمبلی بلڈنگ کے مین گیٹ پر یادگار تختی کی نقاب کشائی کر رہے ہیں۔

قومی ترانہ

مہمانِ خصوصی، جناب محمد خان جونیجو وزیراعظم پاکستان، مخدوم محمد سجاد حسین قریشی گورنر پنجاب
اور میاں منظور احمد وٹو ایوان میں تشریف لائے۔ قومی ترانہ بجایا گیا۔

سپیکر پنجاب اسمبلی نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔

خطبہ استقبالیہ

میاں منظور احمد وٹو

سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب

عالی مرتبت مہمان خصوصی و مہمانان ذی وقار یہ تقریب پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی کی افتتاحی تقریب ہے' اس لئے اسکی معنوی اہمیت محتاج بیان نہیں ہے جناب وزیر اعظم! آپ نے اس تقریب میں بطور مہمان خصوصی شرکت فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کی ہے اور ان مقاصد کی تکمیل میں مدد دی ہے جو ہمارے پیش نظر ہیں جناب والا! آپ نے پاکستان میں جمہوریت کی بحالی میں جو عہد ساز کردار ادا کیا ہے' اس کا اعتراف ملت پاکستان ہی کو نہیں ساری دنیا کو ہے۔ مارشل لاء کی کوکھ سے جمہوریت کا جنم' تاریکی کا سینہ چیر کر روشنی حاصل کرنے کے مترادف تھا۔ یہ کارنامہ انجام دینے کے لئے قوت یقین' خلوص مقصد' صاف ذہن اور نیک نیتی کی ضرورت تھی۔ جناب والا! آپ نے اپنے رفقاء کے تعاون سے جس طرح سے یہ عہد ساز کارنامہ سرانجام دیا ہے' اس نے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے

آپ نے منتخب وزیر اعظم کی حیثیت سے جب سے عنان حکومت سنبھالی ہے سیاسی

ماحول میں خوشگوار تبدیلیاں سامنے آئی ہیں' نہ صرف مارشل لاء کا خاتمہ ہوا ہے بلکہ ۱۹۶۵ء سے نافذ شدہ ایمرجنسی' جس کے تحت حکومت کو غیر معمولی اختیارات حاصل ہوتے ہیں' وہ بھی آپ نے اٹھالی۔ جس کے نتیجہ میں پاکستان کے عوام کے بنیادی حقوق بحال ہو گئے ہیں۔ عدالتوں کی آزادی پر حائل قدغن ختم ہو گئی۔ پاکستان کے عوام کو عدیم النظیر سیاسی آزادیاں ملیں اور یہ آپ کے پاکستانی عوام کے سیاسی شعور کی پختگی پر اعتماد کا ثبوت ہے۔

جناب والا! تحریر و تقریر کی آزادی کو آپ نے یقینی بنایا' شرافت کو رواج دیا اور آج آپ کے مخالفین بھی اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں کہ آپ کی حکومت نے عوام کے حق رائے دہی کا احترام کرتے ہوئے بلدیاتی انتخابات کا بروقت اور پرامن منصفانہ انعقاد ممکن بنایا۔ سیاسی اداروں کے استحکام میں آپ کی دلچسپی اور سعی کا ثبوت ہے کہ آج ہم ایک قدیم ترین قانون ساز ادارے کی گولڈن جوبلی منا رہے ہیں۔ اظہار رائے کی آزادی کا اس سے کھلا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ گلیاں کوچے تو در کنار آپ کی حکومت نے ایوانوں میں لوگوں کو بلا کران کی آزادی کے اظہار کی ان کو اجازت دی۔

جناب والا! پنجاب اسمبلی کی تاریخ کے بارے میں آپ کو کچھ بتانا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے' کیونکہ آپ خود سالہا سال تک اس ایوان کی زینت بنے رہے ہیں۔ آپ پر یہ حقیقت عیاں ہوگی کہ پنجاب اسمبلی کی تاریخ کا یہ تیسرا خصوصی اجلاس ہے جس سے آپ خطاب کرنے والے ہیں' لیکن اس اسمبلی کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ پاکستان کے وزیر اعظم اس ایوان سے خطاب فرمائیں گے۔

جناب والا! یہ آپ کے اور دیگر مہمانان گرامی کی اطلاع اور دلچسپی کے لئے مفید ہو گا کہ میں یہ عرض کروں کہ جس اسمبلی میں آپ تشریف فرما ہیں' اس نے مکمل منتخب ادارہ کی حیثیت ۱۹۳۷ء میں اختیار کی' چودھری سر شہاب الدین' اس کے پہلے سپیکر' سردار دسوندا سنگھ پہلے ڈپٹی سپیکر' اور سردار سکندر حیات خان پہلے پریمیئر منتخب ہوئے' اور پہلی کابینہ پانچ وزراء پر مشتمل تھی۔

جناب والا! پنجاب اسمبلی کا پہلا اجلاس ۵ اپریل ۱۹۳۷ء کو گیارہ بجے ہوا' پہلا سوال لالہ دونی چند نے ۱۷ اپریل ۱۹۳۷ء کو کیا' پہلی تحریک استحقاق سردار ہری سنگھ نے ۲۴ جنوری ۱۹۳۸ء کو پیش کی اور پہلا مسودہ قانون سردار سکندر حیات نے ۱۸ اپریل ۱۹۳۷ء کو پیش کیا جو اسی روز منظور ہوا اور پہلی قرارداد پیر اکبر علی نے ۲۵ جون ۱۹۳۷ء کو پیش کی۔

جناب والا! پارلیمنٹ یا اسمبلی یا کسی بھی نام سے موجود منتخب قانون ساز ادارہ حقیقت میں عوام کی حکمرانی کی علامت ہوتا ہے۔ ایسا ادارہ اس امر کا ثبوت ہوتا ہے کہ انتظامیہ عوام کے منتخب نمائندوں کے سامنے جواب دہ ہے۔ ارکان اسمبلی اپنی تحاریک' سوالات اور مسودات قانون میں اظہار خیال کی صورت میں محاسبہ اور رہنمائی کا وہ فرض ادا کرتے ہیں جو معاشرے کی صحت برقرار رکھتا ہے اور اسے اور تنومند بناتا ہے۔ جناب محترم! پاکستان کی اولین اور ناگزیر ضرورت یہی ہے کہ یہاں جمہوریت مستحکم ہو' جمہوری روایات فروغ پذیر ہوں' پاکستان میں جب بھی جمہوری عمل رکا' جمہوری دنیا کی نظروں میں ہماری ساکھ مجروح ہوئی۔ ایسے رجحانات پیدا ہوئے جن سے ملک اور قوم کو ناقابل تلافی نقصان ہوا۔ جمہوریت کی بقا اور استحکام کا انحصار پارلیمنٹ یا اسمبلیوں پر ہوتا ہے۔ معاشرے یا قوم میں سوچ فکر جذبہ یا احساس کے جتنے بھی دھارے ہوتے ہیں' وہ پارلیمنٹ میں آکر آپس میں ملتے ہیں اور وہاں عمل تطہیر سے گزر کر ایک دھارا بن جاتے ہیں' یہ دھارا قوم کی سیاسی و جمہوری حیات کے لئے خون کی حیثیت رکھتا ہے۔

جناب محترم! پارلیمنٹ یا اسمبلی قومی زندگی میں اپنا کردار صحیح طور پر اسی صورت میں ادا کر سکتی ہے کہ اس کے ارکان اپنی عظیم ذمہ داری سے کماحقہ آگاہ ہوں اور ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے ڈھنگ بھی جانتے ہوں۔ ان ارکان کے لئے ایک طرف یہ لازمی ہے کہ وہ عصری تقاضوں اور معاشرتی تغیرات سے آگاہ ہوں' عوام کے احساسات اور جذبات سے باخبر ہوں' معاملہ فہم اور بالغ نظر ہوں' دوسری طرف یہ ضروری ہے کہ وہ قانون سازی کے عمل اور پارلیمانی روایات سے مکمل واقفیت رکھتے ہوں' اختلاف رائے کو صبر و تحمل اور وسعت قلبی کے ساتھ برداشت کر سکتے ہوں اور اپنا نقطہ نظر شائستہ اور موثر انداز میں پیش کر سکتے ہوں۔

مہمانان ذی احتشام! پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی منانے کے بنیادی مقاصد یہی تھے اور یہی ہیں کہ جمہوریت کی ضرورت اجاگر ہو' قانون ساز اداروں کی اہمیت نمایاں ہو اور ارکان اسمبلی کو قانون سازی کے عمل کی باریکیوں اور موشگافیوں سے آگاہی ہو اور پارلیمانی روایات کے بارے میں ان کے علم میں اضافہ ہو۔ ہم نے ان مقاصد کی تکمیل کے لئے یہ حقیری کوشش کی ہے۔ گذشتہ سال پنجاب اسمبلی نے عمل قانون سازی اور پارلیمانی روایات کے موضوع پر ایک مذاکرہ کا اہتمام کیا' جس میں ملک کے تجربہ کار پارلیمنیٹیرین اور ارباب دانش نے اپنے علم اور تجربہ سے ارکان اسمبلی کو مستفید کیا۔ ارکان اسمبلی نے اس مذاکرہ میں بھرپور دلچسپی لی اور اس سے خاطر خواہ استفادہ کیا۔ گولڈن جوبلی کی تقریبات کا بھی یہی مقصد ہے۔ اس سے پہلے جو اجلاس ہو چکے ہیں' ان میں یہی بات واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ پاکستان کی بقا اور استحکام صحیح جمہوری نظام میں مضمر ہے۔

جناب والا! ہم نے پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی کی تقریبات کو ہر پہلو سے بامقصد بنانے کی سعی کی ہے۔ ہم نے اسمبلی کی تاریخ' اسکی کارکردگی اور اس کے ارکان کی خدمات کے حوالے سے تین مطبوعات شائع کرنے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ یہ کام اس لئے ممکن ہو سکا کہ پنجاب اسمبلی سیکرٹریٹ ایک انڈیپنڈنٹ ادارہ بنا دیا گیا۔ اور جناب والا! مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ یہ آئینی ذمہ داری اس سے پہلے کسی بھی صورت پوری نہ ہو سکی۔ اس کو پورا کرنے کی سعادت پنجاب کی موجودہ حکومت کے حصہ میں آئی ہے۔

جناب وزیر اعظم! گولڈن جوبلی کی تقریبات کا یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ ان سے نہ صرف قومی سطح پر بلکہ بین الاقوامی سطح پر افہام و تفہیم اور خیر سگالی پیدا کرنے میں مدد ملی ہے۔ ان تقریبات میں نہ صرف پنجاب کے پانچ کروڑ عوام کے نمائندوں نے شرکت کی بلکہ ہماری دعوت پر صوبہ سندھ' بلوچستان' سرحد اور آزاد کشمیر اسمبلی کے نمائندگان محترم اور قومی اسمبلی اور سینٹ کے معزز ارکان نے بھی شرکت فرمائی۔ اس طرح اس ضمن میں ہونے والے اجتماعات پورے ملک کے نمائندہ اجتماعات کی صورت اختیار کر گئے۔ علاوہ ازیں متعدد سابقہ ممتاز پارلیمنیٹیرین اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی فاضل شخصیات نے بھی ان تقریبات کی افادیت کو دوچند کیا۔ ہماری درخواست پر بعض بیرونی ممالک کے پارلیمانی وفود نے بھی اپنی تشریف آوری سے ان تقریبات کی رونق بڑھائی۔ ان سب معزز اور محترم شخصیات کے باہم مل بیٹھنے سے نہ صرف باہمی افہام و تفہیم اور خیر سگالی کو فروغ ملا بلکہ ایک دوسرے کے علم اور تجربہ سے استفادہ کی صورت بھی پیدا ہوئی۔ بیرونی جمہوری ملکوں سے تشریف لانے والے مہمانان گرامی' سابقہ پارلیمنیٹیرین اور دوسری فاضل شخصیات نے عمل قانون سازی اور پارلیمانی روایات' قانون ساز اداروں کی ضرورت اور اہمیت اور جمہوریت کو مستحکم کرنے کے لوازم کے بارے میں بے حد فکر انگیز اور بصیرت افروز باتیں کیں۔ ہماری اسمبلیوں کے ارکان

کو اپنے ہاں کے سابقہ ممتاز پارلیمینیرین اور بیرون ممالک کے ماہرین کے ساتھ وقت گزارنے کا جو موقع ملا' میرے نزدیک وہ ایک بے حد نادر موقع تھا' اور ہماری تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا موقع ہے۔

مہمانان گرامی! مجھے ابھی ایک خوشگوار فریضہ کی ادائیگی کرنا ہے۔ ہم نے بعض ممتاز پارلیمینٹیرین کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کو ایوارڈ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ایوان میں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے ایک وزیر اور اسمبلی کی کارروائی بہترین انداز میں شائع کرنیوالے دو اخبارات کو بھی ایوارڈ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

آخر میں بیرونی ممالک سے آئے ہوئے پارلیمینٹیرین اور پارلیمانی وفود کے سربراہان' گورنر صاحبان' وزرائے اعلیٰ صاحبان' سپیکر و ڈپٹی سپیکر صاحبان' چیئرمین و ڈپٹی چیئرمین سینٹ' آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی' کے وزیراعظم اور دوسرے صوبوں سے آئے ہوئے وفود کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی کی تقریبات کو رونق بخشی۔ میں جناب میاں نواز شریف وزیراعلیٰ پنجاب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ ان کے بھرپور تعاون سے ان شاندار تقریبات کا انعقاد ممکن ہوا۔ انہوں نے' لیڈر آف اپوزیشن نے اور آرگنائزنگ کمیٹی کے معزز ممبران نے اور پوری پنجاب اسمبلی کے معزز اراکین نے میرا جس بھرپور انداز میں ساتھ دیا' میں ان کا بے حد ممنون ہوں۔ یہاں میں اسمبلی سیکرٹریٹ کے ملازمین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی شبانہ روز کی کوشش سے یہ تقریبات منعقد ہو سکیں۔ انہوں نے دن رات جس طرح محنت کی ہے میرے دل میں اس کا بے پناہ عزت و احترام ہے۔ انہوں نے ایک قومی کام کیا ہے خدا ان کو خوش رکھے اور ان کو ہر طرح سے کامیابی دے۔

جناب وزیراعظم! میں اپنی جانب سے اور پنجاب اسمبلی کے ارکان کی جانب سے ایک مرتبہ پھر تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی کی افتتاحی تقریب میں شرکت فرمائی۔

میاں منظور احمد وٹو' مخدوم محمد سجاد حسین قریشی اور جناب محمد خان سومرو' ہمکلام ہیں۔

دعوت خطاب

عالی مرتبت جناب محمد خان جونیجو ، وزیراعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان ،مہمانان بلند منزلت ،معزز خواتین و حضرات!
ہم اپنی تقریبات کے اختتامی مرحلہ میں پہنچ گئے ہیں۔ یہ امر ہمارے باعث مسرت ہے کہ آج کی شام کے موضوع پر اظہار خیال کیلئے تمام معزز و محترم تشریف فرماہیں۔ موضوع ہے "اسمبلیوں کی اہمیت اور قانون بنانے والوں کے فرائض" میں اپنی طرف سے اس موضوع کی اہمیت کے بارے میں کچھ کہنا غیر ضروری تصور کرتا ہوں۔ کیونکہ فاضل مقررین اس مقصد کے لئے یہاں تشریف فرماہیں۔

میں آج سب سے پہلے عزت مآب سردار سکندر حیات خان ،وزیراعظم آزاد جموں و کشمیر کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔ سردار صاحب کے خاندان کو حصول آزادی کے لئے جدوجہد کرنے کا لازوال شرف حاصل ہے۔ آپ نے اپنا لیگل کیریئر ۱۹۵۸ء میں شروع کیا۔ آپ پاکستان نیشنل الائنس کے پہلے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ چار بار اس کے صدر منتخب ہوئے۔ کابینہ کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۸۵ء میں آپ موجودہ عہدہ پر فائز ہوئے۔ تشریف لائیں اور اظہار خیال فرمائیں۔ جناب سردار سکندر حیات۔

سپیکر

سردار سکندر حیات خان

ترقی پذیر ممالک میں جمہوریت کا استحکام

سردار سکندر حیات خان

وزیراعظم آزاد جموں وکشمیر

بسم اللہ الرحمان الرحیم

جناب سپیکر ،قابل احترام محمد خان صاحب جونیجو ،مہمان خصوصی ،معزز اراکین پنجاب اسمبلی ،محترم مندوبین گرامی و خواتین و حضرات ،السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!

پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی کا انعقاد بلاشبہ ایک ایسا کارنامہ ہے جس پر اہل پاکستان بالعموم اور پنجاب کے عوام بالخصوص بجا طور پر فخر کرسکتے ہیں۔ اس تقریب سعید کے انعقاد پر میں آزاد ریاست جموں و کشمیر کے عوام ،اراکین اسمبلی ،حکومت اور اپنی جانب سے جناب سپیکر آپ کو ،وزیراعلیٰ جناب محمد نواز شریف ،اراکین پنجاب اسمبلی ،حکومت پنجاب اور پنجاب کے عوام کو صدق دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ آپ نے مجھے اور میرے وفد کو اس پروقار تقریب میں شریک ہونے کا جو اعزاز بخشا ہے میں اس کیلئے آپ تمام حضرات کا بے حد شکر گذار ہوں۔

جناب سپیکر! برطانوی ہند کے صوبوں میں پارلیمانی نظام حکومت کا قیام ۱۹۳۵ء ایکٹ کے تحت عمل میں آیا تھا۔ ہندوستان میں برطانوی راج کے قیام سے لے کر ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے تحت ان آئینی اصلاحات کے حصول تک عوام کو ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد سے گزرنا پڑا تھا۔ اس جدوجہد کے دوران تحریک پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز اور مدبرانہ قیادت میں کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور ہندوستان اور پاکستان کی دو آزاد اور خود مختار مملکتیں دنیا کے نقشہ پر ابھریں تو مناسب رد و بدل کے بعد ۱۹۳۵ء ایکٹ کو ہی عبوری آئین کا درجہ حاصل ہوا تھا۔ اس عرصہ میں پنجاب اسمبلی میں بعض مقتدر رہنماؤں نے جن میں ملک برکت علی مرحوم نمایاں تھے' روشن پارلیمانی روایات کی بنیاد رکھی تھی۔ اس پس منظر میں پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی کا انعقاد جس میں پاکستان کے علاوہ بیرون ممالک پرانے اور نئے منتخب ارکان نے شرکت کی "آئین کی بالادستی" پارلیمانی نظام کے استحکام اور جمہوریت کے فروغ میں سنگ میل ثابت ہو گا۔

پاکستان کا قیام اس تاریخ ساز آئینی اور جمہوری جدوجہد کا ثمر ہے جو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے دو قومی نظریہ کی بنیاد پر جاری رہی تھی۔ اس جدوجہد کی بنیادی روح یہ تھی کہ جداگانہ قومی تشخص کو پھر سے زندہ کریں اور ایک خود مختار ملک میں اسلام کے لازوال اور عالمگیر اصولوں کے تحت اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے خطوط متعین کریں ان بنیادی مقاصد کے پیش نظر پاکستان میں پارلیمانی اداروں اور اس کے اراکین کی ذمہ داریاں اور فرائض مختلف ہو جاتے ہیں۔

جناب سپیکر! یوں تو ہر معزز معاشرہ کے قیام اور استحکام کیلئے قانون کی بالادستی کو تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن پاکستان جیسے اسلامی نظریاتی ملک میں ہم قانون سازی کے عمل میں ان اعلیٰ اخلاقی' دینی اور معاشرتی اقدار سے ہی روشنی حاصل کر سکتے ہیں' جن کی بنیاد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل رکھی تھی۔ چنانچہ پاکستان کی پہلی منتخب دستور ساز اسمبلی میں جناب لیاقت علی خان مرحوم وزیراعظم پاکستان نے قرارداد مقاصد منظور کروا کر آئین سازی کیلئے اسلامی خطوط کی بنیاد رکھ دی تھی۔ یوں پاکستان اور دوسرے ممالک کے قانون ساز اداروں میں ایک واضح حد فاصل قائم ہے۔ ہمارے مذہبی عقیدہ اور سیاسی فلسفہ کے مطابق اقتدار اعلیٰ صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی ذات میں مرکوز ہے

ہماری وفاقی اور صوبائی قانون ساز مجالس پر لازم ہے کہ وہ قرآن و سنت کے مطابق قانون سازی کریں۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں کی گئی قانون سازی سے ہی حقیقی جمہوری اور فلاحی معاشرہ قیام پذیر ہو سکتا ہے۔ اس عمل میں بنیادی حدود و قیود کی پابندی کرتے ہوئے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق بڑے احسن طریقہ سے قانون سازی کی جا سکتی ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ اسلام نے جو عالمگیر انقلاب بپا کیا تھا وہ ہر دور میں زندگی کے تقاضوں پر پورا اترتا ہے۔ بظاہر مغربی طرز جمہوریت اور اسلامی طرز جمہوریت میں فرق ہے' ہم تعمیر و ترقی اور عوامی فلاح و بہبود کے مقاصد کے ساتھ دینی اور اخلاقی اقدار کے پاسبان بھی ہیں۔ لیکن اسلامی طرز جمہوریت میں ایک مستحکم اور پاکیزہ معاشرہ کی ضمانت بھی موجود ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے قانون ساز اداروں کے اس تقدس کو برقرار رکھنا اور ان کی اس افادیت کو اجاگر کرنا ضروری ہے۔ الحمدللہ! جناب محمد خان جونیجو وزیراعظم پاکستان نے زمام اقتدار سنبھالتے ہی احیائے جمہوریت اور قانون ساز اداروں کی بالادستی قائم کرنے کیلئے عملی اقدامات کا آغاز کر دیا تھا' آج ان کی کوششیں بار آور ہوئی ہیں اور ملک جمہوری فضا اور ملکی سیاسی آزادی کے ساتھ ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ جب لندن میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے تشریف لے گئے تو لنکنز ان (Lincoln's Inn.) میں انہوں نے داخلہ اس لئے حاصل کیا تھا کہ وہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اسم گرامی دنیا کے عظیم راہنماؤں میں سب سے بلند مقام پر لکھا دیکھا تھا' قائداعظمؒ نے فرمایا کہ رسول خدا دنیا کے سب سے بڑے قانون دینے والے تھے۔ اس لئے وہ اس ادارہ میں داخلہ لیں گے۔ تاریخ عالم میں سب سے پہلے انسانی حقوق کا چارٹر ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نافذ کیا تھا۔ انہوں نے انسان کو غلامی سے نجات دلائی' آزادی 'مساوات 'اور انصاف کی بنیاد پر ایک مثالی متوازن معاشرہ قائم کیا۔

جب تک ہم اپنے دین کے ان بنیادی اصولوں پر عمل پیرا رہے ہم نے اقوام عالم کی قیادت اور سیادت کی' جب ان کو ہاتھ سے چھوڑ دیا تو زوال کا شکار ہو گئے۔ چنانچہ جنوبی ایشیا میں ہم سیاسی اقتدار سے محرومی کے بعد ہر شعبہ میں دوسروں کے غلام بن گئے اور اپنے حقوق سے محروم ہو گئے۔ گویا ہم اپنا تشخص کھو بیٹھے تھے۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے سوز کلام سے مسلمانوں میں اپنے تشخص کا احساس بیدار کیا' پاکستان کا تصور دیا اور قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان حاصل کر کے ہمیں اپنی عظمت رفتہ دلانے کا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا۔ اس تاریخی پس منظر میں ہماری مقننہ اور اس کے ارکان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم ان روایات اور اقدار کو مشعل راہ بنائیں جو پیغمبر خدا نے اسلام میں انسانی حقوق کا پہلا آئین نافذ کر کے قائم کی تھیں۔ اس صورت میں ہم اسلام کے سچے نام لیوا اور عوام کے صحیح نمائندہ ہونے کا اعزاز حاصل کر سکیں گے۔

جناب سپیکر! آج کے جدید دور میں مقننہ' انتظامیہ اور عدلیہ ریاست کے تین اہم ستون سمجھے جاتے ہیں۔ اگر یہ تینوں ستون آئین کے دائرہ میں اپنے فرائض و اختیارات بروئے کار لائیں تو ایک متوازن معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔ اس کیلئے بنیادی ذمہ داری مقننہ کے اراکین کا انتخاب بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ جب تک دیانتدار' مخلص اور خوف خدا رکھنے والے نمائندے منتخب نہ ہوں گے قانون سازی کا کام اسلامی تقاضوں کے مطابق نہیں ہو سکتا ہے اور نہ ہی جمہوری روایات پروان چڑھ سکتی ہیں۔ چنانچہ ہمیں آج کے دور میں اراکین مقننہ کیلئے ایک خاص علمی معیار بھی مقرر کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! جب کل آپ نے یہ فرمایا کہ اس ایوان میں ۱۱۹ گریجوایٹ ہیں تو میرے لئے بحیثیت ایک سیاسی کارکن کے یہ بڑی خوش آئند بات تھی۔ اس لئے کہ میں جب اسمبلی میں منتخب ہو کر آیا تو میں نے دیکھا کہ ہمارے جو لوگ اسمبلی میں آتے ہیں اس کے لئے جو Nomination فارم ہوتا ہے اس میں Thumb-impression لکھا ہوتا ہے۔ Thumb-impression or Signature of the candidate اور جو ہمیں Propose کرنے والے یا Second کرنے والے ہوتے ہیں ان کے لئے صرف Signature کا لفظ ہوتا ہے۔ Signature of the proposer یا Signature of the seconder کے الفاظ ہوتے ہیں۔ جناب والا! میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا ہوں میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ۱۹۷۰ء میں میں اسمبلی میں تھا' ہماری اسمبلی نئی نئی تھی۔ ۲۵ ارکان پر مشتمل تھی۔ ہمارے لئے درمیان میں ایک ہی مائیک ہوتا تھا۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے ارکان باری باری وہاں جا کر اپنے خیالات کا اظہار اس مائیک پر کرتے تھے۔ ہمارے ایک محترم ساتھی جو حزب اقتدار سے تعلق رکھتے تھے' وہ اپوزیشن کے ایک رکن کے اس ریمارکس پر بہت جوش میں آ گئے۔ اپوزیشن کے ایک جوشیلے رکن نے صدر حکومت پر تنقید کی تھی۔ تو وہ اٹھے

جواب دینے کیلئے۔ جناب سپیکر منع کرتے رہے مگر وہ مائیک تک پہنچ گئے۔ انہوں نے جاکر مائیک پر شعر پڑھا۔ میں اور اپوزیشن کے وہ ممبر جنھوں نے تقریر کی ان میں کوئی "بالشت کا فاصلہ تھا۔ تو ممبر صاحب نے ہمارے درمیان آکر مائیک پر ایک شعر پڑھا۔ انہوں نے کہا میں شعر میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ تو انہوں نے کہا۔

ع ہنسی آتی ہے مجھے حضرت انسان پر

اور جب حضرت انسان کہا تو اپوزیشن کے ممبر کے کندھے پر ہاتھ رکھا" اور دوسرا مصرع پڑھا

ع فعل بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر

اور انہوں نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا۔ میں چپ رہا۔ وہ میرے ساتھی تھے جب باہر گئے تو میں نے کہا کہ آپ نے بڑے اچھے انداز میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ کہنے لگے "ہاں" شعر ٹھیک تھا۔ ذرا اشارہ غلط ہو گیا۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ہم میں اتنی اہلیت اور قابلیت تو ہونی چاہئے کہ اشارہ تو ٹھیک کریں۔ اس سے مجھے یہ خیال گزرتا ہے اور ابھی جناب سپیکر کچھ دن پہلے میں چیف ایگزیکٹو بھی ہوں۔ میرے سامنے ایک فائل آئی ایک آدمی کو ملازمت کے حصول کے لیے میٹرک کے ڈویژن میں نرمی مطلوب تھی۔ سیکنڈ ڈویژن کی بجائے وہ چاہتا تھا کہ تھرڈ ڈویژن کی اجازت دی جائے۔ یا وہ میٹرک نہیں تھا۔ اور وہ گارڈ نہیں بن سکتا تھا۔ فارسٹ گارڈ بننا چاہتا تھا۔ تو میں تین دن انکار کرتا رہا۔ چوتھے دن میں نے کہا کہ میرے لئے تو میٹرک ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس کو میں نے کیوں پابند بنا رکھا ہے۔ تو جناب والا! آج کے دور میں' میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو جمہوریت ہے اس میں یہ ہمارا ایک نقص نظر آتا ہے۔ اس میں ہم جب تک کوئی نہ کوئی Qualification نہیں لائیں گے اس وقت تک بہت مشکل ہے کہ ہم ان جمہوری اداروں کو استحکام بخش سکیں۔ .... اور میں پنجاب اسمبلی کے اراکین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ جن کا ایوان ۱۱۹ گریجوایٹس پر مشتمل ہے۔ اللہ کرے کہ ملک کی ساری اسمبلیاں اس طرح ہوں اور ووٹروں کو اللہ تعالیٰ یہ ہمت دے کہ وہ پڑھے لکھے لوگوں کو ان ایوانوں میں بھیجیں۔ جو کہ زمام حکومت بھی سنبھال سکیں اور مقننہ اپنے فرائض بھی ادا کر سکے۔

انتخابات میں ناجائز ذرائع کا داؤ لگ جاتا ہے جس سے ہماری پارلیمانی زندگی متاثر ہوتی ہے اور پارلیمانی ادارے عدم استحکام کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس ناقابل رشک صورت حال سے بچنے کیلئے ہمارا فرض ہے کہ پارلیمانی زندگی میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کی پاسداری کریں۔ حضرت قائد اعظم محمد علی جناح جمہوریت کے فروغ اور استحکام کیلئے اعلیٰ اخلاقی اقدار پر اتنا یقین رکھتے تھے کہ انہوں نے انتخابات میں ناجائز ذرائع سے کامیابی حاصل کرنے کی بجائے شکست کھا جانا قبول کر لیا تھا۔ حزب اختلاف کی رائے کا احترام کرنا پارلیمانی زندگی کی روح ہے اس طرح سیاست میں استحکام اور معاشرہ میں اخوت اور بھائی چارے کی فضاء بھی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح یک جماعتی نظام سے آمریت جنم لیتی ہے اور انتظامیہ کو بد عنوانی کے مواقع میسر آتے ہیں اور عدلیہ بھی غیر مؤثر ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر! ہمارے ہاں قانون ساز اداروں کے ارکان عام طور پر اس نکتہ چینی کا شکار رہتے ہیں کہ وہ مالی بد عنوانیوں میں ملوث ہیں' یہ صحت مند رجحان نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ پہلو بھی غور طلب ہے کہ ہمارے ملک کے قانون میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق افراد کے حقوق و مفادات اور مراعات کی ضمانت دی گئی ہے لیکن منتخب عوامی نمائندوں کو پارلیمانی کردار کی ادائیگی کیلئے مراعات کم اور پابندیاں زیادہ رکھی گئی ہیں ان مراعات سے وہ اپنی کفالت نہیں کر سکتے اس کے برعکس حکومت اپنے اور کارپوریشن کے ملازمین تک کو پنشن و دیگر مراعات دیتی ہے۔ جناب سپیکر! جب میں یہ جملہ کہتا ہوں تو اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے لئے یہ بھی پابندیاں رکھی گئی ہیں کہ آج اگر میاں نواز شریف صاحب کسی سینماہاؤس کے پاس سے گزریں تو دوسرے دن ہر آدمی کی انگلی اٹھے گی کہ نواز شریف صاحب سینماہاؤس گئے۔ اگر اب ہم اپنے ایک شہری کے جو حقوق و فرائض ہیں وہ بھی حاصل کریں تو کل انگشت اٹھے گی کہ جی "سیاست کے شاہکار ہیں۔ اور اس نے یہ پلاٹ حاصل کر رکھا ہے اور یہ ہو گیا اور وہ ہو گیا۔ لیکن جناب والا! زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے حتیٰ کہ ایک مزدور کو بھی جب اس کی کچھ ملازمت ہو جاتی ہے تو اس کو Gratuity ملتی ہے Pension ملتی ہے' مربع ملتا ہے۔ ایک قسم کی چیز یا دوسری کچھ نہ کچھ مراعات ملتی ہیں۔ یہ سیاست کا واحد شعبہ ہے جس میں آپ آتے ہیں اور ماسوا Condemnation کے اور کچھ لے کر نہیں جاتے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس میں ہم اس بات کا اہتمام کریں کہ جس طرح دس سال کی سروس رکھنے پر ایک ملازم کو مراعات دیتے ہیں جس کے لئے ہم روزانہ کہتے ہیں کہ یہ بیوروکریسی ہے۔ بیوروکریسی خراب ہے اس میں یہ ہے اس میں وہ ہے۔ وہ بھی دس سالہ سروس کے بعد پنشن کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ میں خدانخواستہ یہاں یہ نہیں کہنا چاہتا ہوں کہ ہم بہت مربعے یا پنشن چاہتے ہیں لیکن سیاست بھی ایک ہمہ وقتی Profession ہی ہو گیا ہے۔ اس میں بھی اگر ہم خدمت گار لوگوں کے مستقبل کیلئے کچھ نہیں کریں گے تو بہت مشکل ہو گا کہ ہم اس میں استحکام پیدا کر سکیں لہٰذا میری یہ تجویز ہے کہ ہم میں سے جو لوگ دو Consecutive Terms میں منتخب ہو کر آئیں ان کی فلاح و بہبود کیلئے کوئی Gratuity یا Benevolent Fund اگر نہیں ہو گا تو بہت مشکل ہو جائے گا۔ Adventurer آتے رہیں گے' جاتے رہیں گے اور ان اداروں کو استحکام نصیب نہیں ہو گا۔ اس لئے میری تو تجویز ہے کہ جو شخص مسلسل دوبار کسی قانون ساز ادارہ کا ممبر منتخب ہوا سے پنشن یا دیگر مالی مراعات کا مستحق قرار دیا جائے' اس سے بہت حد تک بد عنوانی کی روک تھام ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر! پارلیمانی زندگی میں احتسابی عمل کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس سے حکومت کی کارکردگی پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور معاشرہ کی صحت مند تعمیر میں مدد ملتی ہے۔ اس کے علاوہ عوام کے جذبات کی ترجمانی بھی ہوتی ہے۔ احتسابی کردار اگرچہ عام پارلیمانی زندگی میں حزب اختلاف کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اسے اگر بامقصد طریقہ سے ادا کیا جائے تو شاندار روایات قائم ہوتی ہیں اور نتائج بھی اچھے سامنے آتے ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان منظور ہونے سے پہلے پنجاب اسمبلی میں یونینسٹوں کے دور میں ملک برکت علی مرحوم کی آواز مسلمانوں کے دلوں کی آواز سمجھی جاتی تھی انہوں نے اپنے پارلیمانی تجربہ سے اپوزیشن کی اچھی روایات قائم کیں اور اسمبلی کے اندر آگے چل کر مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کے قیام کیلئے ایک مضبوط بنیاد فراہم کی تھی۔

جناب سپیکر! پارلیمانی جمہوریت اور ذمہ دارانہ نظام حکومت کیلئے جموں اور کشمیر کے مسلمانوں کی جدوجہد اور اس راہ میں دی گئی قربانیاں برصغیر کی تاریخ آزادی کا روشن باب ہیں۔ یہ جدوجہد ریاست کے مسلمانوں کی سواد اعظم جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم سے ۱۹۳۲ء میں شروع کی گئی تھی۔ اس کے نتیجہ میں ۱۹۳۴ء میں پہلی بار کشمیر اسمبلی کا قیام عمل میں آیا تھا اگرچہ یہ اسمبلی پوری طرح با اختیار نہیں تھی لیکن جن تاریک حالات میں تحریک آزادی کشمیر شروع ہوئی تھی اس کی روشنی میں اس طرح کی اسمبلی کا قیام بھی ایک پیش رفت

تھی۔ ۱۹۳۴ء سے لے کر ۱۹۴۶ء تک پوری ریاست میں اور آزادی کے بعد آزاد کشمیر میں ہر انتخاب میں مسلم کانفرنس کو ہمیشہ کامیابی حاصل ہوتی رہی ہے۔ آج اس تاریخ ساز جماعت کی صدارت کا اعزاز مجھے حاصل ہے اور میں اس کی اس روشن تاریخ پر بجاطور پر فخر کرتا ہوں کہ کبھی کسی امیدوار کے کسی حلقہ میں ضمانت ضبط نہیں ہوئی۔

جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کی تاریخ گواہ ہے کہ اس کے قائدین نے جن میں سرفہرست رئیس الاحرار چودھری غلام عباس تھے" یہ شاندار روایت قائم کی ہے کہ سیاست کو اقتدار کا نہیں بلکہ عوام کی خدمت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور اس خدمت کو عبادت سمجھ کر سرانجام دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ میں اس موقع پر برصغیر کے مسلمانوں کا بالعموم پنجاب کے مسلمانوں کا بالخصوص شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہماری جدوجہد آزادی کشمیر کے ہر نازک دور میں ہماری بھرپور امداد کی ہے۔

آزاد جموں و کشمیر میں ہم نے پارلیمانی جمہوریت کے فروغ اور جمہوری اداروں کے استحکام کیلئے شرافت "شائستگی اور رواداری کے جذبہ سے عوام اور ہر طبقے کے منتخب نمائندہ کو ساتھ لے کر چلنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا پہلا مظاہرہ ہم نے حکومت سنبھالنے کے فوراً بعد اس آئینی فارمولا کو واپس لے کر کیا تھا جس کے تحت ضلع میں پانچ فیصد اور مجموعی طور پر ساڑھے بارہ فیصد ووٹ حاصل نہ کرنے پر نہ صرف ممبران اسمبلی بلکہ ان کی سیاسی جماعتیں بھی کالعدم ہو جاتی تھیں۔ ہمارے ہاں ۱۹۸۵ء کا جو الیکشن ہوا۔ اس میں ہمارے لئے یہ قید تھی کہ ہر سیاسی جماعت ضلع میں ۵ فیصد اور Aggregate ساڑھے بارہ فیصد ووٹ حاصل کرے گی اور آزاد کشمیر کے ان انتخابات میں آج کی اپوزیشن کی دو بڑی سیاسی پارٹیاں یہ qualification پوری نہیں کر سکی تھیں۔ میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ وزیر اعظم پاکستان جناب محمد خان جونیجو کو "جنھوں نے مجھے کہا کہ ان تلخیوں کو فراموش کر دینا چاہئے اور انہوں نے مجھے ہدایت کی کہ میں وہ قانون واپس لے لوں۔ چنانچہ آج جو دو سیاسی جماعتیں آزاد کشمیر کی اسمبلی میں نظر آتی ہیں وہ اس قانون کی منسوخی سے ہوئی ہیں اور یہ ہم نے ان پر کوئی احسان نہیں کیا ہے بلکہ ہم سمجھتے تھے کہ ہم سیاسی افہام و تفہیم سے ہی چل کر آزاد کشمیر کی تاریخ کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔ حالانکہ اس انتخابی فارمولا کو ان جماعتوں نے خود قبول کیا تھا۔ جمہوریت کے استحکام اور جمہوری اداروں کو موثر بنانے کیلئے ہم نے حالیہ بلدیاتی انتخابات میں غیر رجسٹرڈ سیاسی جماعتوں کو بھی انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دے دی تھی۔ ہم رواداری کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے اسلامی جمہوری اور پارلیمانی روایات کو مضبوط بنانے "عوام کے مفادات کا تحفظ اور ان کی فلاح و بہبود کے پروگرام پر ثابت قدمی سے عمل کرتے رہیں گے۔

مسئلہ کشمیر کی حیثیت کے پیش نظر ہم ایک عبوری دور سے گزر رہے ہیں "مقبوضہ کشمیر میں ہمارے بھائی ان حقوق اور مفادات سے محروم ہیں جو آزاد کشمیر کے عوام کو اسلامی معاشرہ میں حاصل ہیں۔ اس اعتبار سے آزاد جموں و کشمیر میں ارکان اسمبلی کی ذمہ داریاں نسبتاً زیادہ ہیں کہ ان کا کام قانون سازی ہی نہیں بلکہ تحریک آزاد کشمیر جو اصل میں تحریک تکمیل پاکستان ہے کو منظم کرنا بھی ہے۔ ریاست کے مسلمانوں نے اپنی قومی جماعت مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم سے ۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء کو کشمیر کے پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے کی قرارداد منظور کی تھی۔ جب تک ہم یہ منزل پا نہیں لیتے ہم ایک بڑے چیلنج سے دوچار رہیں گے۔

اس طرح کا چیلنج قبول کر کے مسلم لیگ نے قائد اعظمؒ کی قیادت میں ۱۹۴۵-۴۶ کے انتخابات میں تاریخی کامیابی حاصل کر کے کانگریس اور حکومت برطانیہ کو اپنا حق منوانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس دور کے ارکان مقننہ نے اپریل ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ لیجسلیٹرز کنونشن میں تحریک پاکستان کو بھرپور قوت عطا کی تھی۔ ہم حیران ہیں کہ ان منتخب اراکین نے تشکیل پاکستان کا جو تاریخی چیلنج قبول کیا تھا ان کے جانشین ہم آج تعمیر پاکستان کے چیلنج کے سامنے کمزور کیوں ہو گئے؟؟ اس امر کا ہمیں سنجیدگی سے جائزہ لینا چاہئے اور اپنی کمزوریوں پر قابو پا کر پاکستان میں اسی تصور کے مطابق ایک حقیقی اسلامی معاشرہ قائم کرنے کیلئے بھرپور کردار ادا کرنا چاہئے جو علامہ اقبالؒ نے سوچا تھا اور جسے قائد اعظمؒ نے ہمارے بزرگ ارکان مقننہ کی معاونت سے تکمیل کیا تھا۔

جناب سپیکر! حکومت کی تشکیل "حکومت کا احتساب "بجٹ کی ترتیب و منظوری شریعت کے مطابق قانون سازی مقننہ اور اراکین مقننہ کے اہم فرائض ہیں۔ ان سے بطریق احسن اسی صورت میں عہدہ بر آ ہوا جا سکتا ہے جبکہ ہم اپنے منصب کو حصول اقتدار کے بجائے عوام کی خدمت کا ذریعہ بنائیں۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرہ میں بدعنوانی "اقرباپروری "سفارش اور ذاتی مفادات کا حصول قسم کی برائیاں زہر کی طرح سرایت کر چکی ہیں۔ مقننہ واحد ادارہ ہے جو اپنے اختیارات کو موثر طریقہ سے بروئے کار لا کر ان برائیوں کا قلع قمع کر سکتا ہے۔ اسی طرح مقننہ کے اراکین بھی عوام کی صحیح خدمت کریں تو معاشرہ سے ان برائیوں کو دور کیا جا سکتا ہے۔ اس عمل میں سیاسی جماعتیں خدمت خلق کو فوقیت دیں "پارٹی ڈسپلن قائم کریں اور کارکنوں کی سیاسی تربیت کا عمل جاری کریں تو مقننہ کے ہاتھ مضبوط ہو سکتے ہیں اور اراکین مقننہ کے اندر جواب دہی کا احساس پیدا ہو سکتا ہے۔ اس طرح معاشرہ کی صحیح خطوط پر تشکیل اور جمہوری قدریں فروغ پا سکتیں ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ سے عرض کروں کہ میں برطانیہ میں تھا۔ ایک Town سے میں گزر رہا تھا۔ میں نے ایک بلڈنگ دیکھی۔ میں نے پوچھا یہ کونسی بلڈنگ ہے۔ بتایا گیا کہ یہ لیبر پارٹی کا ڈسٹرکٹ آفس ہے۔ میں اس میں چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں پر ہر آدمی مصروف ہے۔ کام کر رہا ہے۔ مجھے شرم آئی کہ میں ایک جماعت کے سربراہ ہونے کا دعویدار ہوں۔ صدر بھی ہوں۔ لیکن ملک کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک میری جماعت کا کوئی آفس نہیں ہے۔ اسی لئے میں سمجھتا ہوں کہ مغرب میں بسنے والے لوگ ہوم ورک کرتے ہیں۔ ان کو پتہ ہوتا ہے کہ وزیر خارجہ کون ہے "چیف منسٹر کون ہے۔ یہاں تو رات کو کوئی اور ہوتا ہے "صبح کو کوئی اور ہوتا ہے۔ دن کو کوئی اور ہوتا ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ جب تک سیاسی جماعتوں میں سیاسی کارکنوں کی کوئی تربیت نہیں ہوگی اس وقت تک صحیح کام بہت مشکل ہے کہ وہ حکومت سنبھال سکیں۔ میں خود ۱۹۷۰ء میں جب پہلی بار وزیر بن کر گیا۔ آفس میں بیٹھا تو مجھے میرے P.A نے بتایا کہ فائل کی Noting مسل کے اس طرف ہے اور خط و کتابت کا حصہ دوسری طرف ہے۔ اس طرح کے لوگ جب حکومت میں چلے جائیں تو پھر ان کے لئے بہت مشکل ہوتا ہے اور پھر اگر وہ انگوٹھا لگانے والے ہوں تو ...... اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ سیاسی پارٹیوں میں کارکنوں کی تربیت کا عمل جب تک نہیں ہو گا اس وقت تک ہم اس میں کوئی پیش رفت نہیں کر سکیں گے۔

جناب سپیکر! اقتدار کے دور میں ہماری پارلیمانی زندگی کا ایک پہلو افسوسناک ہے کہ ہمارے اراکین اسمبلی قانون سازی سے زیادہ دوسرے مسائل پر زیادہ توجہ دیتے ہیں جس سے پارلیمانی روایات کو دھچکا لگتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ قانون سازی کے امور اور تعمیر و ترقی کے امور میں حد فاصل قائم کی جائے۔ لوکل باڈیز کو زیادہ فعال مضبوط اور با اختیار بنایا جائے۔ اراکین اسمبلی اپنی توجہ قانون سازی اور ملکی امور پر مرکوز رکھیں۔

قانون سازی کے اہم کام کی نوعیت کے پیش نظر ہم نے یہ تجربہ کیا ہے کہ آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی میں عالم دین' ماہرین قانون اور ٹیکنوکریٹس کے علاوہ سمندر پار رہنے والے اپنے ہم وطن محنت کشوں کو بھی ہم نے نمائندگی دی ہے۔ ان کے علاوہ خواتین کو بھی مخصوص نشستیں دی گئی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ قانون سازی میں ہر شعبہ زندگی ــــــــ سے متعلق نقطہ نگاہ پیش نظر رہے کیونکہ دور جدید میں ترقی پذیر معاشرہ کے مسائل اور قرآن و سنت کی حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہمیں مختلف شعبہ زندگی کی ماہرانہ آراء کے ساتھ پارلیمانی فرائض ادا کرنے ہوں گے۔

اسلام .... زندہ باد!

پاکستان .... پائندہ باد!

کشمیر بنے گا پاکستان!

جمہوری اقدار کا فروغ

اس موقع پر جب کہ ہم پاکستان میں جمہوریت کے چراغ روشن کر چکے ہیں پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی تقریبات اور ان کے شاندار انتظامات نے ہمارے ملک میں جمہوریت کے ایوانوں کی رونق میں اضافہ کر دیا ہے۔ ان عمدہ اور شاندار انتظامات پر میں منتظمین کو بالخصوص سپیکر صوبائی اسمبلی میاں منظور احمد وٹو صاحب کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ یہ ایک اچھی روایت کا آغاز ہے۔ انشاء اللہ ہم اس روایت کو برقرار رکھیں گے۔ جمہوری اصولوں' جمہوری اقدار اور جمہوریت پر میرا اور میرے ساتھیوں کا پختہ ایمان ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ جمہوریت کے اس ایوان کی گولڈن جوبلی پاکستان میں پارلیمانی طرز حکومت کے مزید استحکام کے ذریعہ بنے گی۔ اور پاکستان کے عوام' اپنے مسائل کے حل' اپنے نظریات کی تکمیل اور اپنے خوابوں کی تعبیر کے لئے اپنے نمائندوں کے ان ایوانوں کے جگہ کسی اور طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھیں گے۔

محمد خان جونیجو
وزیر اعظم پاکستان۔

دعوت خطاب

جناب جام میر غلام قادر خان "وزیر اعلیٰ صوبہ بلوچستان" اپنے عزم اور کردار میں پہاڑوں کی پختگی اور بلندی رکھنے والوں کی سرزمین بلوچستان کی عظمتوں کے موجودہ ترجمان 'پیرانہ سالی میں جواں ہمت اور جواں عزم' جناب جام میر غلام قادر خان۔ وزیر اعلیٰ بلوچستان یہاں تشریف فرما ہیں۔

الحاج جام میر غلام قادر خان کا اصل تعارف یہ ہے کہ آپ نوجوانی میں قائداعظمؒ سے متاثر ہوئے اور پھر ان کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ جب بلوچستان کو پاکستان سے علیحدہ رکھنے کی سازش ہو رہی تھی تو آپ نے اس کو ناکام بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اپنی ریاست لسبیلہ کا الحاق پاکستان کے ساتھ کیا۔

۱۹۴۸ء میں دستور ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ بعدازاں کئی بار بلوچستان اسمبلی اور مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ پہلے ۱۹۷۳ء میں بلوچستان کے وزیر اعلیٰ بنے۔ پھر ۱۹۸۵ء میں:-

تو تشریف لائیں اور اظہار خیال فرمائیں۔

سپیکر

جام میر غلام قادر خان

پاکستان میں جمہوری عمل

جام میر غلام قادر خان

وزیر اعلیٰ بلوچستان

بسم اللہ الرحمان الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عزت مآب جناب محمد خاں جونیجو وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان' قابل قدر سپیکر صاحب' جناب وزیر اعلیٰ پنجاب' گورنر پنجاب' عالی قدر سپیکر صاحبان' وزیر اعلیٰ صاحبان' معزز خواتین و حضرات السلام علیکم!

مجھے بے حد خوشی ہے کہ آج ہم پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی منا رہے ہیں اور میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس پر مسرت اور تاریخی موقع پر آپ نے مجھے بھی شرکت کا موقع فراہم کیا ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں اپنی جانب سے' بلوچستان کے عوام کی جانب سے اور ان کے منتخب نمائندوں کی جانب سے آپ کو اس معزز ایوان کے لائق احترام اراکین کو اور پنجاب کے جیالے عوام کو اپنی طرف سے اور بلوچستان کے عوام کی طرف سے دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب صدر محترم! کیوں کہ میں بلوچستان کا نمائندہ ہوں' بلوچستان سے آیا ہوں۔

جب بلوچستان کا لفظ آتا ہے تو شاید میری تقریر میں وہ چاشنی نہ ہو۔ کیوں کہ آپ جانتے ہیں کہ کہتے ہیں بلوچستان بڑا ان پڑھ ہے۔ جاہل ہے۔ لہٰذا اسی جاہلی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں اس معزز ایوان سے معذرت خواہ ہوں گا اگر میرے الفاظ میں کچھ ردوبدل ہو جائے تو مجھے امید ہے آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔

یہ معزز ایوان 'جمہوریت اور عوام کی بالادستی کی ایک عظیم علامت ہے۔ لیکن اس سے بھی پہلے یہ اس امر کی ایک تابندہ علامت ہے کہ ہم ایک آزاد جمہوری معاشرے کے افراد ہیں۔ اور ان منتخب ایوانوں میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کئے گئے عوام کے اقتدار اعلیٰ کے امین بھی ہیں۔

یہ ساری برکتیں پاکستان کے دم سے ہیں۔ پاکستان 'جو ہماری کئی نسلوں کی بے مثال جدوجہد اور بے نظیر قربانیوں کا ثمرہ ہے اور جس کی بنیادیں ہمارے آباؤاجداد کے مقدس خون پر قائم ہیں۔ یہ وطن عزیز ہماری پہچان کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا حوالہ ہے۔ اور ہماری زندگی کی ساری راحتوں 'مسرتوں' کامیابیوں اور ترقیوں کا اصل سرچشمہ ہے

آج کا یہ جشن مسرت بھی اسی کا فیضان ہے اور یہ لمحہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہمیں اس فیضان کا حق ادا کرنا ہے۔ اس وطن عزیز کے استحکام 'ترقی' خوشحالی اور سلامتی کے تحفظ کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنا ہے اور اپنی ساری جدوجہد اور کوشش و کاوش کا مرکز صرف اس تصور کو بنانا ہے کہ پاکستان ہمیشہ قائم رہے 'ہمیشہ سلامت رہے اور ہر آن عظمت و سربلندی کی جانب گامزن رہے۔

جناب والا! ہم خوش نصیب ہیں کہ ایک طویل عرصے کے بعد پاکستان میں جمہوریت کا دور دورہ ہے۔ میں اس سلسلے میں اور مزید کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں کیوں کہ پرانے زخموں کو چھیڑنا میں سمجھتا ہوں کہ وقت کا تقاضا نہیں ہے۔ لیکن میں اپنے تمام معزز اراکین سے جو کہ یہاں تشریف فرما ہیں یہ ضرور سوال کروں گا کہ اس ملک نے ہمیں کیا دیا؟ اور ہم نے اس ملک پاکستان کو کیا دیا؟۔ جناب والا! ہم بڑے خوش نصیب ہیں کہ ایک طویل عرصے کے بعد ایک مرد مجاہد آیا۔ یہ نہیں کہ میں اس اسمبلی کے سامنے اپنے وزیراعظم کی خوشامد کر رہا ہوں 'یا تعریف کرنا چاہتا ہوں لیکن تاریخ میں یہ ایک انوکھی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مجاہد پیدا کیا۔ جس کے ذریعہ سے پاکستان میں جمہوریت کا دوبارہ آغاز ہوا ہے

ہمیں ایک ایسا جمہوری نظام میسر ہے جو ہر آلائش سے پاک ہے۔ عوام کے بنیادی حقوق اور ہر قسم کی آزادیاں ان کو فراہم کردی گئی ہیں۔ سیاسی سرگرمیوں 'تحریر و تقریر اور صحافت کو تمام پابندیوں سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ اور ایک ایسی فضا قائم کردی گئی ہے جس میں ہر فرد حقیقتاً آزاد و سربلند ہے۔ تین سال پہلے تک اس کا کسی نے تصور بھی نہ کیا تھا۔ لیکن اب یہ حقیقت ہم سب کے سامنے ہے۔ اور یہ سب کچھ جناب جونیجو کی برکت کا فیضان ہے جو آج اس پاکستان کو ملا۔

ہم پنجاب اسمبلی کا پچاس سالہ جشن منا رہے ہیں۔ گولڈن جوبلی کی تقریب میں شریک ہیں۔ لیکن پاکستان کی چالیس سال کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ حقیقت ہمارے سامنے آئے گی کہ اس طویل عرصہ میں ہمارے یہ ایوان تعطل کا شکار رہے ہیں اور وہ کردار ادا نہیں کر سکے جو انہیں ہمارے تصورات کے پاکستان میں ادا کرنا چاہئے تھا۔ ۱۹۵۸ء سے ۱۹۷۲ء تک اور پھر ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۵ء تک ہماری قومی زندگی کے ۴۰ میں سے ۲۳ سال مارشل لاء کے سائے میں گزرے ہیں۔ باقی ۱۷ سال میں بھی ایک طویل عرصہ ایسا گزرا ہے جبکہ منتخب اسمبلیوں کو قومی زندگی میں کوئی مؤثر کردار ادا کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔

یہ تاریخی حقائق واضح کرتے ہیں کہ آزادی کے حصول کے بعد ہمارے ملک میں جمہوریت کو استحکام حاصل کرنے کے مواقع نہیں مل سکے' عوام کی سیاسی جمہوری تربیت بھی نہیں ہو سکی اور منتخب نمائندوں کو بھی وہ عملی تجربہ اور بصیرت حاصل نہیں ہو سکی جو جمہوری عمل کے تسلسل سے حاصل ہو سکتی تھی۔ اس لئے میرا تاثر یہ ہے کہ اس وقت ہماری پارلیمانی زندگی قومی امور میں خاصا فعال کردار ادا کرنے کے باوجود ابھی ابتدائی مراحل سے گزر رہی ہے۔ یہ ابتدائی مراحل تجربات و مشاہدات پر مشتمل ہیں۔ ہم اچھے کام بھی کر رہے ہیں اور ہم سے غلطیاں بھی سرزد ہو رہی ہیں۔ اس طرح ہم اپنے درست اور غلط اقدامات سے پارلیمانی زندگی کے آداب کا تجربہ اور تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ عمل جاری رہا تو انشاءاللہ بہت جلد ہم اس خلاء کو پر کرلیں گے جو طویل تعطل کا فطری نتیجہ تھا اور جو بھی ہماری مؤثر کارکردگی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

ہمارے نظام جمہوریت میں اقتدار اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو حاصل ہے۔ جو تمام جہانوں کا خالق و مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ امانت ملک کے عوام کو عطا کی ہے اور عوام نے اپنے اس حق کو روبہ کار لانے کے لئے ہمیں منتخب کر کے ان معزز ایوانوں میں بھیجا ہے۔ اپنی اس حیثیت میں ہمارے جو فرائض بنتے ہیں' میری دانست میں ان کی درجہ بندی یوں ہوتی ہے۔

(اول)۔ ہمیں اقتدار اعلیٰ کی حفاظت کرنی ہے۔

(دوئم)۔ ہمیں عوام کی ان امیدوں' آرزوؤں اور امنگوں کی تکمیل کرنی ہے۔ جن کی خاطر انہوں نے ہم پر اعتماد کر کے ہمیں ان معزز ایوانوں میں بھیجا ہے۔

(سوئم)۔ ہمیں ایسے حالات و وسائل فراہم کرنے ہیں جو مکمل آزادی اور جمہوری حقوق کی ضمانت فراہم کریں۔ اور ان امیدوں کی تکمیل کریں جو پاکستان کے قیام کا اصل سبب تھیں۔

(چہارم)۔ ہمیں ایسے حالات پیدا کرنے ہیں کہ ایک خودکار عمل کے طور پر ہمارے عوام کے بنیادی مسائل حل ہوں۔ ان کو بنیادی آسائشیں فراہم ہوں۔ ہر فرد اپنی لیاقت' صلاحیت اور محنت کے مطابق ترقی و خوشحالی کے مواقع حاصل کر سکے۔ ہر کسی کو باعزت اور باوقار روزگار کے مواقع فراہم ہوں۔ اور امن و امان کی ایک ایسی مثالی فضا قائم رہے جو عوام کو ان مواقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانے میں مدد فراہم کرے اور اس طرح قوم کی خوشحالی اور آسودگی میں اضافہ ہوتا چلا جائے۔

اور آخری بات یہ ہے کہ ہمیں ایسے اقدامات اور وسائل کا اہتمام کرنا ہے کہ پاکستان قائم و دائم بھی رہے۔ لوگ بھی مطمئن اور خوشحال ہوں اور ملک و قوم کی ترقی' خوشحالی اور استحکام میں تیز رفتاری کا عمل بھی جاری رہ سکے جو آنے والے دور کی ضروریات اور تقاضوں کی تکمیل کر سکے۔

ان تمام نکات کا خلاصہ یہ ہے کہ منتخب ایوانوں پر قوم اور ملک کی سلامتی' فلاح' خوشحالی اور استحکام کی ایسی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جو ہمارے اپنے دور سے بھی وابستہ ہیں اور آنے والے ادوار سے بھی ان کا گہرا تعلق ہے۔ ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم صحت مند اور تعمیری روایات قائم کریں اور ایسی بنیادیں فراہم کریں جو آنے والوں کو مزید تعمیر و ترقی اور استحکام و خوشحالی کے لئے کام کرنے میں آسانیاں فراہم کریں۔

جناب والا۔ اس پس منظر میں منتخب ایوانوں پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ہمارا کام محض نشستند و گفتند و برخاستند تک محدود نہیں بلکہ اس ایوان کے اندر اور اس ایوان سے باہر ہماری زندگی کا ہر لمحہ ایک ذمہ داری سے عبارت ہے۔ اور وہ ذمہ داری ایسی ہے

کہ اس سے غفلت محض غلطی نہیں، ایک قومی جرم ہے جس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ہمارے منتخب ایوانوں پر لازم ہے کہ وہ قومی اتحاد، اخوت اور یکجہتی کے مظہر بنیں کیونکہ جتنے فرائض اور مقاصد ان سے وابستہ ہیں وہ قومی اتحاد و یکجہتی کے بغیر پورے نہیں ہو سکتے۔ اتحاد و یکجہتی کی تشکیل کیلئے دن رات کام کرنا ہمارا سب سے پہلا اور اہم ترین فرض منصبی ہے۔ پاکستان ہم سب کی مشترکہ جدوجہد اور قربانیوں کا ثمرہ ہے اور ہم سب مل کر ہی اسے قائم و دائم اور مستحکم بنا سکتے ہیں۔ لیکن یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ ہمارے بعض اہل سیاست نے اپنی کامیابی اور سرخروئی کا راز اتحاد کے بجائے انتشار میں تلاش کیا ہے۔ وہ نسلی، لسانی، علاقائی، صوبائی اور ہزاروں دوسرے تعصبات کو ہوا دے کر عوام کے اندر تقسیم در تقسیم کا عمل جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ اور اپنی مخالفانہ روش کے زور میں پاکستان کی سلامتی اور بقا تک پر حملہ کرنے سے بھی نہیں کتراتے۔

جناب والا۔ یہ صورت حال بہت بڑے المیہ کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس المیہ کا ازالہ بھی ہمارے منتخب ایوانوں ہی کو کرنا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں پنجاب اہم کردار ادا کر سکتا ہے اور مجھے یہ کہتے ہوئے آج بڑی خوشی ہوتی ہے کہ میں کافی وقت پنجاب میں ہی رہا ہوں۔ مجھے یہ خوشی ہوئی ہے کہ آج تک میں نے پنجاب کی دیواروں پر یہ الفاظ لکھے ہوئے نہیں دیکھے ہیں کہ "پاکستان کو توڑ دو" اور اس سلسلہ میں اہل پنجاب کو مبارک باد دیتا ہوں۔

اور اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ عوام نے اقتدار و اختیار کی جو امانت ہمارے سپرد کی ہے۔ اس میں خیانت نہ ہونے دیں۔ ہمارے ہر اقدام، ہر سوچ اور ہر قول کا رشتہ اس بنیادی تصور کے ساتھ ہونا چاہئے کہ ہم کسی طبقے، برادری یا فرقے کے نہیں، اپنے عوام کے نمائندے ہیں اور کسی امتیاز و تفریق کے بغیر ہمیں سب کی خدمت کرنی ہے۔ سب کو یکساں مواقع فراہم کرنے ہیں۔ اور سب کے ساتھ انصاف کرنا ہے۔ ہمارا یہ منصفانہ کردار عوام کو احساس محرومی سے محفوظ رکھے گا۔ اور ان کے اس اعتماد کو تقویت دے گا کہ ان کے منتخب کئے ہوئے نمائندہ ادارے عملی طور پر ان کی نمائندگی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ عوام اور منتخب ایوانوں کے درمیان اعتماد کا یہ رشتہ قائم ہو جائے تو سارے تعصبات خود بخود ختم ہوتے چلے جائیں گے۔ اور انتشار کی سیاست پر ایمان رکھنے والوں کو وہ بنیادیں ہی فراہم نہ ہو سکیں گی جن پر وہ اپنی سیاست کے محل تعمیر کر سکیں۔

اس عمل میں قانون سازی کے اس فریضے کی بات آجاتی ہے جو منتخب ایوانوں کا اہم ترین فریضہ ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں ایک بنیادی حقیقت کو ہر لمحے پیش نظر رکھنا ہو گا کہ قانون ایک قوم اور ملک کو تحفظ اور سہولت فراہم کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ پریشانی اور دشواری پیدا کرنے کے لئے نہیں۔ اس لئے قانون سازی میں ہمارا رویہ یہ ہونا چاہئے کہ ہم مکمل دیانتداری، ایمانداری، اخلاص اور عوام دوستی کے جذبے کے ساتھ اور پاکستان کی مجموعی فلاح اور خیر خواہی کو بنیاد بنا کر صرف ایسے قوانین بنائیں جو ہمارے عوام کے لئے آسانیاں، سہولتیں اور آسائشیں مہیا کریں۔ اور ایسے تمام قوانین جو استعماری دور کی یادگار ہیں اور صرف جبر کو تقویت دینے کے لئے بنائے گئے تھے۔ ان میں بنیادی ترمیمات کر کے جبر و استبداد کے سارے نشانات کو مٹانا، اور آزادی، آسائش اور سہولت کے نئے دلکش نقوش نمایاں کرنا ہمارا بنیادی فریضہ ہے۔ یہی فریضہ ہمارے اس کردار کی بنیاد ہے جو ہمیں اس وطن عزیز کے قانون ساز اداروں کے طور پر ادا کرنا ہے۔ اگر ہم اپنا یہ کردار ادا نہ کر سکے تو یہ ایک ایسی غفلت ہو گی۔ جسے نہ تاریخ نظرانداز کر سکے گی۔ نہ ہمارا ضمیر معاف کر سکے گا۔ میری دانست میں اس کردار کو پورا کرنے کے لئے لازم ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے ذاتی منصب، مرتبے، رتبے، عہدے اور اقتدار کو اولیت دینے کے بجائے صرف یہ یاد رکھے کہ وہ ایک مقدس امانت کا امین ہے اور خیانت اس کے منصب میں شامل نہیں ہے۔ اپنے آپ کو نظرانداز کر کے جو خدمت کی جائے گی۔ اس میں سچے جذبے کارفرما ہوں گے اور ان سے ایسے نتائج برآمد ہوں گے جو پاکستان کے استحکام اور عوام کی مسرت و خوشحالی کے ضامن بنیں گے اور ہمیں وہ سرخروئی عطا کریں گے جسے ہر آنے والا دور بھی احترام و محبت سے یاد رکھے گا۔

ایک بات جو میں زور دے کر کہنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ ہماری اسمبلیوں کو ایک دوسرے سے الگ رہ کر کام کرنے کے بجائے باہمی رابطے اور اشتراک عمل کی فضا قائم کرنی چاہئے۔

پاکستان کو انتظامی نقطہ نظر سے ہم چار صوبوں اور اسمبلیوں میں تقسیم کریں یا ان کی تعداد چالیس تک پہنچا دیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ حد بندیاں مستقل اور دائمی نہیں ہیں۔ ان میں تبدیلیاں بھی لائی جا سکتی ہیں۔ جو حقیقت، مستقل اور دائمی ہے وہ یہ ہے کہ ہم سب پاکستانی ہیں۔ اور ہمارا وجود پاکستان ہی سے عبارت ہے۔ ہمارا منصب پاکستان اور پاکستانی عوام کی خدمت ہے۔ اور خدمت کے اس عمل میں کوئی حد بندی اور کوئی سرحد نہیں ہے۔ اس میدان میں ہم سب ایک دوسرے کے شریک فکر و عمل ہیں۔ اس لئے ہمیں شعوری طور پر ایسی کوشش کرنی چاہئے کہ ہمارے درمیان باہمی ربط قائم ہو۔ ہم مل جل کر ایک دوسرے کی مدد کریں، ایک دوسرے کے مسائل حل کریں اور اپنی متحدہ قوت سے اپنے وطن عزیز کی قوت اور خوشحالی میں اضافہ کریں۔

آخر میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں، جو ہم سب کے لئے اہم ہے۔ ہمیں اپنی پارلیمانی روایات میں انصاف عدل، اور قانون کی بالادستی کو ہر قیمت پر قائم رکھنا چاہئے۔ اس عمل میں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ ایوان کے اندر جو اہمیت حزب اقتدار کی ہے۔ وہی حزب اختلاف کی ہے۔ حزب اختلاف کو شیڈو گورنمنٹ کہا جاتا ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اکثریت کی بنیاد پر پارلیمانی اقلیت کے نقطہ نظر کو نظرانداز نہ کریں۔ بلکہ اسے بھی پوری پوری اہمیت دیں اس طرح باہمی اعتماد و احترام کی فضا پیدا ہو گی۔ اور نازک قسم کے قومی مسائل میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کا فرق ختم ہو جائے گا۔ پورا ایوان فرد واحد کی طرح متحد اور منظم ہو کر قومی مفادات کی حفاظت کا فرض ادا کرے گا۔ کیونکہ اختلاف صرف حکومت کی پالیسیوں اور ان پالیسیوں پر عمل درآمد کے طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ مملکت اور اس کی بقا و سلامتی سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ اس جذبے کو پروان چڑھنا چاہئے۔ اور اسے ہماری پارلیمانی روایات کا ایک اہم اور لازمی حصہ ہونا چاہئے۔

میری تقریر کچھ لمبی ہو رہی ہے میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ ایک ضروری بات کہتا ہوں کہ ہم نے آزادی کے حصول کے وقت دو باتیں کہی تھیں۔ ایک یہ نعرہ تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا " لا الہ الا اللہ "۔ دوسرا ہم یہ کہتے تھے۔ کہ " لے کے رہیں گے پاکستان " تو جناب یہ اچھی بات ہے پاکستان ہم نے لے لیا لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے۔ کہ آدھا ملک ہم نے کھو دیا۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ اور جو کہتے تھے کہ پاکستان کا مطلب کیا " لا الہ الا اللہ " تو یہ لا الہ الا اللہ کس شکل میں موجود ہے۔ میں اس کی بھی تفصیل میں نہیں جاتا۔

میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس معزز و محترم ایوان کی گولڈن جوبلی کی اس تاریخی تقریب میں مجھے شرکت کا موقع دیا اور اپنے یہ ناچیز خیالات پیش

کرنے کی دعوت دی۔ میں ایک بار پھر آپ کو اس شاندار ' پروقار اور یادگار تقریب پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوان اور بلند بخت وزیر اعلیٰ وزیر اعلیٰ پنجاب جناب نواز شریف کو عمر دراز عطا فرمائے تاکہ وہ اہل پنجاب کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔

کہ وہ ارض پاکستان کے ہر منتخب ایوان کو عوامی ترقی اور قومی عظمت کا سرچشمہ بنائے اور ہمیں یہ ہمت ' توفیق اور جذبہ عطا کرے کہ ہم پاکیزہ جذبوں اور ناقابل شکست حوصلوں کے ساتھ اپنے صوبوں ' اپنے مقدس وطن عزیز اور اپنے عوام کی خدمت کر سکیں اور جب اپنا یہ منصب پورا کر کے ان ایوانوں سے باہر آئیں تو نہ صرف عوام کے دل و دماغ میں ' بلکہ اپنے اپنے ضمیر کے آئینے میں بھی سرخرو قرار پائیں۔

پاکستان زندہ باد۔

وقفہ نماز مغرب

نماز مغرب کا وقت ہے۔ نصف گھنٹہ کے لئے ایوان کی کارروائی کو ملتوی کیا جاتا ہے۔

سپیکر

(بعد نماز مغرب اجلاس کی کارروائی دوبارہ شروع ہوئی)

عظیم جمہوری روایات کا فروغ

ان تقریبات سے بلاشبہ عظیم جمہوری روایات کے فروغ اور ان کے استحکام میں مدد ملے گی۔ بیرونی ممالک سے نمائندہ وفود کی شمولیت سے ان تقریبات کو ایک بین الاقوامی آہنگ نصیب ہوا ہے۔ اس سے نہ صرف خیر سگالی کے جذبات میں اضافہ ہوا ہے بلکہ علمی و فکری یگانگت کے امکانات بھی روشن ہوئے ہیں۔ ارکان اسمبلی کو ان ایام کے دوران صاحب فکر اور ممتاز پارلیمانی نمائندوں کے علم و تجربہ سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا ہے۔ یہ امر ملک میں پارلیمانی روایت کو آگے بڑھانے میں یقیناً ممد و معاون ثابت ہو گا۔

مخدوم محمد سجاد حسین قریشی۔
گورنر پنجاب۔

دعوت خطاب

معزز خواتین و حضرات! صوبہ سرحد کی اسمبلی نے بھی قابل فخر پارلیمانی روایات قائم کی ہیں۔ ایوان کی کارروائی کو خوش اسلوبی سے چلانے اور شائستگی اور شفقتگی کو روایت بنانے میں سپیکر صوبائی اسمبلی صوبہ سرحد راجہ امان اللہ خان کی قابلیت اور محنت کا ہر کوئی معترف ہے۔
سپیکر سرحد اسمبلی راجہ امان اللہ خان تعلیم کے لحاظ سے وکیل اور خدمات کے لحاظ سے سیاستدان ہیں۔ ۱۹۶۶ء میں میونسپل کمیٹی ہری پور کے چیئرمین بنے۔ ۱۹۷۷ء میں صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ صوبائی اسمبلی کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۸۵ء میں رکن منتخب ہوئے اور سپیکر کے بلند مرتبے پر فائز رہے۔
ان سے خطاب کے لئے التماس کرتا ہوں۔ جناب راجہ امان اللہ خان۔

سپیکر

راجہ امان اللہ خان

Strengthening of Democracy in Developing Countries

RAJA AMAN ULLAH KHAN
SPEAKER, N.W.F.P. ASSEMBLY

With your permission Sir,

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ؛

I am most grateful for the invitation of participation in the celebration of Golden Jubilee and also for providing me an opportunity to say a few words about the Strengthening of Democracy in the Developing Countries.

Sir, let me say frankly that in my opinion the classification of developed and developing countries is false one and the line drawn is imaginary. Development is an ever growing process with no zero point to reach. It is the natural corollary of the law that every nation is to struggle for existence and the nature will help those who adopt the law of the survival of the fittest. Development is not the name of infrastructures or increase in *per capita* income. This is only the theory of statisticians.

Is it a realistic approach that the total wealth of the country be divided on the population to find out *per*

capita income while the wealth is in the hands of a few?

Is it supported by any survey that where the *per capita* income has been increased, the increased *per capita* income is sufficient to cater for the growing demands of the people of that area?

Are not they under obligation to the credit cards?

Are not they heavily indebted to the banks for the sophisticated life amenities which they need?

Can their society grow without the credit card by the banks?

Where is the standard developed countries, which can be taken as an ideal, which has independently flourished of resources of their own without having foreign deposits in their banks and foreign investments in their industries?

On the other hand, is it not a fact that the so-called low income groups have limited liabilities to lead a peaceful and harmonious life without advanced technology and sophisticated equipments and the low *per capita* income caters for their meagre needs?

We can use these words as comparative words for quantification of economic development and technological changes, but this again depends on geographical conditions, climate and natural resources.

Sir, let us forget about the imaginary line and think of the real development of a social order, which results to create an atmosphere of peace and harmony for co-existence. Such social development, social folk ways and social norms cannot be quantified. No country can be taken as an ideal to be followed. For each social order there are critics, who talk about their advantages and dis-advantages. Every country in the world is proud of its own social order except a few, like South Africa, where they have denied the right of equal existence to the majority of population.

Mr. Speaker, Sir, the word Democracy has no standard definition. Its definition varies from country to country. The most popular definition of the democracy is: "The Government of the people, by the people, for the people" as Abraham Lincoln described it, is applicable to every form of democracy except the one in the South Africa. The popular definition only means that there should not be slavery, every citizen should have his own free will. The right of vote or an adult-franchise is not the only recognized method of the expression of free will. It has not been standardized. It has different form and shape in different countries.

Sir, democracy is neither an ideology nor a philosophy nor a methodology. It is the name of social order to have a government for co-existence of the people in harmony and peace sharing common principles of living and let others live. They share common norms and have thinking forums for common development with bellicosity towards none and friendship towards all.

Mr. Speaker, Sir, now the question is how such a democracy is not in existence in a number of countries falsely classified as developing. The major factor is that it is most difficult for the so-called developing countries to keep the social order in equilibrium on account of the rapid technological changes in an unplanned manner. It is the lack of proper planning, which tilts, drifts or ruptures the equilibrium of social order by most frequent changes of the Government in power or as a last resort imposition of Martial Law.

Excuse me to say Sir, that one of the contributing factors to this phenomena is the import of advisers alongwith the import of technology. The imported advisers bring with them their own social system and cultural background. The trainees are more influenced from their social system and the cultural background and attribute their technological expertize to their social system, which is indeed a wrong conclusion. Technology can flourish under any social order and it is the common day observation that in each European country the social order is different from another country and particularly from United States. Japan has its own social order and is much advanced in the field of technology.

Sir, if we seriously think to stabilize our own social order, we are to send our own trainees abroad to get training in the technology, which is likely to be transferred to our country and firmly believe in adapt and not adopt. We should not accept any technology with foreign advisers, who cannot adapt the technology for us, but will be leading us to adopt the same in toto resulting in the disturbance of our own social order.

Sir, although we have enshrined in our Constitution, for the principles for a social order, but we have never taken concrete steps to deeply instil and inculcate the values and traditions of our social order in the minds of our young ones, so that they may firmly believe in their own ideology as a sacred trust and may stick to their social order as the final one. The social order is also a progressive phenomena and Islam has kept open the chapter of *'Ijtehad'* for the progress of social order.

Sir, with your permission, I would like to quote about the basic principle according to which we have decided to establish a social order in our country. I quote from the preamble of the Constitution:—

> "Whereas sovereignty over the entire Universe belongs to Almighty Allah alone, and the authority to be exercised by the people of Pakistan within the limits prescribed by Him is a sacred trust;

And whereas it is the will of the people of Pakistan to establish an order;

Wherein the State shall exercise its power and authority through the chosen representativs of the people;

Wherein the principles of democracy, freedom, equality, tolerance and social justice, as enunciated by Islam, shall be fully observed;

Wherein the Muslims shall be enabled to order their lives in the individual and collective spheres in accordance with the teachings and requirements of Islam as set out in the Holy Quran and *Sunnah*;

Wherein adequate provisions shall be made for the minorities freely to profess and practise their religions and develop their cultures;"

This is very clear and has been further fortified by the principles of policy, I quote policy No. 31:

> "31. (1) Steps shall be taken to enable the Muslims of Pakistan, individually and collectively, to order their lives in accordance with the fundamental principles and basic concepts of Islam and to provide facilities whereby they may be enabled to understand the meaning of life according to the Holy Quran and *Sunnah*.
>
> (2) The state shall endeavour, as respects the Muslims of Pakistan:—
>
> (a) to make the teaching of the Holy Quran and Islamiat compulsory, to encourage and facilitate the learning of Arabic language and to secure correct and exact printing and publishing of the Holy Quran;
>
> (b) to promote unity and the observance of the Islamic moral standards; and
>
> (c) to secure the proper organisation of *zakat, ushr*, auqaf and mosques."

Sir, for this thinking forum in our country there can be no better principle for strengthening democracy in this country when these principles are implemented in letter and spirit.

Sir, most unfortunately we have found a very little time for the implementation of these principles and have not put the desired endeavours to inculcate these principles in the minds of our young ones. This is my firm belief that the majority of the people of Pakistan firmly believe in the Injunctions of Islam and Ideology of Pakistan. Our thinking forums, the Senate, the National Assembly and the Provincial Assemblies are to find out ways and means, how to implement the valued principles enshrined in the Constitution, both in codified and informal ways, so that the social order is so stabilized that any foreign influence may not have any effect on strong bonds and we engulf the technological changes and revolution inside it without disturbing our tranquillity, peace and harmony, so sacred to our own social order.

Sir, with these few suggestions as food for thought, I beg your permission. At the end of my speech, I would like to say something about the Golden Jubilee we are celebrating for the last two days. I thank our Speaker, along with the Hon'ble Chief Minister of the Punjab, Mian Nawaz Sharif, and Hon'ble Members of this august House for the arrangements they have made and for the hospitality which they have extended not only to the Pakistanis but also to the foreign delegates participating in the celebrations. I would again congratulate all of you and I hope you will accept the same. I think you have given us the guidelines for the other Assemblies to celebrate in the same manner as you have done. Thank you very much.

تاریخی لمحات

میں نے ان لمحات کو تاریخی لمحات قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ ایک وقت میں ایک جگہ پر اتنی بلند مرتبہ، اتنی فاضل اور متنوع شخصیات کا یکجا ہونا حقیقت میں ایک تاریخی واقعہ ہے۔ یہ اجتماع معنوی لحاظ سے پورے پاکستان کا نمائندہ اجلاس ہی نہیں بلکہ منتخب شخصیات کا بین الاقوامی اجتماع بھی ہے۔ آج کا یہ اجتماع اس لحاظ سے بھی یادگار اور تاریخی ہے کہ ہمارے ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ سربراہ مملکت پنجاب اسمبلی کے خصوصی اجلاس سے خطاب فرمائیں گے۔

میاں منظور احمد وٹو
سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب۔

دعوت خطاب

خواتین و حضرات اقبائل کو شیر و شکر کرنا آسان نہیں ہے۔ ہمارے صوبہ بلوچستان کے مخصوص نظام کو ذہن میں رکھئے۔ غور فرمایئے کہ بلوچستان اسمبلی کے سپیکر سوچ کے مختلف دھاروں کو کس طرح یکجا کرتے ہوں گے۔

سپیکر بلوچستان اسمبلی جناب محمد سرور خان کاکڑ ہمارے مہمان ہیں۔ سپیکر بلوچستان اسمبلی جناب محمد سرور کاکڑ ۱۹۶۴ء میں ڈویژنل کونسل اور ۱۹۷۷ء میں صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ڈسٹرکٹ کونسل کے چیئرمین بھی رہے۔ ۱۹۸۵ء میں رکن اسمبلی منتخب ہوئے اور سپیکر کے عہدہ پر متمکن ہوئے۔

میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تشریف لائیں اور اظہار خیال فرمائیں۔ جناب ملک محمد سرور خان کاکڑ۔

سپیکر

ملک محمد سرور خان کاکڑ

پاکستان میں جمہوری عمل

ملک محمد سرور خان کاکڑ

سپیکر صوبائی اسمبلی بلوچستان

بسم اللہ الرحمان الرحیم

جناب وزیر اعظم، جناب سپیکر قومی اسمبلی، جناب چیئرمین، جناب ڈپٹی چیئرمین سینٹ، جناب منظور احمد وٹو سپیکر پنجاب اسمبلی، قابل احترام سپیکر صاحبان سندھ و سرحد اسمبلی، سینٹ، قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین، محترم، قومی و بین الاقوامی مہمانان گرامی اور معزز خواتین و حضرات!

میں بلوچستان کے عوام، منتخب نمائندوں اور اپنی جانب سے پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی تقریب کے اس پر مسرت موقع پر پنجاب کے عوام اور منتخب نمائندوں کو خلوص دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ یہ تقریب ہر اعتبار سے ایک شایان شان تقریب ثابت ہوگی اور پاکستان و بیرون ملک کے صاحب بصیرت اور تجربہ کار پارلیمنٹیرین حضرات

کا یہ منتخب اجتماع ہمارے لئے رہنمائی کا سبب ثابت ہو گا۔

آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں جمہوری عمل میں بار بار تعطل پیدا ہوتا رہا ہے جس کی وجہ سے عوام کے نمائندے قومی زندگی میں اپنا موثر کردار ادا نہ کر سکے جس کے نتیجے میں عوام کی جمہوری تربیت کا عمل بھی رک سا گیا۔ اس پس منظر میں پنجاب اسمبلی کو پاکستان کے سب سے قدیم منتخب ادارہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے جس کا قیام پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے قبل عمل میں آیا تھا۔ اس کے برعکس بلوچستان وطن عزیز کا وہ حصہ ہے جسے قیام پاکستان کے ۲۳ تیئس سال بعد تک صوبائی درجہ ہی نہ مل سکا' یہ مرحلہ یکم جولائی ۱۹۷۰ء کو مکمل ہوا جس کے بعد وہاں منتخب اسمبلی نے کام شروع کیا' لیکن ملک کے دوسرے حصوں کی طرح بلوچستان میں بھی پارلیمانی جمہوریت کو تسلسل اور استحکام کے ساتھ کام کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ پھر بھی بلوچستان صوبائی اسمبلی کی مختصر مدت کار میں ہم نے پارلیمانی اقدار کے فروغ اور اچھی روایات کی تشکیل کے لئے ہر ممکن کوشش کی جس میں ہمیں بڑی حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی۔

اس تاریخی موقع پر میں بڑے افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں کہ اس ملک کے وہ بلند و بالا ایوان جو منتخب پارلیمانی اداروں کے لئے تعمیر ہوئے تھے۔ بار بار غیر جمہوری اداروں کی تحویل میں آتے رہے اور اس عمل سے جمہوریت کو دوام نہ مل سکا۔ تاہم یہ امر بے حد اطمینان بخش ہے کہ موجودہ حکومت نے ملک میں مکمل جمہوریت بحال کر کے عوام کو ان کے جمہوری حقوق دیئے ہیں اور ان ایوانوں کا وقار بحال کیا ہے' لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ قوم کی تقدیر عالی شان عمارتوں سے نہیں بدلتی بلکہ ان عمارتوں میں مصروف عمل منتخب نمائندوں کے کردار و گفتار کی عظمت' قوم کو کامرانیوں سے ہمکنار کرتی ہے۔ منتخب نمائندوں کے اس کردار کا آغاز ۱۹۸۵ء کے عام انتخابات کے نتیجے میں ہوا جب جمہوری اداروں نے آزادی و خود مختاری کی فضا میں عوام کی نمائندگی اور خدمت کا آغاز کیا لیکن جمہوری تقاضوں کی تکمیل کے لئے ہمارے تجربات محدود ہیں۔ اس عمل کو اس کی مکمل افادیت تک لے جانے کے لئے ہمیں طویل تجربات اور تربیت کے مراحل سے گزرنا ہے۔

معزز خواتین و حضرات' یہ حقیقت ہے کہ قوم کی تقدیر منتخب نمائندوں کے طرز عمل سے وابستہ ہوتی ہے ملک کی تعمیر و ترقی اور قوم کی خوشحالی میں پارلیمانی اداروں کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ ان اداروں میں جمہوری انداز میں کئے گئے فیصلے پوری قومی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لئے پارلیمانی اداروں کے ارکان پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ تمام فیصلے ذاتیات سے بالاتر رہ کر جدید دور کے سیاسی' سماجی' معاشی اور معاشرتی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ملک و قوم کے مفاد میں کریں۔ تمام امور پر مباحث کے دوران مثبت اور تعمیری انداز اختیار کریں تعمیری تنقید کی صحت مند روایات قائم کریں اور اپنے قول و فعل میں تضاد پیدا نہ ہونے دیں۔

آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہم لوگ جب باتیں کرتے ہیں' تقریریں کرتے ہیں' ہم تقریریں بڑی اچھی کرتے ہیں' لیکن ان پر عمل نہیں ہوتا ہے۔ اگر ہم اپنے قول و فعل میں تضاد نہ رکھیں اور ثابت قدم ہو جائیں تو میرے خیال میں ہمارا ملک جمہوریت کے لئے دنیا میں ایک مثال ثابت ہو گا۔ اس مقصد کے تحت آئین' قواعد و ضوابط' روزمرہ کے قوانین اور پارلیمانی روایات سے مکمل آگاہی حاصل کریں۔ پارلیمانی نظام کی بنیاد اس تصور پر قائم ہے کہ اکثریت کو بالادستی حاصل ہے لیکن اقلیت کے حقوق و مفادات کا احترام بھی لازم ہے۔ ملک کی تعمیر و ترقی اور جمہوریت کے فروغ میں حزب اختلاف کا کردار بھی بے حد اہم ہے۔ اس لئے ہر جمہوری ایوان میں ایک مضبوط حزب اختلاف کی موجودگی ضروری ہے۔ اس کا نقطہ نظر غور سے سنا جانا چاہئے اور اس کی پوری عزت و تکریم ہونی چاہئے۔ لیکن حزب اختلاف کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وہ بھی تعمیری تنقید کی روایات کو برقرار رکھے اور اہم ملکی مسائل میں عوام کے وسیع تر مفاد کے لئے حکومت سے تعاون کرے۔

ہماری مرکزی قیادت نے طویل عرصے بعد ملک میں مکمل جمہوریت اور عوام کے بنیادی حقوق بحال کر کے عملی طور پر جمہوریت کے فروغ اور عوام کی بالادستی کی راہ ہموار کر دی ہے اور اب یہ منتخب اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ وطن عزیز کو ایک مثالی جمہوریہ بنانے عوام کے جمہوری شعور کی بیداری اور وسیع تر پیمانے پر ایک صحت مند اور تعمیری فضا پیدا کرنے کے لئے کام کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ آئین اور قانون کی بالادستی' منفی رجحانات کے خاتمے' قومی یکجہتی کے فروغ اور جمہوریت کے استحکام کے لئے بھی ہماری منتخب اسمبلیوں کو ہی بنیادی کردار ادا کرنا ہے۔ اس مقصد کے لئے ہمیں اسمبلیوں کو مزید با اختیار بنانا ہو گا تاکہ وہ عوام کی خواہشات کے مطابق فیصلے کر سکیں اور انتظامی مشینری ان فیصلوں کو موثر طور پر عملی جامہ پہنائے اس طرح ہمارا سیاسی نظام تندرست اور توانا ہو سکے گا اور ہم معمول کی جمہوری پارلیمانی کارکردگی کے ساتھ ساتھ غیر معمولی اہمیت کے حامل دوسرے قومی تقاضوں پر بھی توجہ مرکوز کر سکیں گے' اگر ہم ایسا نہ کر سکے تو ملک میں جمہوریت کی بحالی کے اصل مقاصد کی تکمیل مشکوک ہو جائے گی ہمیں اس طرف پوری توجہ دینی ہو گی اور اس کے ساتھ ہی تمام منتخب اداروں کے درمیان مستحکم رابطے' اشتراک و تعاون اور باہمی رہنمائی کے ایک خود کار نظام کو جاری کرنا ہو گا۔

جمہوری ادارے احتساب کے عمل میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں بھی یہ عمل شروع ہو چکا ہے۔ لیکن اس میں تسلسل اور استحکام پیدا کرنا ہے تاکہ کوئی بھی شخص خواہ اس کی ذاتی اور منصبی حیثیت کچھ ہی کیوں نہ ہو' احتساب کے عمل سے بچ نہ سکے اور پارلیمانی روایات اور جمہوری نظام کو دھچکا نہ لگ سکے۔ یہ صورتحال ہمارے لئے دعوت فکر ہے اور پورے ملک کے منتخب اداروں میں ان امور کو ملحوظ رکھنا میری دانست میں ضروری ہے۔ آج جب اس عظیم الشان تقریب میں دنیا بھر کے مختلف ممالک سے سینٹر اور تجربہ کار پارلیمینٹیرین موجود ہیں میں بلوچستان کے عوام اور منتخب نمائندوں کی طرف سے ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان اور ان ممالک کے منتخب نمائندوں کے درمیان فروغ جمہوریت اور اپنے اپنے عوام کی فلاح و بہبود کے لئے مستقل اور مستحکم رابطے قائم کئے جائیں

اس طرح سے ہمیں ایک دوسرے کے تجربات سے مستفید ہونے کے بھرپور مواقع ملیں گے۔ ملک میں جمہوری اداروں کے استحکام کے لئے وطن عزیز کے بڑے صوبے اور بڑے بھائی کی حیثیت سے پنجاب کے منتخب نمائندوں پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ پنجاب میں سیاسی عمل کا مسلسل قیام اس سے قبل بھی رہا ہے اور یہ وہ قیمتی اثاثہ ہے جو ملک میں جمہوریت کے فروغ میں دیگر صوبوں کی رہنمائی کر سکتا ہے۔

آخر میں میں جناب نواز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب اور اراکین پنجاب اسمبلی کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے گولڈن جوبلی کی پروقار تقاریب کے شرکاء اور معزز مہمانوں کی احسن طریقہ سے میزبانی اور عزت افزائی کی ہے صوبہ پنجاب' جناب میاں نواز شریف کی قیادت میں ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن ہے اور اسے ہم سب قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

میں اس تقریب کے شرکاء کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے میری یہ گذارشات ضبط و تحمل اور توجہ سے سننا گوارا کیا۔

دعوت خطاب

مہمانان گرامی!

سندھ باب الاسلام بھی ہے اور باب الپاکستان بھی۔ یہ اخوت اور معرفت کے حدی شاہ لطیف بھٹائی اور سخی شہباز قلندر کی سرزمین ہے۔ اس صوبہ کا دارالحکومت شہر قائد ہے۔ اس لائق احترام مقام سے تشریف لانے والے لائق احترام مہمان عزیز' سید غوث علی شاہ' وزیر اعلیٰ سندھ سے گذارش ہے کہ تشریف لائیں اور اظہار خیال فرمائیں۔ سید غوث علی شاہ صاحب۔

سپیکر

سید غوث علی شاہ

جمہوریت کا استحکام

سید غوث علی شاہ

وزیر اعلیٰ سندھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عالی مرتبت محترم محمد خان جونیجو صاحب وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان

عالی جناب مخدوم سجاد حسین قریشی صاحب گورنر پنجاب

عالی مقام جناب منظور احمد وٹو صاحب سپیکر پنجاب اسمبلی

قابل احترام مہمانان گرامی' معزز اراکین صوبائی اسمبلی پنجاب

السلام علیکم

اب جبکہ پاکستان میں تجدید جمہوریت کا دور شروع ہوا ہے اور شہری آزادیاں اور بنیادی حقوق کی بحالی کی پذیرائی کی جارہی ہے' اظہار رائے اور نشرواشاعت پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ایسی خوشگوار فضا میں نہایت مسرت اور فخر کے جذبات سے سرشار ہو کر میں آج کی

تقریبات میں شریک ہوا ہوں۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ اجتماع برصغیر میں جمہوریت کے ارتقا اور آئینی اختیارات کے انتقال کے طلائی جشن کے طور پر ہو رہا ہے۔ تاہم میں ایک ادنیٰ راہرو کی حیثیت سے کاروان ملت کی اس پیش قدمی کے تصور سے محظوظ ہو رہا ہوں۔

جناب عالی میں سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر میں اپنی طرف سے اور اپنے صوبے کے عوام کی طرف سے اپنے دل کی گہرائیوں کے ساتھ آپ کو اور صوبہ پنجاب کے عوام کو مبارکباد پیش کروں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تاریخ کا حصہ بنایا کہ یہ گولڈن جوبلی آپ کے وقت میں آئی اور اب میں ذکر کروں گا اس تحریک کا جو ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک قائداعظم محمد علی جناحؒ کی رہنمائی میں برطانوی ہندوستان کے کونے کونے میں رواں دواں تھی۔ یہ انسانی فطرت کے عین مطابق اور منشائے ایزدی کے موجب جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کا عظیم الشان "لانگ مارچ" تھا جس کی ابتداء میں معمولی اور بے سروسامانی کی وجہ سے منزل مقصود تک پہنچنے کی نشاندہی نہیں ہوتی تھی۔ لیکن قائداعظمؒ کے فہم و فراست "تدبر اور دوراندیشی اور اپنے نصب العین پر کامل یقین کی وجہ سے دس سال کے مختصر عرصہ میں ہمیں کامیابی نصیب ہوئی۔

دنیا کی تاریخ میں قیام پاکستان کے سیاسی واقعے کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کامیابی کی دو وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ تحریک پاکستان قانونی حدود کے اندر رہتے ہوئے جاری رکھی گئی اور دوسرا یہ کہ ووٹ کے ذریعہ جو فیصلہ ہوتا تھا اسے تسلیم کیا جاتا تھا۔

اب یہ ذمہ داری آپ پر اور ہم پر ہے اس لئے کہ آپ نے جمہوریت کے دور دیکھے اور اس وقت آپ نے یہ بھی دیکھا کہ جمہوریت کے فیصلے کو تسلیم نہ کیا گیا تو یہ اتنی بڑی مملکت دو حصوں میں بٹ گئی۔ اس کے بعد اگر جمہوریت آئی تو آپ کو پتہ ہے کہ نہ تو Fundamental rights تھے اور نہ آزادی اظہار تھی اور اس کے ساتھ State of emergency تھی لیکن اس کے بعد میں اس دور کو تجدید جمہوریت کا دور کہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری آپ پر عائد کی ہے کہ آپ ووٹ کے فیصلے کو تسلیم کریں۔

آج کا ذکر ہے کہ جب ہم گورنر ہاؤس کے شاندار لان میں دوپہر کو Lunch کے لئے حاضر ہوئے تو کچھ صحافی صاحبان میرے نزدیک آئے اور ان کا پہلا سوال یہ تھا کہ آپ نے کراچی اور حیدر آباد میں ایم کیو ایم کی کامیابی کو تسلیم کیا ہے اور حکومت نے دل سے تسلیم کیا ہے۔ تو میرا جواب تھا۔ بہت خوشی سے اور دل سے تسلیم کیا ہے اور یہی عوام کا فیصلہ ہے اور جب بھی عوام فیصلہ کریں گے تو اس کو ہم خوشی سے قبول کریں گے۔

آج ہم بجا طور پر خداوند کریم کا شکریہ ادا کرتے ہیں جس کے فضل و کرم سے ہماری کوتاہیوں اور کمزوریوں کو درگزر کرتے ہوئے ہمیں آزادی کی نعمت اور خودمختار مملکت سے نوازا گیا۔ چنانچہ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم دیکھیں کہ گذشتہ ۴۰ برسوں میں ہم نے اپنی آزادی کے تحفظ کے لئے کیا کچھ کیا اور پاکستان کی سالمیت اور بقاء کے لئے کس انداز سے سوچا اور کس طرح عملی اقدامات کئے۔

غلامی کے دور میں محدود سہولتوں کے باوجود ہم نے نہایت ہی فعال طور پر ان سے استفادہ کیا تاکہ جدوجہد آزادی میں موثر کردار ادا کر سکیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اس ثمر کے سارے ہی سے وطن کے چمن میں اب تک بوئے بہار مہک رہی ہے "لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آزادی حاصل کرنے کے بعد وہ ریت "ریت کے ذروں کی طرح منتشر ہو رہی ہے۔ اب عزم کے علمبردار کم اور گفتار کے غازی زیادہ پیدا ہو گئے ہیں۔ ہم مغربیت اور جدیدیت کی الجھنوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ہماری فکر و عمل پر جمود طاری ہے۔ ہم جس مذہب کے پیروکار ہیں وہ ہمیں یہی درس دیتا ہے کہ ماضی "حال اور مستقبل ایک ہی رو ہے اور قرآن کی تعلیمات کے مطابق ماضی ہمارے مستقبل کی تعمیر کی راہیں ہموار کرنے میں رہنمائی کرتا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ ہمیں خود کو صحیح سمت میں چلنے کے لئے تیار کرنا ہے کیونکہ انفرادی اصلاح سے ہی معاشرے اور ملت کی صلاح اور فلاح وابستہ ہے۔

عہد قدیم سے دریائے سندھ کے دونوں جانب انسانی آبادیوں کے درمیان ہمیشہ اخوت اور محبت کے رشتے استوار رہے ہیں۔ وحدت فکر و عمل کا یہ بیش بہا نکتہ ہمیں دینی کتابوں "قدیم لوک داستانوں اور صوفیائے کرام کے کلام اور ملفوظات سے ملتا ہے۔ لیکن جوں جوں سائنس نے ترقی کی اور مادیت پرستی کے رجحانات کو فروغ حاصل ہوا تو اس کے نتیجے میں یہ اقدار کمزور ہوتے رہے لیکن مشیت ایزدی کو یہ منظور نہ تھا کہ اس خطہ ارض پر بسنے والے انسان خصوصاً مسلمان انتشار اور فساد کا شکار ہوں۔ چنانچہ بیسویں صدی کے شروع میں ایسے مفکر اور قومی درد دل رکھنے والے اصحاب پیدا ہوئے جنہوں نے ماضی کی ان تعلیمات کو از سر نو اپنا موضوع فکر و نظر بنایا اور اس کی احیاء کے لئے جدوجہد کی۔ اس ضمن میں ہمیں دو عظیم شخصیتیں نظر آتی ہیں۔ ایک قائداعظم محمد علی جناحؒ اور دوسرے علامہ اقبالؒ۔ اقبالؒ کے پیغام نے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو نہ صرف خواب غفلت سے بیدار کیا بلکہ ان میں عمل کا نیا ولولہ پیدا کیا۔ ہمیں اپنے شاندار اور پرشکوہ ماضی سے از سر نو روشناس ہی نہیں کرایا بلکہ اس پر فخر کرنے کا سلیقہ بھی سکھایا۔ اتفاق اور الفت کا درس دیا اور آگے بڑھنے کا حوصلہ عطا کیا۔ مجھے احساس ہے کہ اس معزز ایوان کو بھی اس مرد مومن نے اپنے افکار سے نوازا جس کی بازگشت آج بھی گونج رہی ہے اور ہمارے دلوں کو تڑپا رہی ہے اور ہم سے یہ کہہ رہی ہے کہ ۔

پس چہ باید کرد اے ملت پاکستان!

یوں تو علامہ اقبالؒ کی سیاسی زندگی کا آغاز بیسویں صدی عیسوی کی ابتداء ہی سے ہوتا ہے۔ جب کہ انہوں نے عوامی اجتماعات میں سیاسی اور نیم سیاسی نظمیں پڑھنی شروع کر دی تھیں۔ اس کے بعد انگلستان میں قیام کے دوران "ان کا تعلق لندن مسلم لیگ سے قائم ہو چکا تھا۔ وطن واپس آنے کے بعد بھی وہ برابر مسلم لیگ کے رکن رہے اور ہندوستان بالخصوص اسلامی ملکوں کے سیاسی حالات سے متعلق اپنے جذبات اور تاثرات کا شاعری کے ذریعے اظہار کرتے رہے۔ اس سیاسی تعلق کی نوعیت عملی سے زیادہ ایک گونا علمی ہے۔ سن ۱۹۲۶ء سے عملی طور پر علامہ اقبالؒ کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ ۲۰ جولائی ۱۹۲۶ء کو انہوں نے پنجاب قانون ساز کونسل (Punjab Legislative Council) کی رکنیت کیلئے اپنی امیدواری کا اخباروں میں اعلان کیا۔ ۵ دسمبر ۱۹۲۶ء کو وہ پنجاب کونسل کے رکن منتخب ہو گئے اور ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۰ء تک لاہور کے مسلم لیگ حلقے کی نمائندگی کرتے رہے۔

میں نے علامہ اقبالؒ کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ علامہ جو نہ صرف ملک میں بلکہ ملک کے باہر کے تصور کو دیکھیں تو He is the meeting point of East and West

مجھے پچھلی بار ہائیڈل برگ یونیورسٹی نے دعوت دی کہ میں اقبالؒ پر Keynote Speaker کی حیثیت سے حاضری دوں۔ اور جب جولائی ۱۹۸۷ء میں میں نے وہاں حاضری دی اور جب ان کے افکار کا ذکر ہوا تو وہ فلسفی شاعر تو ضرور تھا لیکن ایک کامیاب سیاستدان جس کی نگاہ اس بات پر پڑی کہ اس ملک کو آزادی مل سکتی ہے مگر ایک رہبر کی ضرورت ہے ایک لیڈر کی ضرورت ہے اور لیڈر کے لئے ان کی نظر انتخاب قائداعظم محمد علی جناحؒ پر پڑی جن کو وہ خود لندن سے لے آئے اور اپنی تحریک شروع کر دی۔

پنجاب کونسل کے رکن کی حیثیت سے علامہ اقبالؒ کی تقاریر شائع ہو چکی ہیں جن کے

مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے صوبہ پنجاب کی عام معاشی خوشحالی، شراب نوشی پر پابندی، غریبوں کی مالی امداد، بزرگان دین کی توہین کا انسداد، تلوار کو قانون اسلحہ سے مستثنیٰ قرار دینا، یونانی اور آرویدک طریقہ علاج کی ہمت افزائی، دیہات کی بہتر صفائی، عورتوں کی طبی امداد، جبری ابتدائی تعلیم کا نفاذ، مسلم تعلیمی اداروں کی بہتر مالی امداد، محصول فوتگی (Death Duty) کے نفاذ، محصول آمدنی کو صوبوں کے سپرد کرنے کی تجویز، اونچی تنخواہوں میں تخفیف، صوبہ کی صنعتی ترقی کے مسائل، ان تمام امور پر وقتاً فوقتاً بڑے سلجھے ہوئے انداز میں اظہار خیال کیا ہے لیکن جن مسائل کو آپ نے بڑے زور و شور کے ساتھ پیش کیا وہ محاصل، خصوصاً لگان کی تخفیف اور مسلمانوں کی تعلیمی پستی اور مسلم مدارس کے ساتھ ناانصافی کے مسائل تھے۔

علاوہ ازیں علامہ اقبالؒ نے بعض بہت ہی مفید اور اپنے نتائج کے لحاظ سے دور رس تجاویز پیش کیں۔ آپ ہی برطانوی ہندوستان کے پہلے باشندے ہیں جنہوں نے ملک کی مقننہ میں انکم ٹیکس کے اصول پر مالیہ (Land Revenue) کی تشخیص کی وکالت کی۔ حکمران طبقہ نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ زمین کی ملکیت مملکت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اس لئے لگان کی تشخیص انکم ٹیکس کے اصول پر نہیں ہو سکتی۔ پاکستان میں اس کا رواج ۱۹۷۷ء سے ہوا۔ علامہ یہی تجویز نصف صدی پہلے پیش کر چکے تھے۔

میں ان نکات کا اس لئے ذکر کر رہا ہوں کہ علامہ اقبالؒ کا اس اسمبلی کے ساتھ جو واسطہ ہے وہ یہی تھا کہ انہوں نے ان قوانین کے سلسلہ میں تقاریر کیں اور اپنے نقطہ نظر کو کامیابی سے پیش کیا۔ علامہ یہی تجویز نصف صدی پہلے پیش کر چکے تھے جس کا عمل ۱۹۷۷ء میں ہوا۔

اس طرح آپ نے فوتگی محصول (Death Duty) عائد کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ اس تجویز کا مقصد یہ تھا کہ بیس (۲۰) ہزار روپیہ سے زائد مالیت کی جائیداد اگر کوئی شخص ورثے میں حاصل کرے، تو اس پر یہ محصول لگایا جائے۔ اس کے پس منظر میں دراصل غریبوں سے ہمدردی کا جذبہ کام کر رہا تھا۔ پھر جس زمانے میں آپ نے یہ تجویز پیش کی تھی اس وقت اس قسم کی محاصل اندازی کا کوئی شخص تصور ہی نہیں کر سکتا تھا۔ اس سے واضح ہوتا ہے آپ کے خیالات کس قدر ترقی پسندانہ تھے۔

پنجاب کونسل میں علامہ اقبالؒ کی ایک تجویز یہ بھی تھی کہ محصول آمدنی کو صوبوں کے سپرد کر دیا جائے اور مرکز ہر صوبے سے اپنا حصہ رسدی وصول کرے۔ چونکہ مرکزی حکومت فوج اور انتظامی محکموں پر زیادہ رقومات خرچ کرتی ہے اور قومی تعمیر پر اس کے بہت کم اخراجات ہوا کرتے ہیں کیونکہ قومی تعمیر کے بیشتر محکمے صوبوں کے سپرد ہوتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ کی تجویز منظور ہو جانے سے بحیثیت مجموعی ملک کے عام باشندوں کی فلاح و بہبود میں مدد ملتی۔

علاوہ ازیں ہندوستان کا دستوری ارتقاء (Constitutional Evolution) جن خطوط پر ہو رہا تھا۔ اس سے یہ حقیقت ظاہر ہو چکی تھی کہ ایک نہ ایک دن صوبوں کو حکومت خود اختیاری دے دی جائے گی۔ علامہ کی دوربین نگاہ نے اس صورتحال کو بھانپ لیا تھا۔ محصول آمدنی کو صوبوں کا حصہ قرار دے دیا جاتا تو حکومت خود اختیاری کے بعد ملک کے سب سے بڑے ذریعہ آمدنی پر غیر ملکی حکومت کا کوئی اختیار باقی نہ رہتا اور تعمیر و ترقی کے منصوبوں میں اضافے ہو جانے سے عوام کا معیار زندگی بلند ہو جاتا جسکے نتیجے میں آزادی کی تحریک کو تقویت حاصل ہو جاتی۔

تو میں نے محسوس کیا کہ پنجاب اسمبلی نے بہت سے مقرر، بہت سے پارلیمنٹیرین اور بہت سے قابل فخر لوگ پیدا کئے ہیں۔ لیکن میں نے یہ ضرور سمجھا کہ میں اس کا ذکر کروں جس کو ہماری زبان میں کبھی کبھی کہا جاتا ہے۔ "ایک ہی راج ہو لکھاں دا مت"

پچاس برس کے بعد بھی یہ مسائل وقت کے تقاضوں کے مطابق کسی نہ کسی شکل و صورت میں موجود ہیں۔ سیاست تو آج کل ایک پیشہ بن چکا ہے لیکن انسان دوستی ایک ایسا جذبہ ہے جو کہ انسان کی سرشت میں رواں دواں ہوتا ہے۔ اقتدار آنی جانی چیز ہے اور صرف عوام غیر فانی ہوتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہمیں سیاسی حکمت عملی کے ساتھ ساتھ حکیم الامت کے افکار کی روشنی میں حالات حاضرہ کا تجزیہ کر کے ملک و ملت کے مسائل حل کرنے چاہئیں۔

آج کی اس تقریب کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے ایک برادر صوبہ سندھ میں بھی ۱۹۳۷ء میں صوبائی اسمبلی قائم ہوئی جس کا پہلا اجلاس موجودہ ہائی کورٹ کراچی کی عمارت کے جنوبی حصے میں ۲۷ اپریل ۱۹۳۷ء کو منعقد ہوا تھا۔ سندھ اسمبلی کی عمارت کا ۴ مارچ ۱۹۴۲ء کو افتتاح ہوا اور یہاں پہلا اجلاس ۱۳ اپریل ۱۹۴۲ء کو منعقد ہوا۔ سندھ اسمبلی نے صوبہ سندھ کے مسائل کے حل کے سلسلے میں اور عوام کے مفاد کے لئے بہت سے قانون پاس کئے۔ لیکن قانون سازی کے سب ہی معاملات کے مقابلے میں تاریخی اہمیت کی حامل وہ قرارداد ہے جو ۳ مارچ ۱۹۴۳ء میں منظور کی گئی جس کے ذریعے برطانوی ہندوستان میں ایک مسلم مملکت کے قیام کے مطالبہ کا اعادہ کیا گیا تھا اور ۱۹۴۷ء کی ابتداء میں اس ایوان نے برطانوی ہندوستان کی تمام صوبائی اسمبلیوں کے مقابلے میں پہل کرتے ہوئے پاکستان سے صوبہ سندھ کے الحاق کی منظوری دی تھی۔ اور میں یہ عرض کروں کہ یہ سرزمین سندھ جس کی مٹی سے قائداعظم محمد علی جناحؒ جو قائداعظم ہیں، ابھرے اور اب بھی اسی مٹی سے وہ ابھرے جو تجدید جمہوریت کر رہے ہیں اور قائد جمہوریت ہیں۔

میں شکر گزار ہوں کہ آج کی اہم تقریبات میں مجھے شرکت کی دعوت دی گئی اور میرے افکار پریشاں کو پذیرائی بخشی گئی۔ میں اہل پنجاب کی اس زندہ دلی کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں یہ باہمی الفت اور اخوت کے تعلقات آئے دن زندگی کے مختلف شعبوں میں مزید بڑھیں گے۔ انشاءاللہ !

پاکستان پائندہ باد !

دعوت خطاب

صوبائی اسمبلی سندھ کی یہ انفرادیت ہے کہ اس نے سب سے پہلے مسلمانان برصغیر کے لئے الگ وطن کا مطالبہ کیا۔ اس اسمبلی کی یہی سوچ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان کی صورت اختیار کر گئی۔

اس اسمبلی کے موجودہ سپیکر ہمارے مہمان مکرم ہیں۔ ایک ممتاز قانون دان اور بہترین پارلیمینٹیرین ہیں۔ ان سے درخواست ہے کہ تشریف لائیں اور آپ سے خطاب کریں۔ جناب سید مظفر حسین شاہ۔

سپیکر

سید مظفر حسین شاہ

Assemblies and Legislators

SYED MUZAFFAR HUSSAIN SHAH
SPEAKER, PROVINCIAL ASSEMBLY OF SIND

Bismillah Al-Rehman Al-Rahim بسم اللہ الرحمن الرحیم

Mr. Muhammad Khan Junejo, the Prime Minister of the Islamic Republic of Pakistan, Makhdoom Muhammad Sajjad Hussain Qureshi, the Governor of the Punjab, the Hon'ble Speaker of the Punjab Provincial Assembly, the Governors of the Provinces, the Chairman of the Senate, the Speaker of the National Assembly of Pakistan, Members of the Parliament, distinguished Ladies and Gentlemen, *Assalamoalaikum.* السلام علیکم

First of all, I would like to congratulate you for the honour that you have conferred on us today by asking us to participate in the 50th anniversary of the Golden Jubilee Celebrations of the Punjab Assembly. The great city of Lahore, as we all know, has have the record of establishing many 'firsts' in Pakistan. This was a city where the momentous Pakistan Resolution of the Pakistan Muslim League was tabled, this hosted the Islamic Summit and today, I would say without any fear of contradiction, that in the political history of Pakistan since 1947 this is the most representative gathering anywhere in Pakistan that you today see in the city of Lahore. Sir, I would say that you should be proud that today you pres-

ide over such a representative ceremony because the Province of the Punjab and its Assembly is the largest in the Federation of the Islamic Republic of Pakistan and today you do us the honour, as the largest unit of the Federation of Pakistan, by having invited people from the Provinces of Sind, Baluchistan and N.W.F.P. and Members of Parliament. I am sure that when future historians will record the proceedings of this session, they will be able to say that this session and this gathering was able to effectively contribute to democracy, the constitutionalism and to the rule of law in Pakistan.

Sir, you had asked me to speak on the importance of the Assemblies in Pakistan, the role of Assemblies and the importance of the Parliamentarians. You, Sir, are very well aware of the fact that anywhere in the world whether it is the Western democracy or it is democracy which has prevailed in the developing states of Africa, Asia and Latin America, there is a trichotomy of institutional power and that trichotomy is the legislature, the executive branch of the government and the judiciary. I think it would be necessary to evaluate and understand the importance of the legislatures that even the executive branch of the government cannot function without a law first being enacted by the legislature. Therefore, the concept of democracy is that the mother-body in a democratic set up is basically the legislature. If you look at the founding fathers of Pakistan and the initial leaders of Pakistan Movement in the 1947 period and the constitutional history of Pakistan, you will find that the Constitutions of 1956 and 1973 both say that in the Federation as well as in the provinces, the Federal and the Provincial Governments shall have authority only to the extent to which the Assemblies have the power to make laws. So executive authority is subject to the jurisdiction of Parliament and the Provincial Assemblies to enact laws. This is the basic criteria and the foundation of a democratic order, what we in law, as the citizens of free democratic state, call the foundations of democracy.

Sir, it is not that of recent times we are talking about legislatures. If we retrace the history of democratic process, you will find that since representative government first evolved at the end of the 18th century right up to the Second World War, the large nations of Africa, Asia and Latin America emerged as free nations in the world. They had gained liberty and freedom from imperialism and colonialism but they had not been able to fulfil the aspirations of their people till such time as they were able to establish, within their internal polities, a set-up which represented the will of those people. Therefore, parliaments anywhere in the world, be it the United Kingdom, the United States or be it Pakistan, one thing is in common i.e., they represent the will and the mandate of the people that they represent.

Sir, I may tell you one thing that today in discussing the role of parliament and parliamentarians it would be necessary to mention, and I think it is relevant to today's gathering, we will not find gatherings like this very often, that the role of parliament has undergone a radical change. When the Quaid-e-Azam appeared before the Legislative Councils and Legislative Assemblies of British India, it was a different role. The Movement that led to the creation of Pakistan was a democratic movement. Pakistan was given birth through democracy. Therefore, I personally feel that the future of Pakistan, that aspirations and the wishes of the Mussalmans of British India can be fulfilled only if there is a democratic set up in Pakistan, because who had been born through democracy can only survive through democracy. There is no other system. You know very well that the leaders of this great country, the founder of this country was a great constitutionalist of this century. The Quaid-e-Azam led the aspirations of the Mussalmans of British India in a Movement that the contemporary historians call the largest and the best motivated democratic movement of the 20th century, a movement without agitation, constitutional movement, a commitment to the rule of law. In fact when Pakistan came into being, the aspiration of the Mussalmans of British India was that they wanted a homeland where they could individually and collectively lead their lives in accordance with the dictates of the Quran and the *Sunnah*. Because at various stages in the constitutional history of Pakistan this process was disturbed, this aspiration could not be fulfilled.

Sir, I was saying that the role of contemporary parliamentarians and old parliaments has radically changed because in contemporary societies the problems that have arisen, job opportunities, equalities, justice in the socio-economic fields demand greater pressures in parliaments. Those who became members of the parliament in the 30s could not survive in the parliament of today. You must apply your mind, you must be able to labour, you must be conversant with the fundamental law of the land, the Constitution, the Rules of Procedures. You must know how to formulate a motion for adjournment, a motion for breach of privilege, how to be able to initiate private bills, how to be able to suggest amendments. These are the functions of competent legislators.

I can tell you, Sir, that it is very important that in a democratic set up the legislature must have credibility. Like a government must have a credibility, the legislatures of anywhere in the world must inspire confidence. They must have credibility and credibility can only come if you are able to fulfil the aspirations of the people that you represent. This is a *sine-qua-non*. Therefore, in a changing society, in a society of issues, of problems, the role of contemporary parliaments has changed from the traditional parliament of 19th Century and the earlier 20th Century. In this transformation whether the Parliament and the Provincial Assemblies can deliver the goods, will depend upon the quality of legislators and parliamentarians that go to the houses. This is a challenge that parliamentarians face today in Pakistan.

Sir, at the outset before I go any further, I would congratulate the Prime Minister, the Chairman of the Senate, the Speaker of the National Assembly and the Speakers of the Provincial Assemblies, that in the aftermath of 1985 Elections of this country, the Parliament and the Provincial Assemblies in Pakistan have played a pivotal role in revitalising democracy in this country. They, on the basis of a popular mandate in all the four provinces of Pakistan, and the Punjab being the foremost among them, they got the mandate and the transitional period from a period of Martial Law to a period of representative government, the lifting of Martial Law, the lifting of the Emergency, Fundamental Rights became justiceable in Pakistan after 25 years and in this the process has given its figure and form of law making. That is what I say that the quality of a legislature will depend upon the quality of laws that you are able to make, for the people will judge you and the historians will judge you by your time period, what was the law that was enacted in the National Assembly of Pakistan during a certain time period. Those people shall say that what was the contribution of the Punjab Assembly of 1985–1990. Your contribution will be judged by the quality of laws that you are able to make for your own people. So, therefore, the parliamentarians and parliaments, the legislators and assemblies are linked together.

It would not be out of place to mention here that parliaments and parliamentarians do not exist in isolation. They are institutions of a large embryonic society, the society that is outside the environment, the political parties. I would say that the present system in Pakistan for the first time in this country's history, history of only 50s, has been able to evolve an order which is committed to the preservation of rule of law, which I think is a great contribution. It is for you and for us together to build up the traditions of parliaments and the assemblies today and the future historians will look back and say, whether democracy in Pakistan was successful or not successful. I would say that this is the time period which is most essential time period, the transitional phase in Pakistan.

I would also like to say that in this great city of Lahore when we are deliberating upon things that concern democracy and upon constitutionalism and the role of the judiciary, it would be necessary for us, the Speakers of the Provincial Assemblies under the leadership of the Speaker of the National Assembly of Pakistan, to reactivate the Committee system in the Parliament. May I, Sir, with your permission, say that the Provincial Assembly of the Punjab is the largest Assembly in Pakistan in numerical terms and it is not possible, with a membership of 260 to examine any issue in depth. If you want to apply your mind in terms of application, you must do it minutely. You must apply your mind. You must have the time on the application. Therefore, I would place before you, Sir, and through you, for the consideration of the Hon'ble Prime Minister and the Speaker of the National Assembly and the Chairman of the Senate that we must devise ways and means to reactivate the Committee systems in the Parliament and the Provincial Assemblies. Because if we want to be in a position to fulfil those aspirations we must give priority to law-making and the quality of law-making.

Let me tell you that when you fall back on history and look back on the contributions of the House of Commons from the Industrial Revolution to the Reconnaissance and to contemporary times, you will find that there has been a great deal of change in the responsibilities of the House of Commons and the National Assembly in France, the House of Representatives and the Senate in the United States of America. They have undergone a change, a change depending upon the circumstances. In times of war and in peace, they have delivered themselves to the aspirations of the people that they represent. You and us together represent the mandate and the will of the people of Pakistan and it is our duty to come up to the aspirations of the people.

This country was found after greatest sacrifices in contemporary times, so that the Mussalmans of British India get freedom in this country and the objective was that justice would be done between man and man and justice would be done between man and the State. It is yours and our duty to give effect to the commitment that Quaid-e-Azam gave to the Mussalmans of British India. When we talk about the law of the *Shariah* and about the concept of Islamic polity, the essence of that is that justice must be done and justice means social, economic and political justice. I think the Parliament and the Provincial Assemblies in this country today are able to enact laws whereby you are able to do justice to the people of Pakistan and to the federating units and you would really achieve the promise of Quaid-e-Azam. What was the promise of Quaid-e-Azam? He promised a homeland to the Mussalmans of British India. The Quaid-e-Azam promised that he would create a separate homeland, a free nation where justice and fairplay would prevail, where exploitation will be brought to an end, where all citizens would be equal, where democracy and the rule of law should prevail in the land and that would be called a Mamlakat-e-Khudadad-e-Pakistan. مملکت خداداد پاکستان

Therefore, Sir, in availing of this great opportunity, may I respectfully submit that contemporary legislators would be judged by their performances, by future historians. I do not take Pakistan as a classic case. I have taken Pakistan because we who sit today in this august House represent the Federation of the Islamic Republic of Pakistan. Therefore, Sir, I would in the end only say that this great and momentous gathering should reiterate the commitment which the Quaid-e-Azam had made to the Mussalmans of British India that this would be a freeland, a land where the law of the Quran and the *Sunnah* would prevail, where justice would be done between man and man and the man and the State. The

system based on justice is the best system in the world and Islam's predominant theme is justice. You take the concept of Islam, e.g. by Amir Ali, or any other progressive writer, you will always find that the theme had been 'justice'.

I must pay tributes to the legislators that the efforts they have made, the pains they have taken through the Parliament and the Provincial Assemblies, is a step which I am sure, will go a long way in providing justice and ceasing exploitation amongst the people of Pakistan, under the leadership of the Prime Minister of Pakistan. I must pay a tribute here to the Prime Minister because it is under his stewardship during the last three years that the process of transition and the consolidation of democratic process has been possible in this country. The transitional period, Sir, is always very difficult one. It is always easier to go backward but it is always quite difficult to go forward. The Prime Minister and the Chief Ministers and above all the legislators, Parliament and the Provincial Assemblies have strengthened the hands of democratic process in Pakistan.

Sir, in the end I would conclude by saying that I am certain that this momentous gathering at Lahore will go a long way in contributing to the concepts of constitutionalism, democracy and the rule of law.

May I take this opportunity again to thank you Sir, to thank the Chief Minister of the Punjab, the Governor of the Punjab and above all the Hon'ble Speaker and the Members of the Provincial Assembly of the Punjab for the honour you have done us. We are also grateful because we have always looked to the largest province in this country, you have been the pioneer in movements, you represent the heart-land of Pakistan and, therefore, I think one needs to find the reflections of the commitment and the zest that one found in the 40s during the course of Pakistan Movement and if you and us had been able to do that, we will be able to do our duty to our people. I thank you very much, Sir.

معزز مہمان گیلری میں تشریف فرما ہیں۔

دعوت خطاب

معزز خواتین و حضرات! اس ایوان کے وزیر قانون و پارلیمانی امور چودھری عبدالغفور صاحب بہاولنگر بار ایسوسی ایشن کے صدر اور سیکرٹری رہے ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں ضلع کونسل بہاولنگر کے چیئرمین چنے گئے۔ ۱۹۸۵ء میں پنجاب اسمبلی اور قومی اسمبلی دونوں کے رکن منتخب ہوئے۔ لیکن آپ نے پنجاب کی خدمت کو ترجیح دی۔ تشریف لائیں اور اظہار خیال فرمائیں۔ چودھری عبدالغفور صاحب!

سپیکر

چودھری عبدالغفور

اسمبلیوں کی اہمیت اور ارکان اسمبلی کے فرائض

چودھری عبدالغفور

وزیر قانون و پارلیمانی امور پنجاب

بسم اللہ الرحمان الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

واجب الاحترام عزت مآب وزیر اعظم پاکستان جناب محمد خان جونیجو، جناب مخدوم سجاد حسین قریشی گورنر پنجاب، سپیکر پنجاب اسمبلی میاں منظور احمد وٹو، چیف منسٹر پنجاب لیڈر آف دی ہاؤس، محترم مہمانان گرامی، ممبران اسمبلی، معزز خواتین و حضرات!

میں سمجھتا ہوں کہ کل اور آج، میرے آنے سے قبل، اسمبلی، قانون اور پارلیمانی امور اور متعلقہ معاملات پر جن جید اور فاضل مقررین نے اپنے ملک کے اندر سے اور باہر سے آئے ہوئے مہمانوں نے جس فصاحت اور بلاغت کے ساتھ اس موضوع کے ساتھ انصاف کیا ہے، میرے پاس نہ تو تفصیل میں جانے کے لئے وقت ہے اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ میرے پاس وہ الفاظ ہیں۔ میں صرف اس پروقار تقریب کے ان تاریخ ساز لمحات میں اپنے ان

مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے چند باتیں پیش کروں گا۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت Repetition مناسب نہیں ہے' لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ آج جس عظیم الشان تاریخی اجلاس سے خطاب کرنے کے لئے مجھے موقع دیا گیا ہے میرے لئے یہ لمحات انتہائی فخر و انبساط کے ہیں۔ میری عزت افزائی ہے۔ میں جناب سپیکر آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع عنایت فرمایا۔ چند باتیں اس اسمبلی کے معرض وجود میں آنے کے بعد کی میں عرض کروں گا۔ جیسا کہ جناب وزیر اعظم آپ جانتے ہیں کہ غیر جماعتی ہاؤس الیکٹ ہو کر جس وقت آیا' حکومتیں بنیں اور مجھے جناب وزیر اعظم یہ فخر بھی حاصل ہے کہ میں پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں شمولیت سے قبل نیشنل اسمبلی کے اجلاس میں شمولیت کے لئے گیا اور جس میٹنگ میں آپ کو وزیر اعظم چنا گیا اس میٹنگ میں میں بھی ایک ووٹر کی حیثیت سے موجود تھا۔ مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ میں اس میٹنگ میں بھی شامل تھا ....

دوسری بات کہ غیر جماعتی ہاؤس کو تقریباً ایک سال یا اس سے زائد عرصہ تک چلانا یہ میرے لیڈر جناب میاں نواز شریف کی طرف سے میرے سپرد ہوا اور واقعی یہ ایک عجیب تجربہ تھا کہ پارٹی ڈسپلن موجود نہیں' پارٹی Mandate موجود نہیں' کوئی ضابطہ موجود نہیں' پورا ہاؤس کس وقت اپوزیشن بنا ہوا ہے اور حکومت کی طرف سے میں اکیلا اس کو Face کر رہا ہوں۔ چنانچہ ایک سال کا یہ عرصہ اور جہاں تک ہمارے سارے ساتھیوں کی بات ہے بشمول میرے' مجھے گو گذشتہ چار سال وزارت میں رہنے کا تجربہ اور وزیر قانون ہونے کا تجربہ ضرور تھا اور پنجاب کونسل کو Face کرنے کا تجربہ ضرور تھا لیکن اس Elected forum کو Face کرنے کا میرے لئے یہ پہلا موقع تھا چنانچہ مخدوم زادہ سید حسن محمود (مرحوم) جیسے اعلیٰ پایہ کے پارلیمنٹیرین کو Face کرنا اور ان کی نت نئی سوچ کو ہاؤس میں بیٹھ کر Face کرنا' لیکن میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ میں اپنے قائد ایوان جناب میاں نواز شریف کے اعتماد پر پورا اترا اور اخبار اس بات کے شاہد ہیں کہ ہم نے ایک سال کے زائد عرصہ سے جو غیر جماعتی اسمبلی چلائی وہ انتہائی کامیاب تجربہ تھا۔

آج ہم اس تفصیل میں نہیں جائیں گے کہ جمہوری اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے' مقننہ' عدلیہ اور انتظامیہ کے کیا کیا فرائض ہیں۔ اس پر بہت سی باتیں ہو چکی ہیں میں مزید اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ جناب والا" آج ہم ان عظیم ہستیوں کو یاد کرنے کے لئے" اور آج ایسی تقریبات منائی کیوں جاتی ہیں میں صرف یہ چند الفاظ کہوں گا اس کا مقصد جو ہے اس پر کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے لیکن میں صرف یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ ہمارے پاس جو سابقہ ماضی کی روشنی کے مینار ہوتے ہیں ان سے سبق حاصل کر کے ان درخشندہ روایات کے آئینے میں اپنے آئندہ سفر کی راہیں تلاش کرنا اور آج اس عظیم الشان اجلاس میں پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی کے موقع پر ہم جو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں تو آیئے ہم خراج عقیدت پیش کریں اپنے ان عظیم رہنماؤں کو' اپنے ان عظیم پارلیمنٹیرین کو جن کی کارکردگی آج بھی ہاؤس میں زندہ ہے۔ ان کی آواز رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آج ہم شکر ادا کریں باری تعالیٰ کا جس نے ہمیں ایک عظیم جمہوری ملک عطا فرمایا۔ ہم خراج عقیدت پیش کریں اپنے ان عظیم دانا ساتھیوں کو' ان بزرگوں کو جن کی دعاؤں سے ہمیں اس راستے کی روشنی میسر آئی۔ ہم یاد کریں ان عظیم سیاسی رہنماؤں کو جن کی انتھک کوششوں سے جن کی بے پناہ مدبرانہ صلاحیتوں کی بدولت ہم نے یہ خطہ زمین حاصل کیا اور ہم اپنی آنکھیں نم کریں ان لاکھوں اور ہزاروں شہیدوں کی یاد میں جنہوں نے اپنی انمول جانوں کی قربانی دے کر ہمارے لئے ہی نہیں بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے آزادی حاصل کی۔ ہم خراج عقیدت پیش کریں اور سلام کریں ان عظیم ماؤں کو' ان بہنوں کو" ان بیٹیوں کو جنہوں نے اپنی عزتیں' اپنی جانوں کی قربانی دے کر آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے اپنی کروڑوں ماؤں' بہنوں کی عزتیں محفوظ کیں۔

جناب وزیر اعظم" آپ کی مخلصانہ کوششوں سے ہم آزادی اور جمہوریت کے جس راستے پر چل نکلے ہیں مجھے امید ہے کہ آپ میں وہ صلاحیتیں موجود ہیں۔ آپ نے جس جان فشانی سے' جس خلوص نیت سے' جن مشکل حالات میں سے نکل کر آپ اس کشتی کے کھیون ہار بن کر اس کو کنارے کی طرف لے جا رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ وہ دن آئے گا کہ ہم اپنے عوام کی ان امنگوں پر پورے اتریں اور ہم اس قابل ہو سکیں کہ ہم اپنے عوام' اپنے ملک اور اسلام کی خدمت کر سکیں۔

جناب والا ! چند باتیں آپ کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہیں کہ بے شک قومی اسمبلی بھی اپنے اپنے عوام کو Represent کرتی ہیں لیکن صوبائی اسمبلیوں کے نزدیک عوام کے اور زیادہ نزدیک ہوتے ہوئے چند ایسے Sensitive اور ایسے معاملات ہوتے ہیں جن کے لئے پورا ہاؤس قرارداد کی شکل میں قراردادیں پیش کرتا ہے۔ ہم ان کی نقول جو ہیں وہ فیڈرل گورنمنٹ کو آپ کے پاس" آپ کے وزراء کرام کے پاس بھجواتے ہیں اور میری یہ تجویز ہے کہ یہ جو ۲۴۰ افراد اتنے بڑے ہاؤس سے عوام کی نمائندگی کرتے ہوئے اگر کوئی قرارداد بھجواتے ہیں تو کم از کم اس کو آپ کی نظر سے ضرور گزرنا چاہئے ...... ہمیں اس بات کا احساس رہتا ہے کہ یہ ہاؤس جو قراردادیں پیش کرتا ہے ان کا کبھی جواب تک موصول نہیں ہوا۔ کم از کم اس معاملے کو جو یہ ہاؤس قرارداد کی شکل میں آپ کے پاس بھجوائے اس کو کیبنٹ میں ڈسکس کیا جائے۔ اس کی افادیت کو اس کی اہمیت کے پیش نظر کہ اس ملک کے ایک بڑے صوبے نے متفقہ قراردادیں بھجوائی ہیں ان پر کوئی عملدر آمد ہو اور ان کا ہمیں علم ہو سکے کہ ان پر کیا کارروائی ہوئی ہے۔

جناب والا میں بہت زیادہ ٹائم لینا نہیں چاہتا لیکن ایک بات" ویسے تو غیر جماعتی انتخاب کے خلاف بہت سی باتیں کہی گئی ہیں اور کہی بھی جا سکتی ہیں لیکن ایک بات جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس سے قبل بھی انتخابات پارٹی بنیاد پر ہوئے۔ پارٹی Mandate کی بنیاد پر کئی طالع آزما' کئی شعبدہ باز جھوٹے نعروں کی بنیاد پر الیکشن میں کامیاب ہو کر آئے لیکن کبھی انہوں نے اپنی ذمہ داری اس قدر نہیں نبھائی اپنے الیکٹریٹ اپنے ووٹران کے ساتھ ان کا تعلق وہ پیدا نہیں ہو سکا جو موجودہ اسمبلی کے ممبران کا اپنے ووٹران سے پیدا ہو چکا ہے .....

اور میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ ہمارے اپنے ممبران اپنے حلقے میں سے ہر شخص کو ذاتی طور پر جانتے ہیں۔ ان کی تکالیف کو رفع کرنے کے لئے اور ان کے حل کے لئے ذاتی کوششیں کرتے ہیں۔ اس غیر جماعتی انتخابات کے بعد آئندہ جو بھی جماعتی انتخاب ہو گا۔ ایک بات وثوق سے کی جا سکتی ہے کہ اب آئندہ کوئی طالع آزما اور کوئی ایسا شخص جس کا ذاتی کردار اس قابل نہ ہو اسمبلی کے لئے منتخب ہو کر نہیں آ سکے گا حتیٰ کہ عوام اور اس حلقہ کے ووٹران اس کے ذاتی کردار کو نہ جانتے ہوں اور اس کے ذاتی تشخص کو اپنی نظروں سے چھان بین کر کے نہ بھیجیں۔ چنانچہ یہ ایسا تعلق پیدا ہو گیا ہے کہ آئندہ کوئی ایسا شعبدہ باز اور کوئی ایسا طالع آزما جھوٹے نعروں کی بنیاد پر الیکشن لڑ کر ہاؤس میں نہیں آ سکتا۔ میں سمجھتا ہوں اس میں ایک اچھائی ضرور پیدا ہوئی ہے۔ میں مزید تفصیل میں نہیں جانا چاہتا ہوں کہ موجودہ حکومت آپ کی رہنمائی اور

آپ کی سرکردگی میں نہ صرف جمہوریت کے لئے بلکہ عدلیہ کی آزادی کے لئے ملک کی ترقی کے لئے اور دیہاتی علاقوں کی ترقی کے لئے جو کچھ کر رہی ہے اسے بتانے کی ضرورت نہیں ہے' ہم آپ کی صلاحیتوں اور مدبرانہ پالیسیوں کو سلام عقیدت پیش کرتے ہیں۔

جناب والا ! ایک بات اور' جہاں یہ بات کی گئی کہ پنجاب نے بہت سے کاموں میں پہل کی "ایک بات جس کا کریڈٹ مزید پاکستان کو جاتا ہے اور وہ ریکارڈ پر ہے کہ جب موجودہ الیکشن ہوئے' ہمارا پہلا اجلاس بلایا گیا تو پنجاب اسمبلی وہ اسمبلی تھی جس نے اپنے قائد ایوان میاں نواز شریف صاحب کی سرکردگی میں مارشل لاء کو فوری طور پر اٹھانے کی قرارداد پنجاب اسمبلی میں سب سے پہلے پیش کی اور متفقہ طور پر اس کو پاس کیا۔ یہ قرارداد اپوزیشن نے پیش نہیں کی بلکہ حکومتی بنچوں نے اور حکومت کی طرف سے اس کے لاء منسٹر نے یہ قرارداد پیش کی جس کو متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔ مجھے احساس ہے کہ وقت بہت کم ہے میں ان الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور میں سلام کرتا ہوں۔ پاکستان پائندہ باد!

The Virus of Democracy

I was told very ni ce the saying that when Punjab catches cold the whole of Pakistan sneezes. We are of course celebrating a very important virus, namely the virus of democracy and it is being done in no less a state than Punjab.. — I hope that all the states of your country follow suit and sneeze at the same time so that the country as a whole benefits from your own goodselves and from also the fact that we have been sitting together Parliamentarians of different countries, of different creeds, of different ages and generations, sharing one common thought and that thought is to maintain our system and make it better in the future.

Aujay Chitradhari Dhabey
SPEAKER, MAURITIUS LEGISLATIVE ASSEMBLY

دعوت خطاب

صوبہ سرحد سے ہمارے مہمان معظم جناب ایوب تنولی صاحب ہمارے درمیان موجود ہیں۔ آپ کا تعلق ایبٹ آباد سے ہے۔ سرحد اسمبلی کے ایوان کے اندر اور باہر بہترین کارکردگی کی بناء پر ابھی ابھی آپ کو سرحد کابینہ میں شامل کر لیا گیا ہے۔ ہم انہیں مبارکباد بھی پیش کرتے ہیں اور دعوت کلام بھی۔

سپیکر

جناب محمد ایوب خان تنولی

Assemblies and Legislators

MUHAMMAD AYUB KHAN TANOLI
MEMBER, PROVINCIAL ASSEMBLY OF N.W.F.P.

Mr. Speaker Sir, I am most grateful for invitation to participate in the special meeting of your august House.

The topic for discussion is "Assembly and Legislators." In fact, we are in the habit of taking a number of things for granted and, therefore, although being Members of an Assembly and also Legislators ourselves, most probably your honour would like us to be more conscious about our duties to know what is an Assembly and what are our duties as Legislators. I would like to thank you for this awakening.

According to Fifth Edition of Black's Law Dictionary which is the latest available Edition of 1979, the first one being in 1891, "Assembly" means the concourse on meeting together of a considerable number of persons at the same place. Political Assemblies are those required by the Constitution and Law. The lower or more numerous branch of legislature in many of the States is also called the Assembly or "House of Assembly". Popular Assemblies are those where the people meet to deliberate upon their rights which are guaranteed by the Constitution.

According to Webster's New International Dictionary, Assembly is a company of persons collected in one place, usually for some common purposes, specially for deliberation and legislation.

Oxford English Dictionary, Edition 1978, defines Assembly as a gathering of persons for the purposes of deliberations and decisions. It is a deliberative body or a legislative council. But in Pakistan the definition of an Assembly is to be taken according to the provisions of the Constitution which can be gathered from the Preamble, I quote:

> "Whereas sovereignty over the entire Universe belongs to Almighty Allah alone, and the Authority to be exercised by the people of Pakistan within the limits prescribed by Him is a sacred trust;
>
> And whereas it is the will of the people of Pakistan to establish an order;
>
> Wherein the State shall exercise its powers and authority through the chosen representatives of the people;
>
> Wherein the principles of democracy, freedom, equality, tolerance and social justice, as enunciated by Islam, shall be fully observed, and *inter alia;*
>
> Wherein the independence of the judiciary shall be fully secured."

Sir, I have purposely briefed it, because I am sure all of you know about it, but my purpose of this quotation is that we do gather using the Assembly as a collective forum for deliberations, decisions and legislation within the restrictions which we have ourselves imposed on us being Muslims. So our interpretation of the Assembly is not as much free in respect of deliberations, decisions and legislation as of any Western or American Assemblies.

The 'Legislator' is a person who legislates law. Every Member of the Assembly by virtue of his office is a Legislator. But what is law?

There are a number of western definitions of law, but in Pakistan the definitions approved by the Supreme Court of Pakistan in the case of Miss Asma Jilani Vs. Government of Punjab, PLD 1972, Supreme Court 139 and Government of West Pakistan Vs. Begum Agha Abdul Karim Shorish Kashmiri, PLD 1969, Supreme Court 14 are in vogue.

I would like to have a very brief references from the aforesaid decisions. C. K. Allen in his book 'Law in the Making' mentioned two type of laws:

(a) law which is imposed by a sovereign will;

(b) law which develops within the society of its own vitality.

Salmond described 'Law' as body of principles recognized and applied by the State in the administration of justice as the rules recognized and acted upon by the Courts of Justice.

The word 'Law' is not confined only to statute law (which the legislator is to legislate) alone, but is used in generic sense and includes even judicial principles laid down by the superior courts from time to time.

Pakistan is an Islamic State, we should, therefore, turn more appropriately to Islamic Jurisprudence for the definition of law. According to *Sharia,* the sources of law are the Holy Quran, *Hadith, Qiyas* (Analogy) and *Ijmaa.*

I am of the opinion that the last definition of law is applicable in Pakistan and the legislator is one who legislates according to these principles recognized by the Supreme Court at the time when objective resolution was only a preamble and by now it is part of the Constitution under Article 2–A of which we are obviously proud.

In my opinion a good Legislator should have the qualities which I have summarised in one word "APOCTER":

(1) A Legislator should be an analyser. He should analyse the situation obtaining in his constituency in general and the Province in particular and see whether his help is needed by the electorate or the Province. Unless he has the habit of analysing the situation, he will never come to know whether the existing laws are sufficient to cater for the needs of the electorate or the Province or whether there are any shortcomings in the existing laws which are obstacles in the way of justice and the same are to be corrected or remedied.

(2) A Legislator should be a Planner. Unless he has the habit of planning things and adopt a scientific methodology of doing things, he will not be capable of doing anything. Planning assists one in fixing priorities in the order of importance and helps him in moving from the easier towards the difficult one. This is a process of training. On trial basis one should choose something easier and after knowing his capabilities, potentialities and the power to convince his colleagues, he may move forward to the other steps.

(3) He should be a very good organizer. We use a word 'lobbying' which is a common word for positive and negative thinking. I have

purposely avoided it. I wish that the legislator should have the capabilities to use the thinking forum for homogeneity of thinking.

(4) He may work as a Coordinator and after persuasion organize his colleagues to help him.

(5) He should have the qualities of a good Teacher, so that he may deeply instil his ideas in the minds of his colleagues to persuade them to think about it. He should know the art of defusing his own ideas in a manner to enlist cooperation as a coordinator and may not consider himself a dictator or superimpose his ideas on his colleagues.

(6) He should be an Evaluater to evaluate his own analysis, planning, organization, coordination and persuasion before he may attempt to put up a Private Member's Bill for legislation or make up his mind to support a Government legislation after assessing its beneficial impact.

(7) The Legislator should be a Reformer. He should always think in positive terms and should easily accept constructive suggestions and join hands with those who are engaged in developing healthy traditions.

Mr. Speaker, Sir, as the time at my disposal is very short, to be brief I may add that a good legislator must know the art of drafting. The will of the legislature is to be codified. The intention of the legislator is to be worded and once the piece of the legislation is ready, the legislator is divested of the powers to interpret as to what was his real intention. It is then for the superior courts to interpret the words used by him, and to interpret the phraseology adopted by him. His every word, every punctuation, every sentence and every clause is most valuable. It will be in the interest of the country, the Province and the constituency that the legislator may be very much particular about the legal drafting and whatever he drafts, it may not ever be termed as a bad law or ambiguous law by any superior court even he may not be a legislator any more or he may not be in this world.

Mr. Speaker, Sir, in the end I may be permitted to appeal to my brother legislators who have gathered here that the existing laws in the country in general and the Provincial laws in particular are not only outdated but depicted the policy of the colonial regime. Let us constitute Law Reforms Committee at every level to amend, alter and substitute these outdated laws and to bring them in conformity with the Injunctions of Islam, Ideology of Pakistan and the growing requirements of our developing country.

Sir, I thank you once again for the opportunity provided to me.

اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو ۔ پاکستان پائندہ باد

معزز مہمان گیلری میں تشریف فرما ہیں

دعوت خطاب

خواتین و حضرات! پاکستان کی قومی اسمبلی کے سپیکر عزت مآب جناب حامد ناصر چٹھہ صاحب جس خوش اسلوبی اور حسن و خوبی کے ساتھ قومی اسمبلی میں اپنے اہم فرائض سے عہدہ بر آ ہو رہے ہیں وہ اہل ملک پر واضح ہیں۔ سپیکر کا منصب اور ان کے فرائض کی بجا آوری بعض مراحل پر بے حد نازک اور کٹھن ہو جاتی ہے۔ ایسے مواقع پر جس تدبر، بردباری اور فراست کی ضرورت ہے ان ذاتی اوصاف سے جناب حامد ناصر چٹھہ مزین ہیں۔ میں انہیں دعوت کلام دیتا ہوں۔ جناب حامد ناصر چٹھہ صاحب۔

سپیکر

جناب حامد ناصر چٹھہ

پاکستان میں جمہوری عمل

حامد ناصر چٹھہ

سپیکر قومی اسمبلی پاکستان

بسم اللہ الرحمان الرحیم

جناب میاں منظور احمد وٹو، سپیکر پنجاب اسمبلی، جناب محمد خاں جونیجو، وزیر اعظم پاکستان۔ چیئرمین سینٹ، گورنر صاحبان، وزراء اعلیٰ صاحبان، ممبران قومی و صوبائی اسمبلی و مہمانان گرامی! السلام علیکم!

پنجاب کی صوبائی اسمبلی کی پچاس برس کی تکمیل پر اس معزز مجلس سے خطاب کرنا میرے لئے باعث عزت اور مسرت ہے۔ تقریب کی مناسبت سے اس مجلس میں نہ صرف پاکستان بلکہ کئی ممالک سے اراکین پارلیمان، حکومت سے متعلق مقتدر حضرات، اور دانشور شرکت کر رہے ہیں۔ یہ ممالک اور پاکستان تاریخی اعتبار سے ایک ہی قسم کے دستوری ارتقاء سے گزر رہے ہیں۔ اجتماع میں شریک ممتاز شخصیت اپنے اپنے ممالک بلکہ پوری دنیا میں نمائندہ حکومت کے علمبردار ہیں جو بلاشبہ دستوری حکومت اور جمہوریت کو خراج عقیدت ہو گا۔ علاوہ ازیں اس اجتماع سے شرکاء کو ان تمام دانشوروں کی اجتماعی دانش سے مستفید ہونے کا موقع بھی

ملے گا۔

پارلیمانی نظام میں اقتدار کا سرچشمہ عوام کی اجتماعی سوچ ہے جس کا اظہار منتخب نمائندوں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ مقننہ کا مقصد نہ صرف عوام کی رائے ' آرزوؤں اور شکایات کا جائزہ لینا ہے ' بلکہ ان کی ضروریات اور امنگوں کو پورا کرنا بھی ہے۔ مقننہ کو باضابطہ بحث کے ذریعہ مختلف نظریات کا جائزہ لینا ہوتا ہے۔ جو جمہوری معاشرہ میں متضاد قوتیں پیش کرتی ہیں۔ اس طرح ایسے قوانین اور پالیسیاں بنائی جاتی ہیں جن پر عمومی اتفاق رائے ہو اور جو لوگوں کی اکثریت کے بہترین مفاد میں ہوں۔

ایک مقننہ کس طرح بخوبی اپنے مختلف فرائض سرانجام دے سکتی ہے اس کا انحصار چار مختلف عوامل پر ہے۔ اولاً مقننہ کی تشکیل کے لئے آئین میں دیا گیا بنیادی ڈھانچہ اور دیگر حکومتی اداروں کے مقابلے میں اس کے اختیارات اور فرائض کا تعین۔ دوئم ' قواعد اور طریق کار جو مقننہ نے اپنی کارکردگی کے لئے بنائے ہیں۔ سوم ' معاشرہ کی سیاسی حیثیت اور مختلف گروہوں کا باہمی تعلق اور بالآخر مقننہ کے اراکین کی اپنی اہلیت۔

بدقسمتی سے ہماری مقننہ کی تاریخ میں خاطر خواہ طور پر یہ چاروں امور بیک وقت موجود نہیں رہے۔ بانی پاکستان ' قائد اعظم محمد علی جناح دستوری طریق کار پر بھرپور یقین رکھتے تھے

Minto–Morley and Montagu–Chelmsford

اصلاحات ' گول میز کانفرنسوں ' قانونی کمیشن ' حکومت ہند کے ایکٹ مجریہ ۱۹۳۵ء سے لے کر حصول آزادی تک انہوں نے ایک آزاد اور نمائندہ حکومت کو رضاکارانہ طور پر انتقال اقتدار کے لئے مسلسل جدوجہد کی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک اعتبار سے ۳۵ سال تک ایسی اسمبلی میں حزب اختلاف کے لیڈر رہے جس کی اکثریت نظریہ پاکستان کے مخالفین پر مشتمل تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ قومی مقاصد کے حصول کے لئے قانون سازی کی بالآخر فتح پر پورا یقین رکھتے تھے۔

جہاں تک پہلے امر کا تعلق ہے یعنی بنیادی ڈھانچہ کی عدم موجودگی ' ہمارا دستوری تجربہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہم پاکستانیوں نے دستوروں کو عارضی دستاویزات سے زیادہ حیثیت نہیں دی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ دستور تو ایک بنیادی دستاویز ہے جو تاریخی تجربات کا مظہر اور مستقبل کے مقاصد کی نشاندہی کرتا ہے۔ ایک اچھے دستور کی خصوصیات یہ ہوتی ہیں کہ وہ یکطرفہ فیصلوں کی نفی ' رائے عامہ کا احترام اور مستقبل کی امنگوں کا عکاس ہوتا ہے۔ لہٰذا دستوروں کو کسی صورت میں بھی تجربوں اور غلطیوں کا نشانہ نہیں بنانا چاہئے۔ ہمارے خلوص نیت پر کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہم ملک میں ایک مثالی جمہوری معاشرہ کا قیام چاہتے تھے لیکن شواہد بتاتے ہیں کہ ہمیں دستوری عمل جاری رکھنے میں بہت کم کامیابی ہوئی۔

چالیس برسوں سے بھی کم عرصہ میں پاکستان میں چار دستور بنائے گئے ان میں سے ہر دستور ایک مخصوص دور میں اقتدار کی تقسیم کا انکسار کرتا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی اپنے دعویٰ کے مطابق مقاصد حاصل نہیں کر سکا۔ کسی دستور پر بھی مکمل طور پر عملدر آمد نہیں ہوا۔ نہ ہی اس کو اصل صورت میں جاری رہنے دیا گیا اور جب آنے والی حکومت نے اسے مسترد کر دیا تو عوام کی طرف سے اس پر کسی ردعمل کا اظہار نہیں ہوا اور نہ ہی اسے برقرار رکھنے کی کسی خواہش کا اظہار کیا گیا۔ دستور بنانا اور توڑنا ایک کھیل بن کر رہ گیا تھا جس میں کھلاڑیوں کا واحد مقصد اقتدار حاصل کرنا تھا۔ عوام محض تماشائی بنے رہے بلکہ انہوں نے اس اقتدار کی جنگ میں شاید ہی کبھی دلچسپی لی ہو۔

پاکستان کا پہلا دستور حکومت ہند کا قانون مجریہ ' ۱۹۳۵ء تھا جس میں ہندوستان کی آزادی کے قانون مجریہ ۱۹۴۷ء کے تحت ضروری ترامیم انتقال اقتدار کے لئے کی گئی تھیں۔ پہلی دستور ساز اسمبلی کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ اس قانون میں نئی قوم کی ضروریات کے مطابق ترامیم کرے۔ اس طرح دستور سازی اور قانون سازی میں اسمبلی کی بالادستی تسلیم کر لی گئی۔ اپنے وسیع اختیارات کے باوجود یہ اسمبلی پاکستان میں جمہوریت کے فروغ کے سلسلے میں کام کرنے سے قاصر رہی۔ اس تجربہ کی ناکامی کی ذمہ داری اسمبلی پر عائد ہوتی ہے جو انتظامیہ کے تابع رہی۔

وفاقی اسمبلی میں ایسے اراکین کی اکثریت نہیں تھی جو سماجی تبدیلی لانے میں دلچسپی رکھتے ہوں۔ یہ اسمبلی دستوری ارتقاء کی بنیاد نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ قوانین بغیر کسی نکتہ چینی کے منظور کر لئے جاتے تھے۔ عوام کی شکایات کبھی بھولے سے ہی ایوان میں سنائی دیتی تھیں۔ ان تمام خامیوں کے باوجود اسمبلی ہی نئے ملک میں ایک جمہوری نظام کے نفاذ کی واحد امید تھی۔ لیکن اکتوبر ۱۹۵۴ء میں گورنر جنرل نے یکطرفہ طور پر اسمبلی کو توڑ دیا۔ اس طرح ملک میں آئینی عمل کے مسلسل ارتقاء کی جو تھوڑی بہت امید تھی ختم ہو گئی۔

پاکستان کا پہلا آئین جو دوسری دستور ساز اسمبلی نے بنایا تھا اور جس کا نفاذ ۱۹۵۶ء میں کیا گیا ' صورتحال کو تبدیل کرنے میں ناکام رہا جہاں تک اراکین کی سرگرمیوں کا تعلق تھا اسمبلی نے مجلس مباحثہ کا کام نہیں کیا اور یہ رائے عامہ کی عکاسی کرنے سے قاصر رہی۔ اقتدار کی دوڑ دوبارہ شروع ہو گئی ' حکومتیں تبدیل کرنے کی غرض سے اراکین اپنی سیاسی وابستگی تبدیل کرتے رہے۔ حکومت کی بار بار تبدیلی کے باعث اس دور میں عدم استحکام رہا۔ جس کے نتیجہ میں ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۸ء کے فوجی انقلاب تک پاکستان میں سات وزرائے اعظم رہے۔

۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۲ء تک پہلے مارشل لاء کا دور خالصتاً انتظامیہ کی حکومت کا دور تھا۔ ۱۹۶۲ء کی قومی اسمبلی بالواسطہ طور پر منتخب کی گئی مقننہ تھی جو کبھی بھی با اختیار نہیں ہو سکتی تھی۔ صدارتی نظام نے انتظامیہ کو مقننہ کے کنٹرول سے آزاد کر دیا۔ حتیٰ کہ اس کے قانون سازی کے اختیارات بھی انتظامیہ کے تابع ہو کر رہ گئے۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات کے نتیجہ میں جو قومی اسمبلی قائم ہوئی وہ بالغ حق رائے دہی کی بنیاد پر چنی جانے والی پہلی اسمبلی تھی۔

۱۹۷۳ء کے دستوری ڈھانچہ میں پارلیمان کو پہلی بار اپنا جائز مقام حاصل ہوا۔ اس کے بنائے ہوئے قوانین نے قومی زندگی کے ہر شعبہ کا احاطہ کیا۔ اس اسمبلی نے قانون سازی کا بہت کام کیا لیکن اس کی کارروائیاں جمہوری عمل کی نفی کرتی رہیں۔

آرڈیننس جاری کرنے کے اختیارات کا آزادانہ استعمال کیا گیا اور اسمبلی کو مجبور کیا گیا کہ وہ قوانین کو بغیر کسی ترمیم کے منظور کرے۔ اراکین اسمبلی محدود تعداد میں اجلاسوں میں شرکت کرتے تھے اور کورم ٹوٹنا روزمرہ کا معمول بن کر رہ گیا تھا۔ حزب اختلاف ' حزب اقتدار کا وجود برداشت نہیں کرتی تھی اور یہی رویہ حکومتی پارٹی کا تھا۔ حکومت اپنی اکثریت کے بل بوتے پر حزب اختلاف کو نظر انداز کرتے ہوئے قانون سازی کا کام کرتی تھی اور حزب اختلاف بھی اختلاف برائے اختلاف کے طور پر ہر قانون کی مخالفت کرتی تھی۔

پاکستان کی مقننہ کی تاریخ سے پارلیمنٹ کے اراکین کی اپنے اصل کام میں عدم دلچسپی ظاہر ہوتی ہے۔ ۱۹۴۸ء سے لے کر ۱۹۵۴ء تک وفاقی اسمبلی کا اجلاس ۲۵۴ دن جاری رہا۔ اس طرح اجلاس کا سالانہ اوسط ۳۵ دن بنتا ہے۔ ۱۹۵۶ء سے ۱۹۵۸ء تک قومی اسمبلی کا اجلاس صرف ۱۰۱ دن جاری رہا۔ ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایوب خان کے دور میں ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۹ء تک قومی اسمبلی کا اجلاس ۵۳۶ دن جاری رہا۔ ۱۹۷۲ء سے لے کر ۱۹۷۷ء تک برسوں میں اجلاس کا سالانہ اوسط ۸۲ دن رہا۔

۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۵ء تک مارشل لاء لگا رہا جس کے دوران سیاسی سرگرمیوں پر پابندی رہی' جمہوری ادارے ختم کر دیئے گئے اور دستور معطل کر دیا گیا۔ پاکستان میں جمہوری تجربہ کیلئے مختصر مدت کے کچھ وقفے ملے جس میں جمہوریت چل نہ سکی۔ اپنے قیام کے ۴۰ سالہ دور میں پاکستان میں کئی دستور بنے اور پانچ پارلیمان وجود میں آئیں جن میں سے ہر ایک کی نوعیت علیحدہ تھی اور وہ ترقی نہ کر سکیں۔

۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی انتخابات میں' جس کے نتیجہ میں موجودہ پارلیمان بنی' عوام کی بڑی تعداد نے ووٹ ڈالے۔ قومی اسمبلی کے لئے تقریباً ۵۳ فیصد اور صوبائی اسمبلیوں کیلئے ۵۷ فیصد۔ ان انتخابات کے ذریعہ عوام نے جمہوری عمل پر اپنے پختہ یقین کا اظہار کیا۔ سیاسی جماعتوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے انتخابی مہم قدرے پھیکی رہی اور عوام کے سامنے جمہوریت کے علاوہ کوئی بڑا مسئلہ سامنے نہ تھا۔ لوکل باڈیز الیکشن میں بھی عوام نے اپنی دلچسپی قائم رکھی اور ووٹروں کی ۵۰ فیصد یا اس سے بھی زیادہ تعداد نے چار سال کیلئے ۷۵٬۰۰۰ نمائندوں کا انتخاب کیا۔ ووٹروں کا جوش و خروش اور بڑی تعداد میں ووٹ ڈالنا اس اعتبار سے اہم تھا کہ پہلی بار سب سے نچلی سطح کے انتخابات منتخب حکومت کی زیر نگرانی ہوئے۔ اگرچہ انتخابات غیر جماعتی بنیاد پر ہوئے تھے مگر ان کو غیر سیاسی نہیں کہا جا سکتا۔ تمام موجودہ سیاسی جماعتوں کی شرکت نے مقابلہ سخت بنا دیا تھا۔ یہ ایک صحت مند رجحان تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مارشل لاء کے تحت دس سالہ سیاسی جمود نے عوام کی جمہوری عمل میں حصہ لینے کے عزم کو ختم نہیں کیا۔

مقامی انتخابات نے واضح طور پر انتخابات کے عمل کے تسلسل کی ضرورت ثابت کی تاکہ جمہوریت اور نمائندہ اداروں میں لوگوں کی دلچسپی قائم رہے۔ مقررہ وقت پر انتخابات کا ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ حکمران اور عوام کے درمیان خلیج کو پر کیا جا سکے اور تفریق کے ان مسائل سے چھٹکارا پایا جائے جن کا پاکستانی معاشرہ آج شکار ہے۔

انتخابات کرانا اور عوام کی ان میں بھرپور شمولیت اس طویل عمل کا ایک حصہ ہے جس کے تحت ملک کے تمام شہری اپنی حکومت منتخب کرنے میں پورا پورا حصہ لے سکیں گے۔ عوام میں ایک نئی سمت اور جمہوری عمل میں حصہ لینے کا احساس بیدار ہو چکا ہے۔ اب ملک اس جمہوری راہ پر آگے بڑھ سکتا ہے پیچھے نہیں جا سکتا۔ اس وقت ہم ملک کو صاف ستھری سیاست اور انتظامیہ دینے کی دہلیز پر ہیں" اس لئے سیاسی جماعتوں کو چاہئے کہ وہ اپنا کام فرض شناسی سے انجام دیں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ خواہ حکومت کے اندر ہوں یا باہر۔ تمام سماجی اور سیاسی تبدیلیاں جمہوری اداروں اور پر امن ذرائع سے آنی چاہئیں۔

باوجود اس کے ہمارے ملک میں پارلیمانی ڈھانچہ کمزور ہے جس کی وجہ جمہوری عمل میں وقتاً فوقتاً تعطل ہے' ہم نے از سر نو مقننہ کے ایسے نظام تشکیل دینے کی جانب توجہ دی ہے جو عوامی رائے کا احترام کرے۔ لوگوں کی منشاء اور مرضی کو اہمیت دے اور اسی روشنی میں قانون سازی کا کام کرے۔ صرف اس طرح ایک نمائندہ ادارہ مثبت سماجی اور اقتصادی تبدیلیاں لانے میں عوام کی رہنمائی کر سکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جمہوریت کے مضبوط اور مستحکم اداروں کے قیام کا کام راتوں رات ممکن نہیں۔ یہ ایک مسلسل عمل ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حکمران اور عوام میں اعتماد قائم کرتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے موجودہ اسمبلیوں نے پاکستان کے شہریوں اور منتخب نمائندوں کے مابین اتحاد کا رشتہ مضبوط کرنے کا راستہ چنا ہے۔

میری قطعی رائے ہے کہ جمہوری اداروں کو ایک ایسے نظام کا حصہ بنانا چاہئے جس میں پارلیمان' سیاسی جماعتیں اور ووٹر شامل ہوں۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ یہ مقصد پر امن ذرائع سے بتدریج حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ موجودہ سیاسی فضا اس کے لئے سازگار ہے۔ حزب اختلاف اس افراتفری کی سیاست سے پرہیز کر رہی ہے اور حکومت بھی سختی کی پالیسی پر نہیں چل رہی۔

یہاں اس امر پر زور دینا ضروری ہے کہ بطور ایک نمائندہ ادارے کے مقننہ کے طاقتور ہونے کا دار و مدار اس کے ہر رکن کی کارکردگی پر ہے۔ پاکستان جیسے ترقی پذیر معاشرہ میں مقننہ کے رکن کو تمام حاصل شدہ سہولتوں کا پورا پورا استعمال کرنا چاہئے اور موثر طور پر عوام اور ملک کی بہتری کیلئے کام کرنا چاہئے۔ انہیں قانون سازی اور ایوان کی دوسری کارروائی میں بھرپور حصہ لینا چاہئے تاکہ پبلک پالیسیاں بنانے میں وہ اپنے مخصوص علم' بصیرت اور تجربہ سے فائدہ پہنچا سکیں۔ انہیں حکومت کی کارکردگی کا بھی جائزہ لینا چاہئے اور عوام کی شکایات کے ازالہ کی طرف پوری توجہ دینی چاہئے۔ جو رکن سنجیدگی سے کام کرنا چاہتا ہو اس کیلئے بے شمار مواقع موجود ہیں۔

جمہوریت کی بحالی کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم دوسروں کی رائے کا احترام کریں خواہ ہم اس سے متفق نہ ہوں یا ہمارے مخالفین ہماری رائے کو بغیر الزام تراشی اور شکوک و شبہات کے تسلیم نہ کریں۔ بنیادی حقوق کا ضروری مفروضہ برداشت یا دوسروں کی رائے کا احترام ہے اور حکمران جماعت پر اس ضمن میں خاص ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ہمیں جمہوریت پر عمل کرنا ہے' نمائش کی خاطر نہیں بلکہ اس لئے کہ صرف یہ وہ بڑی قوت مہیا کرتی ہے جو مملکت کے استحکام کیلئے اشد ضروری ہے بالکل اسی طرح جس طرح چالیس سال پہلے مسلم قومیت کے جذبہ نے ہمارے ملک کو قائم کیا تھا۔

جو راستہ ہم نے چنا ہے اس پر چلنے اور اپنے مقاصد کے حصول کیلئے صبر اور مستقل مزاجی اشد ضروری ہے۔ بہرحال' مجھے پورا یقین ہے کہ عوام کے بڑھتے ہوئے اشتراک سے ہم اپنی منزل پا سکتے ہیں اور انشاءاللہ پائیں گے۔ اس کے امکانات بڑے روشن ہیں۔ بطور اسپیکر قومی اسمبلی میں نے اپنے آپ کو پاکستان میں صحیح معنوں میں پارلیمانی جمہوریت کے فروغ کیلئے وقف کر دیا ہے۔ بہرحال پارلیمانی جمہوریت دراصل اشتراک کا عمل ہے جس میں عوام' پارلیمان اور حکومت کی اپنی اپنی ذمہ داریاں ہیں۔ معاشرے کے ہر طبقے اور نمائندہ نظام کے ہر حصہ کو کامیاب بنانے کے کام میں لازمی طور پر تعاون کرنا چاہئے۔

تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ قومی یکجہتی کی کمی اور صوبائیت جو آج ہمارے ملک کے بڑے قومی مسائل ہیں اس وقت تک حل نہیں کئے جا سکتے۔ جب تک عوام کو اقتدار کے ڈھانچہ میں شرکت کا احساس نہ دیا جائے۔ یہ قوم کو متحد کرنے کا واحد جمہوری طریقہ ہے۔ بلاشبہ ہماری اسلامی نظریاتی بنیاد اہم ہے اور اتحاد کا احساس پیدا کرتی ہے جو قومی یکجہتی کے لئے ضروری ہے۔ بہرحال اسلام اور اس کے بنیادی اعتقادات پر ہمارا اکمل ایمان کسی طرح بھی جمہوریت کی نفی نہیں کرتا۔ ہمیں اس غلط فہمی کو دور کرنا ہے کہ اسلام اور جمہوریت ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ دراصل جمہوریت کا اسلام سے گہرا تعلق ہے' ہم جمہوریت کے بغیر کسی اسلامی ریاست کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اسلام نے ہی منتخب حکمران کا تصور پیش کیا اور اسلامی نظام کی بنیادی خصوصیات سربراہ مملکت یا خلیفہ کا کثرت رائے سے انتخاب' مساوات' جواب دہی' انصاف اور آزادی رائے ہیں۔ میثاق مدینہ وہ مقدس دستاویز ہے جس میں اسلامی معاشرہ میں رہنے والوں کے بنیادی حقوق بیان کئے گئے ہیں۔ اس کا دار و مدار نمائندہ جمہوریت اور اس کے اداروں کے تصور پر تھا۔ یہ تاریخ انسانی کی پہلی دستاویز ہے جس

میں واضح اور غیر مبہم طور پر ریاست میں انسان کے حقوق اور فرائض دیئے گئے ہیں۔ ہمیں یہ شاندار دستاویز اسلامی تاریخ و روایات کے ورثہ کے طور پر ملی ہے۔ بطور ایک جدید اسلامی ریاست' پاکستان یہ ثابت کرنے میں کوشاں ہے کہ ایک اسلامی معاشرہ جمہوری بھی ہو سکتا ہے۔ اس میں ہماری نجات اور جمہوری اسلامی ریاست کے فروغ کا راز ہے۔
جناب سپیکر! اس مبارک موقع پر ہم سب پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ پنجاب اسمبلی کے جملہ ممبران کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ صوبے کے عوام کی خاطر خواہ نمائندگی کریں اور ان کی یہ کاوشیں ملک میں جمہوریت کے مزید فروغ کا باعث بنیں۔
آخر میں' جناب سپیکر پنجاب اسمبلی' میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ آپ نے مجھے یہاں بلا کر اتنے ممتاز مہمانوں سے ملاقات کرنے کا موقع فراہم کیا۔

پاکستان زندہ باد

خوبصورت دعوت نامے

میں جناب میاں منظور احمد وٹو صاحب کو اس پر مبارک باد دوں گا کہ میں نے بہت سے اجلاس دیکھے' لیکن جس طریقے سے اس اجلاس کا اہتمام کیا گیا ہے وہ قابل ستائش ہے۔ اس اجلاس کے دعوت نامے دیکھ کر یہ دل کرتا تھا کہ اس کو ایک جزدان میں رکھ کر اوپر کہیں رکھ دیں اتنے خوبصورت دعوت نامے

جنرل محمد ضیاء الحق
صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان

دعوت خطاب

قائدِ ایوان پنجاب اسمبلی کہ جشن جمہوریت میں میزبان ہیں اور اس ناطے سے مہمان خصوصی جناب وزیراعظم کی یہاں تشریف آوری پر انہوں نے شکریہ ادا کرنا ہے۔ اور اس افتتاحی اجلاس میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہے۔ وہ کل بھی خطاب فرما چکے ہیں اور ماہرین کی رائے کے مطابق انہوں نے کل میلہ لوٹ لیا تھا۔ آج انہیں میں پھر دعوت خطاب دیتا ہوں۔ جناب میاں نواز شریف۔

سپیکر

وزیراعلیٰ پنجاب۔

اسمبلیوں کی اہمیت اور ارکان اسمبلی کے فرائض

محمد نواز شریف
وزیراعلیٰ پنجاب

بسم اللہ الرحمان الرحیم

عالی مرتبت جناب محمد خان جونیجو صاحب، وزیراعظم، اسلامی جمہوریہ پاکستان، محترم جناب مخدوم محمد سجاد حسین قریشی صاحب، گورنر پنجاب، محترم و مکرم جناب میاں منظور احمد وٹو صاحب، سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب، معزز مہمانان گرامی، معزز اراکین اسمبلی،

السلام علیکم!

یہ میرا انتہائی خوشگوار فریضہ ہے کہ میں جناب وزیراعظم پاکستان، گورنر صاحبان وزرائے اعلیٰ، اندرون اور بیرون ملک سے آنے والے معزز مندوبین کو دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید کہوں۔ جناب وزیراعظم، اگرچہ آپ اس ایوان میں بطور وزیراعظم پہلی مرتبہ تشریف لائے ہیں لیکن نہ تو یہ ایوان آپ کے لئے اجنبی ہے اور نہ ہی آپ اس کیلئے، کیونکہ آپ اس ایوان میں بطور ممبر اپنے جمہوری فرائض ادا کر چکے ہیں۔ لیکن آج آپ جس انداز میں جمہوریت کو تقویت دے کر پاکستانی عوام کی خدمت انجام دے رہے ہیں، اس پر نہ صرف

ہم سب ' بلکہ اس ہال کے در و دیوار بھی آپ کا پرجوش استقبال کرتے ہیں اور آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

جناب سپیکر ' آپ نے ممبران اسمبلی کو قانون سازی کے ضمن میں ان کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں اب تک جو معاونت اور رہنمائی فراہم کی ہے اور اپنے عہدے کے وقار کو جس بصیرت اور تدبر کے ساتھ نبھایا ہے اس پر میں آپ کو بھرپور خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ .... اس کے علاوہ ممبران پنجاب اسمبلی نے ملکی اور ملی مفاد کے ہر اہم موڑ پر جس فراست اور حوصلے کا ثبوت دیا ہے اور جس طرح اس معزز ایوان کا وقار بڑھایا ہے میں اس پر تمام معزز ممبران اسمبلی کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

میں گورنر پنجاب جناب مخدوم محمد سجاد حسین قریشی صاحب کی شرافت ' متانت اور جذبہ حب الوطنی کو سراہتے ہوئے ' آج کے اجلاس میں ان کا بھی دل سے خیر مقدم کرتا ہوں۔

آج اس ایوان میں دور اور نزدیک سے آنے والے جمہوریت پسندوں کا گلدستہ سجا ہوا ہے چنانچہ میں اپنی بات کو اسی حوالے سے آگے بڑھاتا ہوں۔ اسمبلی اور اس کے ممبران کی ذمہ داریوں کا آپس میں وہی تعلق ہے جو پھول اور کانٹوں کا ہے۔ اس میں بہار اور خوشبو بھی ہے لیکن کانٹے اور خزاں بھی ہے۔ جس طرح سورج اور پانی سے چمن میں گلوں کو تروتازگی حاصل ہوتی ہے اسی طرح قانون سازی کے چمن میں گئی رات کے چراغ کی روشنی اور خون جگر سے بہار آتی ہے۔ .... اس چمن کی تازگی اور ملک کی رعنائی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ممبران اسمبلی جس جاں سوزی سے قانون سازی کریں گے اسی قدر ملکی سج دھج میں اضافہ ہو گا۔ میری نظر میں قانون سازی ملکی حالات کا وہ بیرومیٹر Barometer ہے جس سے معاشرے کی تہذیب و تمدن کی اصل قوت کا اندازہ ہوتا ہے اس سے ممبران اسمبلی کے کردار کی عظیم اہمیت واضح ہوتی ہے۔

حکمائے یونان سے لے کر زمانہ حال کے سیاسی مفکرین اور قانونی ماہر سب اس بات پر متفق ہیں کہ انسان طبعاً معاشرت پسند ہے۔ سب نے انسان کو ایک Social animal سے تعبیر کیا ہے۔ ارسطو نے تو اس حد تک کہا ہے کہ جو شخص معاشرے سے الگ تھلگ رہتا ہے۔ وہ یا تو دیوتا ہے یا ایک حیوان۔ معروف مسلم مفکر ابن خلدون کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی صورت میں پیدا فرمایا ہے کہ اس کی زندگی اور بقا غذا کے بغیر ممکن نہیں اس کیلئے اسے اپنے بہت سے ساتھیوں کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ہر شخص اپنی حفاظت کیلئے بھی اپنے ساتھیوں کے تعاون کا محتاج ہے۔ انسان کو بغیر تعاون نہ تو غذا حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہی وہ زندہ رہ سکتا ہے۔ لہٰذا اجتماع کے بغیر انسانی وجود کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

انسانی تہذیب کے مختلف مدارج اس بات کا ثبوت ہیں کہ انسانوں کی بقا اور ارتقاء کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ آپس میں مل جل کر رہیں لیکن اس طرح مختلف طبقات اور بہت سی سماجی ' معاشی اور نظریاتی پیچیدگیاں جنم لیتی ہیں۔ جس سے انتشار کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ ان حالات میں اس معاشرے کے دانشوروں اور قانون سازوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ایسی نئی راہیں تلاش کریں جن پر چل کر وہ معاشرہ نہ صرف اپنی امنگوں اور اپنے خوابوں کی تعبیر حاصل کر سکے ' بلکہ اس کے بنیادی عقائد اور نظریات بھی انتشار اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے سے بچ جائیں۔ جہاں قانون ساز بروقت اقدام کر لیتے ہیں وہاں بغیر کسی بدامنی کے معاشرہ کو Magna Carta اور Labour Laws جیسے تاریخی قوانین میسر آ جاتے ہیں۔ لیکن جہاں ایسا نہیں ہوتا وہاں انقلاب فرانس اور انقلاب روس جیسے خونیں انقلاب آ جاتے ہیں۔ اس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ کسی معاشرے میں سکون اور امن کے ساتھ نکھار پیدا کرنا بھی قانون سازوں کی اہم ذمہ داری ہے۔

آیئے اب یہ دیکھیں کہ موجودہ زمانے میں قانون سازی کے عمل کو سب سے بڑا اور پیش چیلنج کیا ہے؟ اس کیلئے میں عمل قانون سازی پر کی گئی اپنی تقریر مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۸۷ء میں سے ایک اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں۔ "موجودہ دور میں قانون بنانے والوں کیلئے سب سے بڑا چیلنج یہی ہے کہ وہ معاشرے کی اجتماعی اور انفرادی سوچ میں کس طرح ایک توازن قائم رکھ سکتے ہیں۔ شخصی آزادی اور اجتماعی آزادی کو کس طرح اپنی اپنی جگہ رکھا جا سکتا ہے اس معاملے کو قائداعظمؒ نے بڑے واضح انداز میں سلجھا دیا ہے۔ آپ نے کہا کہ

"Liberty is not the right to do what you like, but the right to do what you ought."

یعنی آزادی یہ نہیں کہ آپ جو جی میں آئے کریں۔ بلکہ آزادی یہ ہے کہ جو آپ کرنا چاہیں وہ کر گزرنے کا حق آپ کے پاس ہو۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حق کے تعین کے لئے وہ کون سی بنیاد ہونی چاہئے جس کے تحت قانون سازی عمل میں لائی جائے ظاہر ہے وہ بنیاد ایسی ہوگی جس پر کسی کو اختلاف کی گنجائش نہ ہو۔ لہٰذا انسانی ضمیر ' رسم و رواج ' اخلاقی اقدار ' قوم کی تاریخ ' قوم کا نصب العین اور قوم کا مذہب وہ بنیادیں قرار پائیں جن کی روشنی میں قانون بنائے جائیں۔ بحیثیت پاکستانی ہمارے لئے قانون سازی میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارے پاس کبھی نہ خشک ہونے والا چشمہ قرآن ' حدیث اور رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسوہ حسنہ موجود ہے۔ ایک مہذب معاشرے میں شخصی آزادی کا سب سے زیادہ دلکش اور جامع Declaration خطبہ حجۃ الوداع ہمارے سامنے ہے ' ہمیں علامہ اقبالؒ کا عشق رسولؐ سے مسکتا ہوا فلسفہ میسر ہے اور قائداعظمؒ کی عبادت کے درجے کو پہنچی ہوئی تاریخ ساز سیاست ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

ان معروضات کے ساتھ میں آخر میں یہ گزارش کروں گا کہ اس ایوان میں قانون سازی اور بزنس Conduct کرتے وقت ہمیں ایک اور ایوان کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ یہ ایوان ہمیشہ سیشن میں رہتا ہے۔ اس کا کورم نہ کبھی ٹوٹا ہے اور نہ کبھی ٹوٹے گا۔ اس ایوان میں نہ صرف ہماری ہر کہی ہوئی بات حرف بہ حرف ریکارڈ ہوتی ہے بلکہ ہمارے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں ابھرنے والے تمام خیالات اور جذبات بھی قلم بند کئے جاتے ہیں ' اس ایوان میں جو ریکارڈ مرتب ہوتا ہے وہ ترمیم اور تنسیخ کے تمام اندیشوں سے آزاد ہے۔ اس کو کوئی Expunge یا حذف نہیں کر سکتا اور نہ ہی کہے ہوئے الفاظ کبھی واپس لئے جا سکتے ہیں۔ یہ ایوان ہمارے دل اور ضمیر کا ایوان ہے اور اس میں ہونے والی کارروائی کو سب ایوانوں کا کارساز اور دونوں جہاں کا بادشاہ دیکھ رہا ہے۔ جس کی نظریں ذرہ برابر برائی اور ذرہ برابر نیکی سے بھی اوجھل نہیں ہو سکتی۔ اس کے قلم کی سیاہی کبھی خشک نہیں ہوتی۔ ہمیں چاہئے ہم اس کے خوف کو اس طرح سینے سے لگائیں کہ پھر ہمیں دنیا کا خوف باقی نہ رہے۔

ان تمام عقائد و نظریات کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے انداز میں فرائض کی بجا آوری اور قانون سازی کرنی چاہئے کہ خدا خوفی ہماری رہبر ہو۔ حق گوئی و بے باکی ہمارا آئین ہو ' ملک و ملت کا مفاد ہمارا مطمع نظر ہو اور قائداعظمؒ کا یہ فرمان ہمیشہ ہمارے پیش نظر ہو۔

"God has given us a great opportunity to show our worth as architects of a new state and let it not be said that we did not prove equal to the task."

جناب وزیر اعظم اور جناب سپیکر ' میں اپنی تقریر کو ختم کرنے سے پہلے اپنی طرف سے اور

اپنے معزز اراکین کی طرف سے پنجاب کے اس تاریخی اجتماع میں دور دراز علاقوں سے تشریف لائے ہوئے معزز مہمانوں کو ایک دفعہ پھر خوش آمدید کہتا ہوں۔ دراصل ہمارے معزز اراکین بڑے جوش وجذبہ کے ساتھ اس محفل میں شریک ہوئے آپ اگر ان کے لباس کی طرف نظر ڈالیں تو اراکین کی اکثریت کالی ویسٹ کوٹ اور کالی شیروانی میں ملبوس نظر آئے گی لیکن جنھوں نے کالی یا سفید ویسٹ کوٹ یا شیروانی نہیں پہنی ہوئی انہوں نے رنگین قسم کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ میں ان کو رنگین مزاج تو نہیں کہوں گا بلکہ خوش مزاج ضرور کہوں گا۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ یہ ڈسپلن کا بہت بڑا مظاہرہ ہے۔ انہوں نے از خود جس کا اہتمام کیا ہے اور جس کا مظاہرہ کیا ہے (خواتین اس سے مستثنیٰ ہیں۔ میں خواتین کی طرف اشارہ نہیں کر رہا) لیکن جناب وزیر اعظم' ان سب معزز اراکین کی طرف سے آپ کو جو ہمارے غیر ملکی مہمان ہیں' ان کو' ہمارے چیئرمین سینٹ جناب غلام اسحاق خان صاحب' ان کو' ہمارے سپیکر نیشنل اسمبلی جناب حامد ناصر چٹھہ صاحب کو' ڈپٹی چیئرمین سینٹ اور ڈپٹی سپیکر قومی اسمبلی' تمام گورنر صاحبان کو اور تمام وزراء اعلیٰ صاحبان کو' وفاقی وزراء صاحبان کو اور ایڈوائزر صاحبان کو' صوبائی سپیکر صاحبان کو' آزاد کشمیر کے معزز پرائم منسٹر صاحب کو اور ان کے سپیکر صاحب کو' تمام صوبوں کے وزراء صاحبان کو' تمام صوبوں کے سپیکر صاحبان کو' تمام سابقہ پارلیمنٹیرین صاحبان کو' معزز اراکین پارلیمنٹ کو' سب کو دل کی گہرائیوں سے' اتھاہ گہرائیوں سے خوش آمدید کرتے ہیں۔ تمام صوبوں سے آئے ہوئے' سندھ سے آئے ہوئے ہمارے مہمانان گرامی ان سب کو میں خوش آمدید کہتا ہوں' اللہ تعالیٰ ہمارے سندھ کو آباد رکھے! میں سرحد سے آئے ہوئے مہمانان گرامی کو خوش آمدید کہتا ہوں' اللہ تعالیٰ ہمارے صوبہ سرحد کو آباد رکھے! میں بلوچستان سے آئے ہوئے مہمانان گرامی کو خوش آمدید کہتا ہوں' اللہ تعالیٰ ہمارے بلوچستان کو آباد رکھے! میں آزاد جموں و کشمیر سے آئے ہوئے مہمانان گرامی کو خوش آمدید کہتا ہوں' اللہ تعالیٰ ہمارے کشمیر کو آباد رکھے! میں پنجاب کے کونے کونے سے جو مہمان یہاں تشریف لائے ہیں ان کو خوش آمدید کہتا ہوں' اللہ تعالیٰ ہمارے پنجاب کو آباد رکھے! یہ سب مل کر پاکستان بنتا ہے' اللہ تعالیٰ ہمارے پاکستان کو آباد رکھے!

پاکستان پائندہ باد!

نمائندہ اجلاس

اسمبلی کے ہال سے لے کر اس کی گیلریوں تک یہاں کا گوشہ گوشہ برگزیدہ ہستیوں سے جگمگا رہا ہے۔ ایک طرف سابق سینئر پارلیمانی ہستیاں نظر آ رہی ہیں تو دوسری طرف چاروں صوبوں' آزاد کشمیر اور وفاق سے چیدہ چیدہ شخصیات تشریف فرما ہیں مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میں صرف پنجاب اسمبلی کے خصوصی اجلاس سے خطاب نہیں کر رہا بلکہ ملک کی متاع فکر و دانش اور ارباب جمہوریت کے سامنے اظہار خیال کر رہا ہوں۔ ایسے بھرپور اور نمائندہ اجلاس کئی نسلوں کے بعد منعقد ہوتے ہیں۔

جنرل محمد ضیاء الحق
صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان۔

وزیر اعظم پاکستان خطاب فرما رہے ہیں۔

دعوت خطاب

معزز خواتین و حضرات! مارشل لاء کے بطن سے جمہوریت کا حصول بظاہر ناممکن تھا لیکن ایک شخصیت کے عزم صمیم، قوت یقین اور سعی پیہم سے یہ ناممکن ممکن ہو گیا۔ اس شخصیت کی بدولت آج وطن عزیز کے در و دیوار میں آزادی گفتار، آزادی اظہار، شرافت، متانت اور جمہوری رواداری کی مہک رچی ہوئی ہے۔ آپ نے عوام پر اعتماد کی بدولت جمہوری عمل کو توانائی عطا کی ہے۔ آج کے مہمان خصوصی قائد جمہوریت جناب محمد خاں جونیجو وزیر اعظم پاکستان سے التماس ہے کہ وہ خطاب فرمانے کے لئے تشریف لائیں۔

سپیکر

وزیر اعظم پاکستان کا خطاب

بسم اللہ الرحمان الرحیم

میاں منظور احمد وٹو صاحب ' سپیکر پنجاب اسمبلی۔ میاں نواز شریف صاحب ' قائد ایوان۔ میاں افضل حیات صاحب ' قائد حزب اختلاف۔ چیئرمین سینٹ ' جناب غلام اسحاق خان صاحب۔ سپیکر قومی اسمبلی ' جناب حامد ناصر چٹھہ صاحب۔ گورنر پنجاب ' جناب مخدوم محمد سجاد حسین قریشی صاحب۔ محترم اراکین پنجاب اسمبلی۔ ایکسی لینسیز ' مہمانان گرامی۔ معزز خواتین و حضرات۔ السلام علیکم!

پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی کی اس یادگار تقریب میں شرکت میرے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ پاکستان میں یہ ایوان جمہوریت کے سفر کا سب سے پرانا نشان ہے۔ اس کی تاریخ ہماری جدوجہد آزادی اور پاکستان کے قیام کے بعد ہماری جمہوری زندگی کے اہم ترین ادوار سے عبارت ہے۔ اس موقع پر اگر میرے ذہن میں ان تاریخ ساز ادوار کی کچھ یادیں ابھرتی ہیں تو یہ قدرتی سی بات ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے اس ایوان کے درودیوار نے وہ منظر بھی دیکھا ہے جب اس ایوان میں مسلمانوں کے حق میں صرف ایک ' تنہا شخص کی آواز اٹھتی تھی اور یہ آواز برکت علی صاحب کی تھی۔ اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ لاہور تحریک پاکستان کا مرکز بن گیا۔ اور جس ایوان میں مسلم لیگ کا صرف ایک نام لیوا تھا وہ پاکستان ' پاکستان کے نعروں سے گونج اٹھا۔ اور پھر بالآخر برصغیر کے مسلمانوں کا قافلہ آزادی قائداعظمؒ کی قیادت میں کامیابی اور کامرانی کے ساتھ حصول پاکستان کی منزل تک پہنچا۔ مسلم تشخص کے قافلے نے جب رخت سفر باندھا اس کی بے سروسامانی دیدنی تھی۔ لیکن صد آفرین اس جذبے پر ' جو ایک چنگاری کی صورت میں صرف ایک دل میں روشن ہوا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے سارے خرمن غفلت کو خاکستر کرتا چلا گیا۔ کہاں اس ایوان میں تنہا آواز اور کہاں آزادی کے متوالوں کا وہ سیلاب بے پناہ جو انگریزی سامراج کے نمک خواروں کو تنکوں کی طرح بہا کر لے گیا۔

پاکستان جمہوریت کے ایک عظیم شاہکار کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر ابھرا۔ اس کے تصور کی تکمیل جمہوریت کے راستے ہی ہو سکتی تھی۔ لیکن اسے قسمت کا کھیل کہئے یا اپنی کوتاہی کہ اس کی روشن شاہراہ جلد ہی اندھیروں میں چھپ گئی۔ ایک طویل رات اس وطن عزیز پر گزری ہے جس نے اس کے جسم کو دولخت کر دیا۔ یہ وہ قیمت ہے جو ہمیں جمہوریت کے راستے سے بھٹک جانے کی وجہ سے ادا کرنا پڑی۔ اللہ کے فضل و کرم سے آج ہم پھر اس راستے پر لوٹ آئے ہیں جو ہمیں ہماری منزل تک لے کر آیا تھا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اب ہمیں کوئی اس راستے سے ہٹا نہیں سکے گا۔

خواتین و حضرات! پاکستان کسی ایک فرد ' گروہ یا طبقے کی ملکیت ہے نہ جاگیر۔ یہ اس سرزمین میں بسنے والے ہر فرد ' خواہ وہ عورت ہو یا مرد ' بچہ ہو یا بوڑھا ' امیر ہو یا غریب ' اس کی ملکیت بھی ہے اور جاگیر بھی۔ یہ اس کی شان بھی ہے اور آن بھی۔ یہ اس کی مانگ بھی ہے اور پہچان بھی۔ یہ اس کا آسرا بھی ہے اور آشیانہ بھی۔ یہ ہم سب کا وطن ہے۔ ہمیں مل کر اسے پروان چڑھانا ہے۔ ہماری ساری محبتیں ' ہماری ساری محنتیں اس کے لئے ہیں۔ ہماری امنگیں ' ہماری آرزوئیں اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ آپ مجھ سے پوچھیں گے تو میں کہوں گا ' جمہوریت وطن سے کچھ لینے کا نام نہیں ' جمہوریت سب کچھ وطن کو دینے کا نام ہے۔ جمہوریت حقوق کا نام نہیں ' ذمہ داریوں کا نام ہے۔ اس ملک کے ہر باشندے میں یہ احساس پیدا ہو گا کہ یہ میرا وطن ہے تو وہ اس کی حفاظت بھی کرے گا اور اس کی آبیاری بھی۔ وہ روٹھ کر الگ اس کا تماشا نہیں دیکھے گا کہ اس پر کیا بیت رہی ہے۔ کوئی شخص اپنے گھر پر آنچ آتے نہیں دیکھ سکتا۔ میری کوشش ہے کہ پرانی ناکامیوں کو نئی کامیابیوں میں بدل کر اپنے ہم وطنوں کے دلوں میں اپنے ملک کی اپنائیت پیدا کریں۔ ان کے اندر اس سرزمین میں سر اٹھا کر چلنے کی خو ڈالیں۔ تکبر اور غرور سے نہیں ' وقار اور خوداعتمادی کے ساتھ۔ میری نظر میں یہی جمہوریت کا ماحصل ہے۔

میرے کچھ خواب بھی ہیں۔ میں پاکستان کو ایک عظیم اور روشن مستقبل سے ہم کنار دیکھنا چاہتا ہوں۔ بڑے بڑے محلوں کی عظمت نہیں ' اونچی اونچی روشنی کی تابناکی نہیں ' میری نگاہیں اس عظمت کو ڈھونڈ رہی ہیں جو میرے ہم وطنوں کی خوش حالی اور پرمسرت زندگی سے جنم لے۔ میں ان روشنیوں کی تلاش میں ہوں جو دلوں سے کرنوں کی صورت پھوٹ کر نکلتی ہیں۔ لیکن خواہشیں اور خواب اس وقت حقیقت بن سکتے ہیں جب ہم سب مل کر انتھک محنت کریں۔ عزم اور ہمت کے ساتھ اسی جذبے کے ساتھ جس نے ہمیں آزادی کے سفر میں مخالفت کے پہاڑوں سے ٹکرانے اور انہیں پاش پاش کرنے کا حوصلہ عطا کیا۔ تعمیر وطن ہی میری سیاست ہے۔ میرے نزدیک سیاست محض اقتدار نہیں ' سیاست خدمت کا دوسرا نام ہے۔ سیاست قوم کو بانٹنے ' اس کے حوصلے پست کرنے کا ' اس کے دلوں میں بدگمانی اور شک پیدا کرنے کا نام نہیں ہے ' سیاست دلوں کو جوڑنے اور ان کے اندر امید کے چراغ جلانے کا نام ہے۔ اگر پاکستان کے حصول کی جدوجہد عظیم تھی تو اس کی تعمیر کی تگ و دو اس سے عظیم تر ہے کیونکہ پاکستان حاصل کرنے کی جدوجہد ختم ہو ہی نہیں سکتی ' لیکن پاکستان کی تعمیر کی تگ و دو بھی کبھی ختم نہیں ہو سکتی ' عظیم سے عظیم تر کے مراحل کبھی پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتے۔ اسی سعی پیہم میں زندگی اور زندہ قوموں کا راز ہے۔ یقیناً وہ لوگ خوش نصیب ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعمیر وطن میں حصہ لینے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آیئے پاکستان کی ترقی اور استحکام کے لئے آگے بڑھیں۔ ہاتھوں میں ہاتھ دیں۔ قدم سے قدم ملائیں اور پھر ہم سب مل کر اپنے وطن کو عظیم سے عظیم تر بنانے کی تگ و دو میں مصروف عمل ہوں۔ ہمارا وطن عظیم ہو گا تو ہم بھی عظیم ہوں گے ' ہمارا وطن سرخرو ہو گا تو ہم بھی سرخرو ہوں گے۔

تعمیر وطن کے لئے ہمارا طریقہ کار کیا ہے۔ اس سلسلے میں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے تعمیر وطن کا کام محض جذبوں اور خواہشوں کے حوالے نہیں کیا ' ہم نے انتظامی طریقہ کار میں ایسی تبدیلی پیدا کی ہے جس سے ملک کے سب باشندے اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے نہ صرف ترقیاتی منصوبوں کو اپنی ضروریات کے مطابق ترتیب دے سکیں بلکہ ہر مرحلے پر ان کی تکمیل کی نگرانی بھی کر سکیں اور ان سے وابستہ بھی رہ سکیں۔ ہم نے زبانی جمع خرچ سے قوم کے اصل مسائل سے چشم پوشی نہیں کی ' کھوکھلے نعروں سے قوم کو بہلاوے نہیں دیئے ' خوش نما وعدوں پر بہلانے کی کوشش نہیں کی ' قوم کی گردنیں نہیں جھکائیں اس کی زبان بندی نہیں کی ' مذہب کے نام پر فرقہ بندی کو ہوا نہیں دی ' نئے نئے مفادات اور نئے نئے طبقات کو جنم نہیں دیا ' خود اپنے وطن میں پوری قوم کو اجنبی اور محکوم نہیں بنایا۔ کچھ کو مستحق اور اکثر کو محروم نہیں کیا۔ ہم نے شرف انسانی کو بلند کیا۔ ہم نے اپنے ہم وطنوں کو اپنے دل کی بات

مکمل کر کہنے کی آزادی اور حوصلہ دیا۔ ہم نے قومی وسائل اور دولت سے ہر شہری کو فیض یاب ہونے کا موقع دیا۔ اس کے لئے ٹھوس قدم اٹھائے ہیں۔ تعلیم کے میدان میں من مانی اور سفارش ختم کی ہے۔ استحقاق کی بنیاد پر اعلیٰ فنی تعلیم کے دروازے ملک کے ہر قابل نوجوان پر کھول دیئے ہیں۔ ہم نے بیروزگاری کی لعنت ختم کرنے کے لئے عملی اقدامات کئے ہیں۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں' ڈاکٹروں اور انجینئروں اور دوسرے ہنرمندوں کو ترجیحی بنیاد پر ملازمتیں مہیا کر رہے ہیں۔ قریہ قریہ' کوچہ کوچہ ناخواندگی کے خلاف مہم چلائی ہے۔ قانون کی بالادستی قائم کی ہے عدالتوں کو بااختیار بنایا۔ غریبوں کو اپنا سر چھپانے کے لئے ہزاروں لاکھوں پلاٹ دیئے' ان کے دکھ درد بانٹے ہیں۔ یہی تو اسلامی فلاحی مملکت کا منشور ہے۔

جناب سپیکر' عوام کی فلاح و بہبود کے کاموں کے ساتھ ہمارا بنیادی مقصد ملک میں شریعت اسلام نافذ کرنا ہے۔ جہاں تک پاکستان میں مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کا تعلق ہے تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم سے پہلے لوگوں کو موقع ملا تھا یقیناً ان کی راہ میں دشواریاں ہوں گی۔ وہ یہ مقصد پورا نہیں کر پائے۔ لیکن پوری ملت پاکستان جانتی ہے کہ مسلم لیگ نے پاکستان بنایا ہی اس لئے تھا کہ یہاں قرآن اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مطابق نظام شریعت قائم کیا جائے۔ - - - - - - - ہم سے زیادہ اس ملک میں نظام مصطفیٰ کا علمبردار کون ہو سکتا ہے۔ ہم ملک میں نظام اسلام نافذ کرنے کے لئے ٹھوس اقدامات کر رہے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان میں بتدریج قرآن اور سنت کی حکمرانی قائم کی جائے۔ ہم ایک ایسا اسلامی نظام نافذ کرنا چاہتے ہیں جو مسلمانوں کو ہر مسلک ہر طبقے اور ہر مکتبہ فکر کے لئے قابل قبول ہو۔ جسے مسلمانوں کے ہر طبقے کی مکمل حمایت حاصل ہو۔ اور جو قرآن اور سنت میں بیان کئے گئے اخوت' مساوات اور عدل عمرانی کے اصولوں کے مطابق ہو۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وفاق پاکستان کے یہ ایوان جو جمہور پاکستان کے عزم اور ارادے کے نمائندے ہیں اور قومی پارلیمنٹ کے ۳۲۴ ارکان جو پورے پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنے کے حق میں ہم آہنگ ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اسلام کوئی ایسا نظام نہیں ہے جسے ایک آرڈیننس کے ذریعے نافذ کر دیا جائے۔ اسلام ہماری زندگی کا محور ہے۔ ہمارے عوام کی اکثریت کا مذہب اور ایمان ہے۔ اور انشاءاللہ عوام کے یہ منتخب نمائندے ہی ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا سبب بنیں گے۔

اس سلسلے میں میں اگر پنجاب اسمبلی کے اس معزز ایوان کے کردار کی تعریف کروں تو بے جا نہ ہو گا۔ اس معزز ایوان اور اس میں عوام کے محترم نمائندوں نے جمہوریت کا حق ادا کیا ہے۔ تین سال کی قلیل مدت میں اس ایوان نے اپنے قائد میاں نواز شریف صاحب کی رہنمائی میں عوام کی فلاح و بہبود اور صوبے کی عام ترقی کے لئے جو کام کئے ہیں انہیں پورے صوبے میں سراہا جا رہا ہے۔ - - - - - - اس ایوان میں حزب اختلاف کے محترم ارکان نے بھی بہت تعمیری کردار ادا کیا۔ - - - - - - اور جمہوری روایات کی مکمل پاسداری کی ہے۔ میں میاں نواز شریف صاحب کو دلی مبارکباد دیتا ہوں۔

اس موقع پر جب کہ ہم پاکستان میں جمہوریت کے چراغ روشن کر چکے ہیں پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی تقریبات اور ان کے شاندار انتظامات نے ہمارے ملک میں' جمہوریت کے ایوانوں کی رونق میں اضافہ کر دیا ہے۔ ان عمدہ اور شاندار انتظامات پر میں منتظمین کو بالخصوص اسپیکر صوبائی اسمبلی میاں منظور احمد وٹو صاحب کو بھی میں دلی مبارکباد دیتا ہوں۔ - - - - - یہ ایک اچھی روایت کا آغاز ہے۔ انشاءاللہ ہم اس روایت کو برقرار رکھیں گے۔ جمہوری اصولوں' جمہوری اقدار اور جمہوریت پر میرا اور میرے ساتھیوں کا پختہ ایمان ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ جمہوریت کے اس ایوان کی گولڈن جوبلی پاکستان میں پارلیمانی طرز حکومت کے مزید استحکام کا ذریعہ بنے گی۔ اور پاکستان کے عوام اپنے مسائل کے حل' اپنے نظریات کی تکمیل اور اپنے خوابوں کی تعبیر کے لئے اپنے نمائندوں کے ان ایوانوں کی جگہ کسی اور طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھیں گے۔

خواتین و حضرات! میرے لئے ان تقریبات کی ذاتی اہمیت بھی ہے۔ خود میں نے اپنی پارلیمانی زندگی کی ابتدا اسی ایوان سے کی۔ - - - - - - جب اس ایوان میں مغربی پاکستان کی اسمبلی کے اجلاس ہوا کرتے تھے اور مجھے سات سال تک اس ایوان میں کام کرنے کا شرف حاصل رہا۔ - - - - - میں اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے کی بنیاد پر چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے معزز اراکین قوم کے ترجمان ہی نہیں قوم کے امانت دار بھی ہیں۔ آپ سے عوام کی یہ توقع بے جا نہیں کہ آپ ایوان میں عوامی جذبات اور امنگوں کی دیانت داری سے نمائندگی انجام دیں۔ عوام کی جانب سے' جن کے ووٹوں سے منتخب ہو کر آپ اس ایوان میں آئے ہیں' آپ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس ایوان میں کبھی کوئی ایسی بات نہ ہو جو ہمارے بنیادی عقائد اور بنیادی نظریئے کے خلاف جاتی ہو یا ہمارے قومی اتفاق کو متاثر کرتی ہو۔

ایک اور اہم بات جو میں عرض کرنی چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جمہوری ایوانوں میں حزب اختلاف کے مقام اور اہمیت کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ میں حزب اختلاف کو حزب احتساب کے مقام پر دیکھنا چاہتا ہوں۔ - - - - - - سرکاری بنچوں کے ساتھ اپوزیشن کی نشستوں پر بیٹھنے والوں کا فرض ہے کہ وہ حکومت کی کارروائیوں پر کڑی نظر رکھیں۔ تحمل اور بردباری ہماری سیاست کا لازمی عنصر ہونا چاہئے۔ اس لئے اپوزیشن کے قابل احترام ارکان تعمیری تنقید کا حق ادا کریں۔ ان ایوانوں میں خواہ سرکاری پارٹی کے ارکان ہوں یا اپوزیشن کے' دونوں گروپوں کا مقصد ایک ہی ہونا چاہئے اور وہ مقصد وطن عزیز کی ترقی اور استحکام ہے اس ملک کے عوام کی خوشحالی اور سربلندی ہے۔

میں نے پچھلے سال ۱۴ اگست کو قومی اسمبلی پر قومی پرچم لہرانے کی عزت حاصل کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ آئندہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں پر لہرانے والے قومی پرچم کو سورج غروب ہونے کے وقت اتارا نہیں جائے گا۔ ہمارا پرچم پاکستانی عوام کے اقتدار اعلیٰ اور جمہوری اصولوں کی سربلندی کے نشان کے طور پر چوبیس گھنٹے لہراتا رہے گا۔ - - - - - ہمارا مقصد یہی ہے کہ پاکستان میں جمہوریت کی بنیادیں اتنی مضبوط کر دی جائیں کہ آئندہ یہاں جمہوری نظام کے علاوہ کوئی اور نظام برسرکار نہ آ سکے۔ ہمارا مقصد صرف یہی نہیں بلکہ انشاءاللہ وہ وقت دور نہیں جب پاکستان ایک مکمل اسلامی فلاحی مملکت ہو گا۔ پاکستان کے تصور کی بنیاد عدل و انصاف' اخوت' مساوات اور انسانی شرف پر رکھی گئی تھی۔ اگر ہم نے پاکستان کی تعمیر انہی اعلیٰ اقدار پر کی تو کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان کا وجود انسانیت کیلئے رحمت کا باعث ثابت ہو گا۔

آخر میں میں بطور خاص ان تقریبات میں شرکت کرنے والے غیر ملکی مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے زحمت فرمائی' ہماری خوشیوں میں شریک ہوئے اور عالمی جمہوری برادری کی یکجہتی اور ہم آہنگی کا عملی طور پر ثبوت دیا۔ مجھے امید ہے کہ وہ ان تقریبات میں شرکت کے ذریعے پاکستان میں جمہوریت کے سفر کی روداد سے واقف ہوئے ہیں اور یہ یقین لے کر واپس جائیں گے کہ پاکستان میں جمہوریت کا مستقبل درخشاں ہیں۔ انشاءاللہ۔

میں آخر میں لیڈر آف دی ہاؤس جناب نواز شریف صاحب اور سپیکر جناب منظور احمد وٹو صاحب کا اور ممبران صوبائی اسمبلی پنجاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے دعوت دی اور مجھے موقع دیا کہ میں آپ سے ملاقات کروں اور اپنے خیالات آپ تک پہنچاؤں۔

شکریہ۔ پاکستان زندہ باد!

معزز مہمانان گیلری میں تشریف فرما ہیں

معزز مہمانان گیلری میں تشریف فرما ہیں۔

گولڈن جوبلی خصوصی اجلاس کا ایک منظر

عطائے تمغہ جات

میاں منظور احمد وٹو، سپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب۔ معزز خواتین و حضرات، محترمہ آپ وزیر اعظم کی پر مغز اور خوبصورت تقریر کے بعد ابھی مجھے ان سے یہ استدعا کرنی ہے کہ وہ ازراہ کرم پنجاب اسمبلی کی طرف سے کچھ گولڈ میڈلز دینے کا ہمارا جو پروگرام ہے اس کے لئے تکلیف فرمائیں اور اپنے دست مبارک سے ہمارے بہترین پارلیمنٹیرینز جن کو پاکستان کی سب اسمبلیوں سے اور پارلیمنٹ سے منتخب کیا گیا ہے۔ ان کو اپنے دست مبارک سے گولڈ میڈل عطا کریں اور ان کے علاوہ پارلیمانی کوریج پنجاب اسمبلی کی بہترین انداز میں جن اخبارات نے کی ہے ان کو اپنے دست مبارک سے گولڈ میڈل عطا کریں۔ جناب وزیر اعظم سے درخواست ہے کہ وہ تشریف لائیں اور اپنے دست مبارک سے گولڈ میڈل عطا فرمائیں۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے میں دعوت دوں گا۔ سینیٹ سے ہم نے گذارش کی کہ آپ جناب چیئرمین اپنے ایک سینیٹر کے لئے ان کو بہترین پارلیمنٹیرین نامزد کریں تاکہ ہم جناب وزیر اعظم سے ان کو گولڈ میڈل دلوائیں۔ تو جناب چیئرمین سینیٹ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے لئے بہت مشکل ہے کہ میں اتنے سینیٹرز میں سے کس ایک کو بہترین پارلیمنٹیرین قرار دوں۔ انہوں نے معذوری کا اظہار کیا۔ میں جناب غلام اسحٰق خان چیئرمین سینیٹ کو سینیٹ کا بہترین پارلیمنٹیرین قرار دیتے ہوئے ان سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ خود تشریف لائیں۔

جناب غلام اسحٰق خان چیئرمین سینیٹ۔ تمام سینیٹ میں ہمارے معزز ممبران ہیں۔ میرے پاس کوئی معیار نہیں تھا کہ جو حق ان کا ہونا چاہئے تھا اس کے لئے میں ان میں سے منتخب کر سکوں۔

میاں منظور احمد وٹو سپیکر۔ جناب چیئرمین This is the decision of the Chair اور آپ کی اس ادا نے آپ کو بہترین پارلیمنٹیرین قرار دیا ہے۔

(جناب غلام اسحٰق خان چیئرمین سینیٹ نے گولڈ میڈل وصول کیا)۔

جناب اسپیکر۔ اب میں سندھ کی صوبائی اسمبلی سے ان کے نامزد کئے ہوئے ممبر جن کو سندھ اسمبلی نے بہترین پارلیمینٹیرین قرار دیا ہے۔ میر حیدر علی تالپور سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ تشریف لائیں اور اپنا گولڈ میڈل جناب وزیر اعظم سے وصول کریں۔ (ان کے نمائندہ نے جناب وزیر اعظم سے اپنا گولڈ میڈل وصول کیا)

جناب اسپیکر۔ اب میں جناب اخلاق احمد ایم پی اے سندھ اسمبلی سے گذارش کروں گا کہ وہ تشریف لائیں اور جناب وزیر اعظم سے گولڈ میڈل وصول کریں۔ (جناب اخلاق احمد ایم پی اے نے وزیر اعظم سے گولڈ میڈل وصول کیا)۔

جناب اسپیکر۔ اب سرحد اسمبلی سے جناب محمد ایوب خان تنولی تشریف لائیں گے اپنا گولڈ میڈل وصول کرنے کے لئے۔ انہیں ہم نے جب یہاں تشریف لانے کی دعوت دی تو وہ صوبائی اسمبلی سرحد کے صرف ممبر تھے لیکن اب وہ یہاں تشریف لانے تک تو وہ وزیر بن چکے تھے۔ (محمد ایوب خان تنولی نے جناب وزیر اعظم سے گولڈ میڈل وصول کیا)۔

جناب سپیکر۔ جناب لیفٹننٹ کرنل (ریٹائرڈ) نور بادشاہ سرحد اسمبلی کے ایم پی اے ہیں اور ان کو سرحد اسمبلی نے اپنا بہترین پارلیمنٹیرین قرار دیا ہے۔ (لیفٹننٹ کرنل (ریٹائرڈ) نور بادشاہ نے وزیر اعظم سے اپنا گولڈ میڈل وصول کیا)۔

جناب سپیکر۔ اور اب میں دعوت دوں گا جن کو بلوچستان اسمبلی نے اپنا بہترین پارلیمنٹیرین قرار دیا ہے وہ ہیں بلوچستان کے وزیر اعلیٰ جناب جام میر غلام قادر خان۔ (جناب جام میر غلام قادر خان نے وزیر اعظم سے اپنا گولڈ میڈل وصول کیا)۔

جناب سپیکر۔ بلوچستان اسمبلی کی مسز فضیلہ علیانی جن کو بلوچستان اسمبلی سے بہترین پارلیمنٹیرین منتخب کیا گیا ہے وہ اپنا گولڈ میڈل لینے کے لئے تشریف لائیں۔ (مسز فضیلہ علیانی نے وزیر اعظم سے اپنا گولڈ میڈل وصول کیا)۔

جناب سپیکر۔ آزاد جموں و کشمیر اسمبلی سے جناب چودھری عبدالعزیز جو کہ وہاں پر قانون اور پارلیمانی امور کے وزیر ہیں ان کو بہترین پارلیمنٹیرین قرار دیا گیا ہے تشریف لائیں اور جناب وزیر اعظم سے اپنا گولڈ میڈل وصول کریں۔ (چودھری عبدالعزیز نے وزیر اعظم سے اپنا گولڈ میڈل وصول کیا)۔

جناب سپیکر۔ اور اب پنجاب اسمبلی کی باری آئی ہے۔ ہم نے یہاں ایک کمیٹی تشکیل دی جو جناب ڈپٹی سپیکر، جناب لاء منسٹر اور ہمارے قائد حزب اختلاف پر مشتمل تھی۔ ان کو ہم نے یہ گزارش کی کہ آپ جو کمیٹی سمجھائے گا باہر ۲۴۰ معزز اراکین میں سے دو بہترین پارلیمنٹیرین کو منتخب کریں گے۔ انہوں نے پچاس فیصدی کام مکمل کر لیا ہے اور متفقہ طور پر انہوں نے جناب ملک اللہ یار خان صاحب کو بہترین پارلیمنٹیرین قرار دیا ہے۔ (ملک اللہ یار خان صاحب نے وزیر اعظم سے اپنا گولڈ میڈل وصول کیا)۔

جناب اسپیکر۔ خواتین و حضرات ہم کام ادھورا چھوڑنے کے عادی نہیں ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ پنجاب اسمبلی کا دوسرا میڈل ہم آج یہاں جمہوریت کیلئے، سیاسی عمل کیلئے، پارلیمانی روایات کیلئے، آج یہاں خراج تحسین پیش کریں ان کو جو آج یہاں ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔ مخدوم زادہ سید حسن محمود نے ایک پارلیمینٹیرین ہوتے ہوئے رواداری، بردباری، "حسن اخلاق اور قوت اظہار کی ایسی شمعیں روشن کی ہیں کہ جو آج کے ابھرتے ہوئے پارلیمینٹیرین کیلئے ہمیشہ روشنی کا کام دیتی رہیں گی۔ انہوں نے اپنی محنت سے یہاں اس معزز ایوان میں اس قدر خوبصورت روایات قائم کی ہیں کہ ہم ان کو کافی دیر تک نہیں بھلا سکیں گے۔ ہم آج ان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور میں درخواست کرتا ہوں ان کے فرزند ارجمند جناب مخدوم احمد محمود سے کہ وہ مخدوم زادہ حسن محمود (مرحوم) کے لئے گولڈ میڈل وصول کریں۔ (مخدوم احمد محمود نے وزیر اعظم سے گولڈ میڈل وصول کیا)۔

جناب اسپیکر۔ اس وقت ہمارے پاس ایک ایسا مرحلہ باقی ہے جو عمر کے لحاظ سے ہے ہم نے یہ سوچا تھا کہ عمر کے لحاظ سے جو معمر ترین پارلیمینٹیرین جس نے اسمبلی میں پر اعتماد رکھا اور پنجاب اسمبلی کے در و دیوار نے جن کے قدموں کی چاپیں سنی ہیں جن کو ہم یہاں جناب وزیر اعظم سے درخواست کریں گے کہ وہ ان کو گولڈ میڈل دیں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سید احمد علی شاہ جو ۱۹۵۱ء کی اسمبلی میں 'پنجاب اسمبلی' میں یہاں ایک معزز رکن کے طور پر بیٹھتے رہے وہ آج صحت مند ہیں اور ماشاءاللہ اپنا گولڈ میڈل وصول کرنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ جناب سید احمد علی شاہ۔ (سید احمد علی شاہ نے وزیر اعظم سے اپنا گولڈ میڈل وصول کیا)۔

جناب اسپیکر! نیشنل اسمبلی کے معزز اراکین کے بارے میں بھی ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم ان میں سے بہترین پارلیمینٹیرین کو گولڈ میڈل دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے جناب اسپیکر حامد ناصر چٹھہ صاحب کی خدمت میں گزارش کی کہ وہ ہمیں پوری قومی اسمبلی سے ایک بہترین پارلیمینٹیرین کا انتخاب کر کے دیں جن کو ہم گولڈ میڈل دے سکیں۔ تو جناب حامد ناصر چٹھہ بھی بیانے لگے انہوں نے معذرت کا اظہار کیا اور مجھے بتایا کہ بھائی یہ ۲۳۷ اراکین کے ہاؤس میں سے میں ایک کو کیسے چن لوں۔ تو جناب چٹھہ کا یہ فیصلہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے بہترین پارلیمینٹیرین ہونے کی دلالت کرتا ہے۔ پس انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ تشریف لائیں اور جناب وزیر اعظم سے اپنا گولڈ میڈل وصول کریں۔ (جناب حامد ناصر چٹھہ نے وزیر اعظم سے اپنا گولڈ میڈل وصول کیا)۔

جناب اسپیکر۔ ہمارے پاس اس وقت ہمارے صوبہ بلوچستان سے، سندھ سے اور سرحد سے وفود میں کچھ ہماری بہنیں تشریف لائی ہیں۔ یہاں وہ ہماری مہمان ہیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ اپنے گھر میں آئی بہنوں کو خالی واپس نہیں جانے دینا چاہیے ہم نے ان کے لئے گولڈ میڈل تو نہیں لیکن ہم نے ان کے لئے گولڈن لاکٹ بنوائے ہیں۔ سب سے پہلے یہ گولڈن لاکٹ مسز ڈاکٹر اے اشرف کے لئے تھا وہ اس کی مستحق تھیں۔ (مسز اے اشرف نے وزیر اعظم سے اپنا گولڈ لاکٹ وصول کیا)۔

جناب سپیکر۔ اب سرحد اسمبلی سے ہماری رکن محترمہ ـــــہ احمد نواز صاحبہ تشریف لائیں گی اور جناب وزیر اعظم سے اپنا گولڈن لاکٹ وصول کریں گی۔ (محترمہ ـــــہ احمد نے وزیر اعظم سے اپنا گولڈن لاکٹ وصول کیا)۔

جناب سپیکر۔ اب میں دعوت دوں گا مسز بشریٰ رحمن رکن صوبائی اسمبلی پنجاب کو کہ وہ آئیں اور وہ جناب وزیر اعظم سے اپنا لاکٹ وصول کریں اپنی بہترین کارکردگی پر۔ تشریف لائیے گا۔ (مسز بشریٰ رحمان نے وزیر اعظم سے اپنا گولڈ لاکٹ وصول کیا)۔

جناب اسپیکر۔ اب میں مس پری گل آغا کو جو کہ بلوچستان سے تشریف لائی ہیں۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ تشریف لائیں اور جناب وزیر اعظم سے میں درخواست کروں گا کہ وہ پنجاب اسمبلی کا نشان انہیں پیش کریں۔ (مس پری گل آغا صاحبہ نے وزیر اعظم سے پنجاب اسمبلی کا نشان وصول کیا)۔

جناب اسپیکر! مجھے خوشی ہے یہ اعلان کرتے ہوئے کہ ہماری کمیٹی جو میرٹ کورٹ کے لئے میں نے مقرر کی تھی جسٹس فضل محمود صاحب کی سربراہی میں انہوں نے میرٹ کورٹ کے لئے اخبارات کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اور مجھے یہ اعلان کرتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ انہوں نے روزنامہ "جنگ" اور روزنامہ "نوائے وقت" کو گولڈ میڈل کا مستحق قرار دیا ہے۔ تو میں گذارش کروں گا میر شکیل الرحمان صاحب مدیر روزنامہ جنگ سے کہ وہ تشریف لائیں اور عزت مآب وزیر اعظم سے اپنا گولڈ میڈل حاصل کریں۔ (جناب میر شکیل الرحمان صاحب نے اپنا گولڈ میڈل وصول کیا)۔

جناب اسپیکر۔ اور روزنامہ نوائے وقت کے جناب مجید نظامی صاحب سے میں گذارش کروں گا کہ وہ تشریف لائیں اور جناب وزیر اعظم سے اپنا گولڈ میڈل وصول کریں۔ پی ان کی طرف سے جناب انور قدوائی کو انہوں نے نامزد کیا ہے وہ ان کا گولڈ میڈل حاصل کریں گے۔ (مجید نظامی کی جگہ جناب انور قدوائی نے گولڈ میڈل وصول کیا)۔

جناب اسپیکر! آخری مرحلے پر میں جناب والا سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے یہاں پنجاب اسمبلی میں یہ بھی طریقہ اپنانے کی کوشش کی کہ ہمارے وزراء یہاں پر پارلیمانی معاملات میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں، ہاؤس میں اپنی حاضری کو ensure کریں اور اپنے سوالات کے وقفے میں خوب تیاری کر کے آئیں اور یہاں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کریں تو ہم نے ان کے لئے جناب والا بہترین وزیر کے لئے پنجاب میں ایک گولڈ میڈل رکھا تھا اس کے لئے بھی یہ فیصلہ میں نے جناب والا پہ چھوڑ دیا ہے اور میں یہ اعلان کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ The Chief Minister is the best Minister of the Punjab Assembly. تشریف لائیں اور اپنا گولڈ میڈل وصول کریں۔

(جناب میاں محمد نواز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنا گولڈ میڈل وصول کیا)

جناب سپیکر۔ اب آخر میں میں یہ سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی کی طرف سے "پنجاب اسمبلی کا نشان عزت" جناب وزیر اعظم کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

میں اس موقع پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی کی کوریج میں ہمارے ساتھ "اے پی پی" "ڈان" "مشرق" "پاکستان ٹائمز" "نیشن" "مغربی پاکستان" "امروز" "مسلم" غرض یہ کہ تمام اخبارات نے ہمارے ساتھ بے حد تعاون کیا ہے اور ہمیشہ پنجاب اسمبلی کی پارلیمانی کوریج کو بہتر سے بہتر انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے ہم ان تمام کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی میں اس موقع پر جناب وزیر اعظم کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جملہ ذرائع ابلاغ نے پاکستان ریڈیو نے پنجاب اسمبلی کی کوریج کی حد تک بھی اور گولڈن جوبلی کی تقریبات کی کوریج بھی پاکستان ریڈیو نے بہترین انداز میں کی ہے۔ اور جناب والا میں خاص طور پر پاکستان ٹیلیویژن کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان ٹیلیویژن نے ہمیشہ پنجاب اسمبلی کی کوریج نہایت موثر انداز میں کی ہے اور گولڈن جوبلی کی کوریج خاص طور پر پاکستان ٹیلیویژن نے نہایت محنت سے اور جان فشانی سے اور نہایت احسن انداز میں کی ہے ہم ان کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

سپیکر

دُعا

میاں منظور احمد وٹو اسپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب۔ اب آخری مرحلے پر میں جناب وزیر اعظم کی خدمت میں یہ گذارش پیش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ایک بڑا نادر موقع ہے کہ وہ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اور پاکستان کی انتہائی محترم اور معزز ہستیاں یہاں ہمارے ساتھ موجود ہیں۔ میں عزت مآب وزیر اعظم سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ وہ پاکستان کی سلامتی' پاکستان کے عوام کی خوشحالی' پاکستان کی عظمت' اس ملک میں اسلام کی عظمت اور جمہوری اداروں کی سربلندی کے لئے دعا فرمائیں۔ (تمام حاضرین و ناظرین نے کھڑے ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ مخدوم محمد سجاد حسین قریشی گورنر پنجاب نے دعا کی قیادت کی)

مخدوم محمد سجاد حسین قریشی گورنر پنجاب۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام پر قائم رکھے۔ ہمیں ایمان و ایقان کی برکتوں سے نوازے اور ملک پاکستان کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور ہمیشہ اس کی سرحدوں کی حفاظت اور اس کے نظریات کی حفاظت کے لئے ہمیشہ سینہ سپر رہیں اور یہ امانت جو ہمیں ورثے میں ملی' ہمارے بزرگوں نے اپنے خون کے سمندروں کو عبور کر کے اسے حاصل کر کے ہمیں دی۔ انشاءاللہ اس طرح ہم اس امانت کو آئندہ آنے والی نسلوں کے حوالے کریں۔ ربنا مغفر لنا ذنوبنا و اعف عنا فی الدنیا والآخرہ انک علی کل شئی قدیر اللھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد نبی رحمت و کاشف الامت و شفیع الامت و الہ و اصحابہ و ذریتہ و اھلبیتہ اجمعین ○

گولڈن جوبلی کے خصوصی اجلاس کا اختتام

اور اب آج کا یہ خصوصی اجلاس جناب وزیر اعظم کے شکریہ کے ساتھ ۱۴ تاریخ کو صبح دس بجے تک کے لئے ملتوی ہوتا ہے۔

سپیکر

وزیراعظم پاکستان گولڈن جوبلی کیک کاٹ رہے ہیں۔

ثقافتی شام

اور

تاریخی مقامات کی سیر

پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی تقریبات کے سلسلے میں الحمرا میں منعقدہ ثقافتی شام میں حاضرین کا ایک منظر

ثقافتی شام میں حاضرین کا ایک منظر

ترک پارلیمانی وفد کے اراکین مزار اقبال پر فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔

غیر ملکی وفود بادشاہی مسجد دیکھ رہے ہیں۔

مسٹر اینڈ مسز ہیرالڈ واکر شاہی قلعہ لاہور کی سیر کر رہے ہیں۔

مہمان شیش محل دیکھ رہے ہیں۔

شالیمار باغ میں شہریان لاہور کی طرف سے دیے گئے استقبالیہ میں مہمانان ' میاں محمد اظہر ' میئر میٹروپولیٹن کارپوریشن لاہور کے ہمراہ

مہمانان شالیمار باغ میں دیے گئے استقبالیہ میں۔

شہریوں کی طرف سے دہلی گیٹ کے استقبالیہ میں میئر لاہور کارپوریشن سپاسنامہ پیش کر رہے ہیں۔

سردار سکندر حیات خان وزیر اعظم آزاد جموں و کشمیر سپاسنامہ کا جواب دے رہے ہیں۔

اِستقبال

مہمانانِ گرامی

سپیکر پنجاب اسمبلی ملائیشین سینیٹ کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

سپیکر پنجاب اسمبلی، سپیکر قومی اسمبلی کا استقبال کر رہے ہیں۔

میاں منظور احمد وٹو' اسپیکر پنجاب اسمبلی' سردار وزیر احمد جوگیزئی' ڈپٹی اسپیکر قومی اسمبلی کا خیر مقدم کر رہے ہیں۔

اسپیکر سرحد اسمبلی و اسپیکر پنجاب اسمبلی

جناب سعید احمد منہیس، وزیر خوراک پنجاب، جناب سعید اکبر خان مشیر برائے وزیر اعلیٰ پنجاب، چودھری ارشاد علی، رکن صوبائی اسمبلی پنجاب اور جناب انور زاہد، چیف سیکرٹری
جناب اشرف ولی محمد تابانی، گورنر سندھ کا استقبال کر رہے ہیں۔

سپیکر پنجاب اسمبلی، وزیر اعلیٰ سندھ کا استقبال کر رہے ہیں۔

میاں منظور احمد وٹو، سپیکر پنجاب اسمبلی، سید مظفر حسین شاہ سپیکر، سندھ اسمبلی کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

وزیر اعلیٰ پنجاب، گورنر سرحد، گورنر بلوچستان اور سپیکر پنجاب اسمبلی۔

وزیراعلیٰ بلوچستان اور سپیکر پنجاب اسمبلی

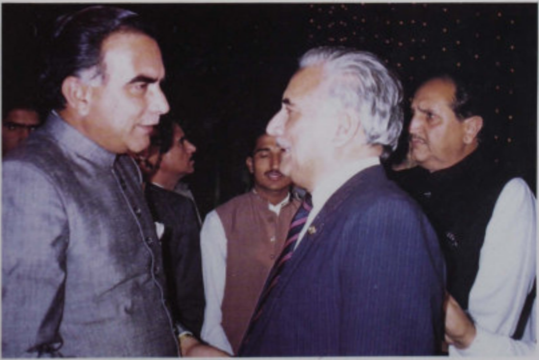

میاں منظور احمد وٹو سپیکر پنجاب اسمبلی 'جناب کے۔ ایچ۔ خورشید قائد حزب اختلاف 'بحیثیت اسمبلی آزاد جموں و کشمیر کا استقبال کر رہے ہیں۔

سپیکر پنجاب اسمبلی' سپیکر بلوچستان و دیگر اراکان وفد کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

سپیکر پنجاب اسمبلی سندھ اسمبلی کے وفد کا استقبال کر رہے ہیں۔

سندھ اسمبلی کے وفد کے ارکان اور سپیکر پنجاب اسمبلی

میاں منظور احمد وٹو "جناب مبین الحق صدیقی" سابق سپیکر مغربی پاکستان اسمبلی کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

میاں منظور علی رانجھا ڈپٹی سپیکر پنجاب اسمبلی' ڈاکٹر محبوب الحق' وفاقی وزیر منصوبہ بندی و ترقیات کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

جناب عبدالباری جیلانی' ڈپٹی سپیکر سندھ اسمبلی' جناب اختر علی جی قاضی وزیر قانون سندھ اور سپیکر پنجاب اسمبلی۔

سپیکر پنجاب اسمبلی سندھ اسمبلی کے وفد کا استقبال کر رہے ہیں۔

چیئرمین سینٹ، وفاقی وزیر منصوبہ بندی و ترقیات کو ڈپٹی سپیکر و اراکین پنجاب اسمبلی خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

سپیکر و اراکین پنجاب اسمبلی، سپیکر و اراکین سندھ اسمبلی کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

بلوچستان اسمبلی کے وفد کا استقبال۔

سپیکر و اراکین پنجاب اسمبلی ڈپٹی سپیکر مجلس ایران اور ایرانی وفد کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

سپیکر و اراکین پنجاب اسمبلی، مسٹر اور مسز ہیر اللہ واکر کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

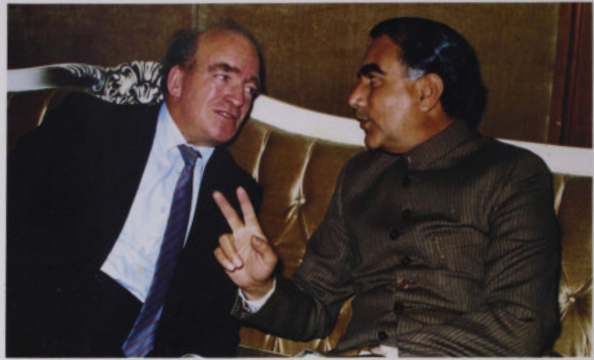

مسٹر ہیرالڈ واکر اور سپیکر پنجاب اسمبلی

میاں منظور احمد وٹو اور پروفیسر شریف مغل

ڈپٹی سپیکر مجلس ایران' سپیکر پنجاب اسمبلی کو تحفہ دے رہے ہیں۔

ڈپٹی سپیکر 'آزاد کشمیر اسمبلی' ملک محمد علی خان 'ڈپٹی چیئرمین سینیٹ آف پاکستان' میاں منظور احمد وٹو 'سپیکر پنجاب اسمبلی اور سردار سکندر حیات خان 'وی آئی پی لاؤنج میں تشریف فرما ہیں۔

میاں منظور احمد وٹو، مسز پری گل آغا، سیدہ عفت نعیم اور بیگم فرحت خواجہ رفیق۔

پنجاب اسمبلی کی خواتین اراکین اور بلوچستان اسمبلی کے وفد کی خواتین

قومی اسمبلی کی خواتین اراکین وی۔ آئی۔ پی لاؤنج میں تشریف فرما ہیں۔

میاں منظور احمد وٹو اسپیکر پنجاب اسمبلی کے زیر صدارت گورنرز ہاؤس انتظامی کمیٹی کے اجلاس کا ایک منظر۔

استقبالی قطار میں صوبائی وزراء اور اراکین پنجاب اسمبلی

استقبالی قطار میں صوبائی وزراء، مشیران، اراکین پنجاب اسمبلی اور اعلیٰ افسران

جناب سعید احمد منہیس وزیر خوراک پنجاب لاہور ایئرپورٹ پر جناب غلام اسحٰق خان صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان کا استقبال کر رہے ہیں۔

سردار عارف رشید، وزیر جنگلات پنجاب، جناب آفتاب احمد شیخ مشیر برائے وزیر اعلیٰ پنجاب، جناب انور زاہد، چیف سیکرٹری پنجاب، سید غوث علی شاہ وزیر اعلیٰ سندھ کا خیر مقدم کر رہے ہیں

پیغامات

بسم الله الرحمن الرحيم

THE ISLAMIC REPUBLIC OF PAKISTAN

General M. Zia-ul-Haq

ISLAMABAD
3012/2/PRESIDENT

21 Ramazan 1408 AH
08 May 1988

Mian Manzoor Ahmad Khan Wattoo
Speaker
Punjab Assembly
Lahore

Dear Mian Manzoor Wattoo,

السلام علیکم و رحمة الله و برکاته

I am writing this to congratulate you on organising an excellent function in connection with the Punjab Assembly Golden Jubilee Celebrations. I am grateful to you for inviting me and giving me an opportunity to address the Punjab Assembly Session on this historic occasion. Your speech was very impressive, and I am indebted to you for all you said about me and for the credit you gave me.

I have written separately to the Chief Minister Punjab about the excellent arrangements made on the occasion, but I would be grateful if you could kindly convey my deep appreciation to all those who were associated with these arrangements.

With regards,

Yours sincerely,

M. Zia ul Haq

General
(M. Zia-ul-Haq)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وزیر اعلیٰ

نمبر پی ایس او - II / سی ایم ایس / ۲۲۵ / ۸۸

مورخہ :- ۲۷ - فروری ۱۹۸۸ء

مکرمی جناب میاں منظور احمد وٹو صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مراسلہ مورخہ 13-فروری 1988ء موصول ہوا -

پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی کی تقریبات میں شرکت اور انکی کامیابی کیلئے آپ کی اعانت میرا فرض تھا - فی الحقیقت عظیم گولڈن جوبلی کی تقریبات آپ کی انتھک کوششوں اور قابل رشک تنظیمی صلاحیتوں کا نتیجہ ہے -

آپ کی دعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وطن عزیز میں جمہوری اقدار کیلئے زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے میں صدق دل سے شریک ہوں - آمین

یقیناً مستقبل میں بھی آپ کے ساتھ میرا تعاون اسی شدومد کے ساتھ برقرار رہے گا -

نیک خواہشات اور تمناؤں کے ساتھ -

آپ کا مخلص

نواز شریف

(نواز شریف)

جناب منظور احمد وٹو

سپیکر ، صوبائی اسمبلی پنجاب -

The Speaker's Rooms
U. S. House of Representatives
Washington, D. C. 20515

February 3, 1988

Mian Manzur Ahmad Wattoo
Speaker
Punjab Provincial Assembly
Lahore, Pakistan

Dear Mr. Speaker:

On behalf of the United States House of Representatives, I would like to offer my best wishes as you celebrate the 50th anniversary of the Punjab Provincial Assembly. I regret that the press of business in Washington prevents me from joining you in Lahore to honor this important occasion and to reciprocate your visit to the United States two years ago. As a member of Congress from Texas, one of the largest and most dynamic states in the union, I can feel a special kinship with the vibrant people of Punjab.

We in the United States Congress have recently had occasion to review developments in Pakistan in connection with the annual consideration of foreign assistance legislation. We were especially pleased to see the continued strengthening of constitutional institutions in your country, exemplified by the local body elections held last November. We were also once again impressed by your country's principled and courageous stand in support of Afghan self-determination. I am confident that our traditional friendship will survive and prosper for many years to come.

Again, please convey to your members my good wishes and those of my colleagues as you pass this important milestone.

Very best wishes.

Sincerely,

Jim Wright

Jim Wright
The Speaker

FROM: THE RT HON HAROLD WALKER PC MP

CHAIRMAN OF WAYS AND MEANS and DEPUTY SPEAKER
HOUSE OF COMMONS
LONDON SWIA OAA

H.E. Mian Manzoor Ahmed Wattoo,
Speaker,
Provincial Assembly of Punjab,
Assembly Chambers,
Lahore,
PAKISTAN.

19 February 1988.

Dear Mr Speaker

Mary and I extend to you our warmest gratitude for the great welcome and very generous hospitality extended to us during our visit to Lahore. We greatly enjoyed our stay in your splendid city and only wish that we had had more time to visit its many interesting sights.

May I take this opportunity of extending to you my congratulations on your excellent conduct of the Assembly's Jubilee Celebrations. The discussions were very well arranged and the standard of debate - at least those speeches in English!- most impressive. I trust that the Assembly will go from strength to strength in the years ahead.

On my return I reported in detail to Mr. Speaker Weatherill and he asked me to convey his very best wishes to you. He hopes to have the pleasure of visiting Pakistan before too long.

We greatly treasure your personal gifts and they will always remind us of the very happy time we spent in Lahore and of the great friendship and kindness with which we were received.

With our warmest regards and grateful thanks.

Yours sincerely,
Harold Walker

DR. BAL RAM JAKHAR
SPEAKER, LOK SABHA

NEW DELHI

Dated : 11-2-1988

MESSAGE

I am very happy to know that the Provincial Assembly of Punjab would soon be celebrating its Golden Jubilee at Lahore. Vibrant as a legislature should be the Punjab Assembly, right from the days of freedom struggle, has been a House with enviable historical record and rich traditions. Everybody should be proud of the achievements of this great democratic institutions.

We live today in a world full of tensions. The solutions to various pressing problems could only be found through mutual discussion in a cool and favourable atmosphere. THere cannot be a better place for such noble causes than a legislature. A heavy responsibility is, thus, cast on the fraternity of Parliamentarians by the people whom they represent. I am sure theywill justify the confidence reposed in them by the people while conducting themselves in and outside the legislature.

I very much wanted to join the celebrations but feel sad for not being able to do so due to prior pressing commitments. My congratulations to all of you in the Assembly - the proud successors of a galaxy of eminent legislators - on this historic occasion.

(BAL RAM JAKHAR)

Yang di-Pertua Dewan Rakyat
(Speaker, House of Representatives)

PARLIMEN MALAYSIA
KUALA LUMPUR

9th. February, 1988.

His Excellency
Mr. Mian Manzoor Ahmad Wattoo,
Speaker,
Punjab Assembly,
Lahore,
Pakistan.

Your Excellency,

It was indeed a great pleasure to me to be given the opportunity to attend the Golden Jubilee Celebrations of the Pubjab Assembly. May I express my sincere gratitude for the welcome and the generous hospitality extended to me.

The arrangements made for the visit were excellent and I was able to see much during the short time I was in Lahore, and I have made many friends. My thanks to you and to officers of the Assembly.

I brought back home very pleasant memories of a beautiful country and most charming and friendly people whose generous hospitality I will remember at all times.

I would like to wish Your Excellency continuing good health, happiness and prosperity and to look forward to a lasting happy and fruitful relationship between our respective Parliaments. I hope Your Excellency will find the time to visit Malaysia soon.

Please accept Your Excellency the assurances of my highest consideration.

Yours sincerely

(Tan Sri Dato' Mohamed Zahir)
SPEAKER,
HOUSE OF REPRESENTATIVES.

SPEAKER

Phone 76467
76594

No.PA/NWFP/P.S/88/1624

ASSEMBLY CHAMBER
PESHAWAR.

February 07, 1988.

My dear Mian Sahib,

I on behalf of myself and members of my delegation heartily congratulate you for the most successful and splendid ceremony of the golden jubliee of your Assembly.

We are highly indebted and obliged for the hospitality extended to us and we felt quite at home due to best possible arrangements.

Please convey my congratulation to the members of the Reception Committee and to the staff of your Provincial Assembly Secretariat for the utmost cooperation extended to us.

With profound regards.

Sincerely yours,

(RAJA AMANULLAH KHAN)

MIAN MOHAMMAD MANZOOR AHMAD
WATTOO,
SPEAKER, PROVINCIAL ASSEMBLY
OF THE PUNJAB, LAHORE.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

SPEAKER

Phone No. 79512

D. O. No. PAB|PA(S)-II|86.

Baluchistan Provincial Assembly

Quetta 7th Feb, 1988

My dear Watto Sahib

Asslam-o-Alaikum

I, on my part and on the behalf of my entourage, extend cordial falicitations to you on conducting successfullay the celebrations of the Golden Jubilee of Punjab Assembly, and am grateful for the hospitality you extended to us during our stay at Lahore. Infact he celebrations of the Golden Jubilee of Punjab Assembly was a good experience for us, also it provided a rare opportunity to us to meet the elected representatives of all the Assemblies in Pakistan and abroad.

With kindest regards.

Yours Sincerely

(Mohammad Sarwar Khan Kakar)

Mian Manzoor Ahmad Wattoo,
Speaker,
Provincial Assembly of Punjab,
LAHORE.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Ashraf W. Tabani

GOVERNOR, SIND
سندھ گورنر ہاؤس کراچی
نمبر پی ایس/گورنر/۱۰-۱/۱/۸۸
۲۳ فروری ۸۸ء

مکرمی جناب میاں منظور احمد وٹو صاحب

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مجھے صوبۂ پنجاب کے اعلیٰ ترین نمائندہ اِدارے کی گولڈن جوبلی کی تاریخی تقریب میں شرکت کے لیے مدعو کر کے آپ نے میری عزّت اَفزائی فرمائی جس کے لیے میں آپ کا اِنتہائی شکر گزار ہوں۔

اِس اَمر میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کے سب سے ترقی یافتہ صوبۂ پنجاب کی اسمبلی نے ملک کی تاریخ میں تحریکِ پاکستان کو اِس کامیابی سے ہمکنار کیا تھا جس کی بدولت آج ہم اقوامِ عالم میں ایک آزاد اور پُرعزم قوم کی حیثیت سے سَر اُٹھانے کے قابل ہیں اور دوسرے آزاد اور خود مختار ممالک کے شانہ بشانہ کھڑے ہونے کے اہل ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ اِنشاءاللہ یہ اِدارہ آئندہ بھی اپنی تاریخی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے ملک و قوم کی ترقی اور جمہوری اِداروں کی مضبوطی کے لیے اپنا کردار بطریقِ اَحسن نبھائے گا۔

پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی تقریبات کو جس منظّم طریقے سے ترتیب دیا گیا وہ قابلِ ستائش ہے اور اس میں شمولیت کی یاد برسوں ہمارے دِلوں میں تازہ رہے گی۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ وہ جمہوریت کے فروغ اور جمہوری اِداروں کے اِستحکام کے سلسلے میں کی جانے والی آپ کی تمام کوششوں کو کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔

مجھے دئے تحفے تحائف کے لئے بھی میں آپ کا مشکور ہوں

والسّلام

نیک خواہشات کے ساتھ

خیر اندیش

اشرف ولی محمد تابانی

مکرمی جناب میاں منظور احمد وٹو صاحب
اسپیکر صوبائی اسمبلی پنجاب
لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

MINISTER FOR
LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS,
N.-W. F. P.

SARDAR MAHTAB AHMED KHAN

D. O. No PS/Min/Law-Parlet/9-2/199

Dated Peshawar, the 27/3/88

My dear Wattoo Sahib

Thank you very much for your letter bearing No.PAP/CPA-87/1158,dated 13th February,1988.

I take this opportunity to convey my good wishes and heart-felt thanks in recognition of your hospitility,boarding arrangements and warm wel come to us at Lahore on eve of Golden Jubilee of the Assembly of the Punjab. Let me mention that tradition set by the Representatives of the Punjab will obviously pave the way in promoting democratic and parliamentary system in the country to the extent needed. May Almighty God bless all of us to do our utmost in strengthening this developing country in every sphere of life.

With regards,

Yours sincerely,

M. Khan

Mr.Manzoor Ahmed Wattoo,
Speaker Provincial Assembly of
the Punjab,Lahore.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Phones : 850868 / 854213

UNIVERSITY LAW COLLEGE
UNIVERSITY OF THE PUNJAB
(New Campus)
LAHORE-20

Professor Sardar Muhammad Iqbal Khan Mokal
Gold Medallist, Law Prizeman,
University Topman and Recordholder,
PRINCIPAL

Dated ۲۱ - ۲ - ۱۹۸۸

مکرمی و محترمی

وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ کا شفقت نامہ نمبری پی اے پی۔ سی پی اے ۔ ۸۷/۱۰۱۷ ، محررہ ۱۳ فروری ۱۹۸۸ صادر ہوا ، جس کے لئے میں ذاتی طور پر جناب کا انتہائی شکر گزار ہوں۔

پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی تقریبات کا جس شاندار انداز سے انعقاد ہوا اس پر میں اپنی جانب سے آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ سب کامیابی آپ کی محنت شاقہ ، آپ کی جواں ہمتی اور آپ کے خلوص کا قدرتی نتیجہ ہے ۔ جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے وہ کم ہے ۔ خداوند تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ آپ کو صحت مند اور خوش و خرم رکھے ۔ اور آپ پر اپنی تمام تر مہربانیوں کی نوازشات جاری و ساری رکھیں ۔ آمین!

انتہائی خلوص کے ساتھ

آپ کا خیر اندیش

محمد اقبال سردار

(پروفیسر سردار محمد اقبال خاں موکل)
پرنسپل

محترم المقام جناب میاں منظور احمد وٹو صاحب
سپیکر
صوبائی اسمبلی پنجاب ۔ لاہور

Phones : Off : 52 12 77
Res : 42 15 93
42 71 76

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

S. A. Bari Jelani
DEPUTY SPEAKER

PROVINCIAL ASSEMBLY OF SIND

Karachi, dated 8-2-**198**8 .

Dear Mr. Wattoo Saheb.

I feel pleasure in paying heartfelt thanks and gratitude for the warm welcome & hospitality I was afforded while I visited Lahore on the occasion of celebration of GOLDEN JUBILEE OF PROVINCIAL ASSEMBLY OF THE PUNJAB alongwith my fellow members on 31st January, 1988.

The arrangements made in this respect were very impressive and excellent.

We were much impressed by your affection and love afforded to us during our stay in Lahore.

I wish to be your host as & when you visit Karachi.

With best regards;

Yours

(S.A. BARI JELANI)

c/o "FIXIT" AGENCIES,
Pehalwiebad Chowrangi,
Karachi-5

فروری ۱۹۸۸ء

میر عبدالباقی بلوچ

محترم المقام جناب میاں منظور احمد وٹو صاحب سپیکر پنجاب اسمبلی

سلام مسنون۔

پنجاب اسمبلی کی گولڈن جوبلی کی تقریبات میں آپ نے مجھے مدعو فرما کر جس فراخدلی سے میری اور سب کی مہمان نوازی کی اس کا میں جس قدر شکریہ ادا کروں کم ہے۔ آپ کے عملے نے حُسنِ انتظام کا جو ثبوت فراہم کیا وہ بھی قابلِ ستائش ہے۔ براہِ کرم میرا شکریہ اُن تک بھی پہنچا دیجئے۔

یہ تقریبات میری زندگی کے یادگار لمحوں میں شمار ہوں گے۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

مخلص

عبدالباقی بلوچ

SYED AHMED MAHMUD
MPA

makhdum house
81 - E - I, Gulberg - III
Lahore
Phones : 871259
872609

۹ مارچ ۱۹۸۸ء

محترم المقام جناب میاں صاحب والا شان

السلام علیکم و رحمۃ اللہ ۔

میں صوبائی اسمبلی پنجاب کی گولڈن جوبلی (۱۹۳۷ - ۱۹۸۷) کے شاندار انعقاد پر جناب والا کو صمیم قلب سے مبارکباد عرض کرتا ہوں ۔ جوبلی کی عظیم الشان تقریبات آپ کے خلوص ۔ جوان ہمتی ۔ عالی حوصلگی اور محنت شاقہ کا مظہر تھیں ۔ جس میں نہ صرف تمام صوبوں اور آزاد کشمیر کے ممبران اسمبلی اور وفاقی پارلیمنٹ کے نمائندے شامل تھے بلکہ دنیا کے دوسرے جمہوری ممالک کے مندوبین بھی شریک ہوئے ۔ اتنی کثیر تعداد میں شرکائے کرام کی رہائش ۔ مہمان نوازی ۔ ٹرانسپورٹ اور سیر و تفریح کا وسیع انتظام جو آپ نے فرمایا ۔ وہ نہایت عمدہ اور مثالی تھا ۔ جس کا اعتراف صدر پاکستان ۔ وزیر اعظم پاکستان اور وزیر اعلیٰ پنجاب کے علاوہ دیگر معزز شرکاء نے دوران اجلاس اور بعد ازاں اپنے خطوط کے ذریعے کیا ۔ اس کے لئے آپ کے حسن انتظام کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے ۔ مختلف اجلاس میں جو تقاریر اور مقالات پڑھے گئے وہ نہایت گرانقدر ۔ بصیرت افروز اور جمہوریت کی

SYED AHMED MAHMUD
MPA

makhdum house
81 - E - I, Gulberg - III
Lahore
Phones : 871259
872509

اہمیت اور افادیت کے حامل تھے۔ اور میرے جیسے نو وارد سیاست دانوں کے لئے بہت سبق آموز تھے۔

آنجناب کی رہنمائی میں اسمبلی کے افسران اور عملہ نے بھی محنت، لگن اور خندہ پیشانی سے اس تقریب کو کامیاب بنانے میں سعی وجہد کی۔ جس کے لئے وہ بھی یقیناً تعریف وتحسین کے مستحق ہیں۔

گولڈن جوبلی کی اس تاریخی تقریب میں میری شرکت ایک اضافی تشکر کا موجب بھی بنا۔ کہ آپ نے میرے مرحوم ومغفور والد بزرگوار جناب مخدوم سید حسن محمود صاحب۔ سابق قائد حزب اختلاف۔ پنجاب اسمبلی کی حسن کارکردگی اور پارلیمانی خدمات کے اعتراف میں ان کا سنہری تمغہ مجھے عنایت فرمایا۔ اور ان کی تصویر اسمبلی گیلری میں بطور یادگار نمایاں مقام پر آویزاں فرمائی۔ اس عزت افزائی کے لئے میں آپ کا بے حد ممنون وشکر گزار ہوں۔ اس تقریب کی حسین یاد میرے دل پر ہمیشہ ثبت رہے گی۔

میں آپ کی درازیٔ عمر اور صحت کے لئے دست بدعا ہوں۔

مخلص
(سید احمد محمود)
ممبر صوبائی اسمبلی ۔ پنجاب

بخدمت عزت مآب جناب میاں منظور احمد وٹو صاحب
سپیکر ۔ صوبائی اسمبلی ۔ پنجاب ۔ لاہور ۔

پنجاب اسمبلی کی قرارداد

مؤرخہ ۸ فروری ۱۹۸۸ء

اس ایوان کی رائے ہے کہ پنجاب اسمبلی کی تاریخ ساز گولڈن جوبلی کی تقریبات جس منفرد انداز میں منائی گئی ہیں۔ پاکستان کی پارلیمانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

جمہوری قدروں کو فروغ دینے اور اعلیٰ پارلیمانی روایات قائم کرنے کے لئے یہ تقریبات عوامی سطح پر ایک خوشگوار تاثر قائم کریں گی اور ملکی یکانگت واستحکام کے لئے نہایت ہی سود مند ثابت ہوگی۔ ان تقریبات کو اس انداز سے منانے کی تخلیقی سوچ کا سہرا جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کے سر ہے۔ جن کی ذاتی کوششوں، صلاحیتوں اور بھرپور توجہ سے ان تقریبات کا انعقاد ممکن ہو سکا۔

اس سلسلہ میں جناب قائد ایوان میاں نواز شریف نے جو تعمیری کردار ادا کیا وہ بھی از حد قابل ستائش ہے۔ ان کی خصوصی سرپرستی سے تقریبات کی افادیت اور ان کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں جو سہولت میسر آئی ہے یہ ان کی جمہوریت پسندی اور پارلیمانی روایات سے محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جناب قائد حزب اختلاف میاں محمد افضل حیات نے ان تقریبات میں تعاون فرما کر اپنی بھرپور جمہوریت پسندی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ یہ ایوان متفقہ طور پر جناب سپیکر، جناب قائد ایوان و جناب قائد حزب اختلاف اور عملہ پنجاب اسمبلی سیکرٹریٹ کو اس شاندار کارنامہ اور کارکردگی پر دل کی گہرائیوں سے خراج تحسین اور مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اور حکومت پنجاب سے سفارش کرتا ہے کہ عملہ پنجاب اسمبلی سیکرٹریٹ کو ایک ماہ کی اضافی تنخواہ دی جائے۔

PID (Islamabad)

manhattan International

the same and out of these three the one binder has also quoted the lowest rates, i.e., M/s Ahmed Book Binding, 26 Islamia Street, Ibrahim Road, Bilal Gunj, Lahore.

5. It is further stated that in December 2012, quotations were invited for binding of the books and the lowest rate quoted by the winning binder was Rs. 425/- per book.

6. In view of the above, it is proposed that the matter may kindly be considered by the Purchase Committee for approval of the lowest rate of Rs. 500/- per book offered by M/s Ahmed Book Binding, Lahore.

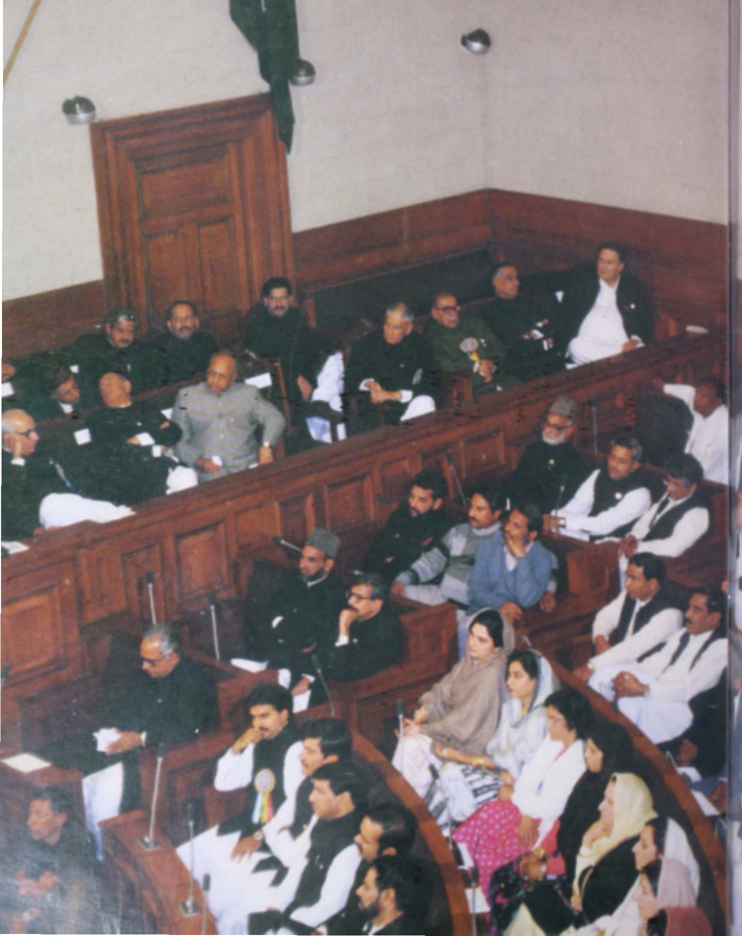

GOLDEN JUBILEE PUNJAB ASSEMBLY

1937–1987